ادوار تاریخ اسلامی

حصہ ثالث

سلاطین عضوض مسلمین

بنی زبیر بنی ہاشم بنی امیہ بنی عباس، فاطمیین

نگارندہ علی شرف الدین

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا

لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي

الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

(قصص ۸۳)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب...................سلاطین عضوض مسلمین

تالیف......................علی شرف الدین

ناشر......................دارالثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

زیر طباعت......................علی شرف الدین

http://www.sibghtulislam.com/

عرض ناشر:

جس طرح طلوع آفتاب و مہتاب دیکھنے کیلئے ان کے مطلع کو دیکھا جاتا ہے اسی طرح کسی کتاب کے مندرجات دیکھنے کیلئے اس کتاب کے ابتدائی صفحات، موضوعات اور ابحاث کی نوعیت کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا مصنفین و مولفین کتاب کے آغاز میں اس کتاب کے عنوان کو انتخاب کرنے کی ضرورت نیز اس راہ میں حائل مشکلات اور رکاوٹوں کا ذکر کرتے ہیں۔ کتاب ھذا تاریخ اسلام کا تیسرا دور ہے جسے ہم نے دور ضالہ کا نام دیا ہے یعنی نبی کریم کی وفات کے بعد کون آپ کے راستہ پر قائم رہا اور کس نے گمراہی کا راستہ انتخاب کیا۔ دور سوم تاریخ اسلام میں گمراہی کے راستے کا انتخاب کرنے والے گروہوں کے صفحات ہیں۔ اس گروہ کی شناخت و پہچان بہت ضروری ہے۔ ہم آج کل کے احزاب سیاسی، بڑی طاقتوں کو دیکھتے ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے علاوہ انکے ملک و مملکت کی تقدیر ان سے چھین کر انھیں جنگ میں دھکیل دیا ہے۔ لوگوں کو اندھیرے میں رکھنے کیلئے ان احزابوں میں سے کسی کو تھوڑا بہتر یا تھوڑا کم برا دکھایا جاتا ہے۔ اس حوالے سے یہ گروہ اپنی جگہ درجات مراتب کے حامل ہوتے ہیں۔ عنوان ضالہ ان تمام درجات پر احاطہ کرتا ہے۔ ضالہ انحراف از جادہ مستقیم سے شروع اور مغضوب علیہم سے جاملتا ہے لیکن کون کس حد تک گمراہ ہے واضح کرنا مشکل ہے۔ یہ مشکل اس لئے پیش آئی کہ ہمارے اور اس دور کے حالات کے درمیان ضد و نقیض کے صفحات کی دیوار حائل ہے، دوسری طرف ہر دیوار پر ایک مسلح گروہ کھڑا ہے جو تشدد اپنانے کیلئے تیار ہے۔ فرقہ باطنیہ نے دین اسلام کو فسطائیت میں بدلنے کیلئے ضد و نقیض پر مبنی تاریخ کو گھڑا ہے۔

مؤرخین و تحلیل گران نے اپنے تجزیات کی روشنی میں خاندان بنی امیہ کو ایک خاندان بد طینت و شجرہ ملعونہ و منحوسہ قرار دیا ہے یہاں تک کہ یہ باور کرایا ان دو خاندانوں یعنی بنی امیہ و بنی ہاشم میں کسی بھی حوالہ سے ایک دوسرے سے رشتہ، وصل، موازنہ اور مقایسہ نہیں ہوسکتا۔ ان کے بقول ہاشم و عبدالشمس دونوں جڑواں بھائی ایک دوسرے کی پشت سے متصل پیدا ہوئے اور انھیں تلوار سے الگ کیا گیا یا عبدالشمس فرزند لصیق عبد مناف تھے لہٰذا یہ سلسلہ ابدالیاد

منحوس ملعون، متصادم متضارب رہے گا۔اس فکر کے حامیوں میں علامہ عبدالحسین شرف الدین ہیں جنھوں نے بنی ہاشم و بنی امیہ کے عنوان پر ایک کتاب لکھی ہے۔اسی طرح مولانا سید علی نقن صاحب ہیں جنہوں نے شہید انسانیت کے نام سے ایک کتاب لکھی اور جاں گداز و افسوسناک واقعہ کربلا کو ان دو خاندانوں کی آپس کی چپقلش اور تضاد کا نتیجہ گردانا ہے۔یہاں ہم دیکھیں گے آیا یہ منطق عقل' قرآن' سنت و سیرت محمدؐ اور آپ کے اہل بیت اطہار و اصحاب اخیار سے موافقت کرتی ہے یا نہیں؟

مزوجہ بین ہاشمین وامویین:

اگر ہم قرآن اور سنت اور مسلمہ حقائق تاریخ دونوں کو مصادر بنا کر تصنیف و تالیف کی طرف بڑھیں گے تو مندرجہ بالا نظریات کا بڑے سے بڑے پہاڑوں سے ٹکراؤ ہوگا۔بنی امیہ اور بنی ہاشم جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار میں آپس میں مزاوجہ و مصاہرہ رکھتے تھے۔

۱۔نبی کریمؐ نے اپنی پہلی بیٹی زینب خاندان عبدالعزیٰ' عاص بن ربیع کے عقد میں دی۔جب نبی کریمؐ نے اسے دعوت اسلام دی تو اس نے قبول نہیں کیا اور آپ پر ایمان نہیں لایا یہاں تک کہ جنگ بدر میں وہ مشرکین کے لشکر سے اسیر ہوا اور رہائی کے بعد زینب ان سے الگ ہوئیں۔

۲۔نبی کریم نے اپنی دو بیٹیاں رقیہ اور ام کلثوم کو حضرت عثمان بن عفان کے عقد میں دیا۔

۳۔جبکہ حضرت عثمان کی ماں اروی بنت کریز کی ماں ام حکیم نام بیضاء بنت عبدالمطلب تھیں۔[انساب الاشراف ج ۵ ص ۱۱۱ جمہرہ ص ۲۰۷ طبقات ج ۸ ص ۱۶۶]

۴۔ام حبیبہ دختر ابوسفیان قائد مشرکین عبیداللہ بن جحش کے عقد میں تھیں جحش کی ماں عبدالمطلب کی نواسی تھی۔

۵۔ابی العاص کی بیٹی امامہ بنت زینب حضرت زہراء کی وفات کے بعد حضرت علی بن ابی طالب کے عقد میں آئیں۔

۶۔ام کلثوم دختر حضرت علی بن ابی طالب حضرت عمر بن خطاب بنی عدی کے عقد میں تھیں۔

۷۔ام کلثوم بنت عبداللہ جعفر طیار ابان بن عثمان کے عقد میں تھیں۔

۸۔ہند بنت ابی سفیان حارث بن نوفل بن عبدالمطلب کے عقد میں تھیں۔

۹۔سکینہ بنت الحسین، زید بن عمرو بن عثمان کے عقد میں تھیں۔معارف ابن قتیبہ ص ۹۴جمہرۃ الانساب العرب ص ۹۶

۱۰۔فاطمہ بنت الحسین مادر عبداللہ محض ٬حسن مثنیٰ کی وفات کے بعد محمد بن عمر بن عثمان کے عقد میں گئیں۔مقاتل ص ۲۱۲

۱۱۔فاطمہ بنت الحسین کی ماں ام اسحاق دختر طلحہ بن عبید اللہ جو جنگ جمل میں حضرت علی کے خلاف تھے امام حسن کی وفات کے بعد زوجیت امام حسین میں آئیں۔

۱۲۔ام قاسم بنت الحسن مثنیٰ مروان بن ابان بن عثمان بن عفان کے عقد میں تھیں۔اس طرح اور بھی ازدواج ان خاندانوں میں ہوئیں۔اس وقت زیادہ توجہ خاندانوں کی شرافت اور نجابت پر تھی اور اسلام آنے کے بعد ایمان باللہ، ایمان بہ رسالت محمدؐ کو ہی معیار اول گردانا گیا چنانچہ زینب بنت جحش عبدالمطلب کی نواسی پیغمبرؐ کی پھوپی زاد نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ متبنی زید بن حارثہ کے عقد میں تھیں۔اسلام میں ازدواج کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے علاوہ حُسن سیرت وحُسن کردار عقیدہ اور عمل بہ شعائر اسلام پر قائم ہے۔

زیارت عاشورا کو پڑھیں تو اس کے فقرات میں ملتا ہے بنی امیہ٬ آل ابی سفیان٬ آل مروان پر لعنت کرنا جزء ایمان اور شعار ولایت اہل بیت میں ہے۔جبکہ بنی امیہ اور بنی ہاشم میں طویل عرصہ زواج چلا ہے اگر بنی امیہ خبیثہ ہیں تو یہ صفت بنی ہاشم میں بھی سرایت کی ہوگی۔جب مسجد الحرام کے سامنے پناہ ہندہ بلد امن میں عبداللہ بن زبیر نظر نہیں آتا تو دوسری طرف روضہ رسول کے پاس مصریوں کے حصار میں اپنے گھر میں تلاوت قرآن اور حالت نماز میں ایک خلیفہ عادل مقتول نظر نہیں آتا ہے۔خشک وتر، محسن ومجرم، نیک اور پاک صاف اور برے کردار کے حامل ان سب افراد کو ایک جیسا قرار دیکر ان سب پر ملا کر لعن کا ورد کرنے والے کیسے آزاد محققانہ اور حق کی بنیاد پر قائم تاریخ رقم کرسکتے ہیں۔قارئین ہم کوشش کریں گے کہ حقائق سامنے آئیں اور انحرافات وخرافات پس پشت چلی جائیں۔خاندان خبیثہ سے طیبہ٬ مومن سے کافر٬ مومن سے فاسق، کافر وفاسق سے مومن، عالم سے جاہل٬ جاہل سے عالم پیدا ہوتے ہیں یہ ایک ثابت غیر متغیر اصول نہیں کہ برے خاندان سے برے انسان ہی پیدا ہوں گے۔محسوس ہوتا ہے زیارت عاشورا اور جب بھی راشدین اور غیر راشدین کا نام لیں ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنے اور لکھنے کی بدعت وضع کرنے والے دونوں خوارج کے گروہ سے وابستہ ہیں فرقہ خوارج وہ ہے جس نے علی کو چومتی ہوئی فتح کو حنصل اور سم قاتل بنایا یہ گروہ حضرت علی ہی کی چھتری میں چھپا ہوا تھا بظاہر انہوں نے حضرت علی کے سکون کو چھینا لیکن پس پردہ یہ لوگ

اقتدار اسلام و مسلمین کے دشمن و رقیب تھے۔ان کی واضح شناخت دلیل و استدلال کے بدل میں اسلحہ اور تشدد کا داعی و حامی ہونا ہے جو کہ آج کل بھی مختلف اشکال میں جاری ہے لہٰذا اس وقت حقائق لکھنا کسی بھی مسلمان دانشور کیلئے ممکن نہیں ہے۔غرض زیارت عاشوراوالے اپنے قائدین اور پیشواؤں کیلئے علیہ السلام لکھیں گے جبکہ دوسرے رضی اللہ عنہ لکھیں گے تا کہ اس شناخت کے تحت ایک دوسرے کی کتاب پڑھنے سے روکا جائے۔قدیم زمانے سے عصر حاضر تک پالیسی سازوں کا وطیرہ رہا ہے کہ وہ دو گروہ متعارض متصادم تشکیل دیتے ہیں تا کہ یہ دونوں آپس میں دست و گریبان رہیں اور فائدہ پالیسی ساز گروہ لیتا رہے۔

ایک گروہ ان تمام جرائم و موبقات کو خطاء اجتہادی سے دھو کر جرائم کرنے والوں کو بھی رضی اللہ عنہ یا سیدنا کے نام سے یاد کرتے ہیں اور ان مجرمین کے جرائم کا ذکر بھی کرنے نہیں دیتے گویا ان آیات سے چشم پوشی کرتے ہیں **ام نجعل المتقین کالفجار**۔اس خاندان سے منتخب حکمرانوں نے یکے بعد دیگرا ایسے جرائم کا ارتکاب کیا کہ اس کی سماعت کلمہ اسلام پڑھنے والے مسلمانوں کیلئے قابل برداشت نہیں ہے۔انہوں نے ہی مسلمانوں کے منتخب خلیفہ کے خلاف جنگ کا آغاز کیا۔ان کے بعد خلیفہ کو خلافت سے تنزل کرایا، امام حسین کو میدان کربلا میں قتل کیا، مدینہ رسول میں قتل عام اور اباحہ مطلقہ کا اعلان کیا، کعبہ کو منجنیق کے گولوں کا نشانہ بنایا اور وہاں پناہ لینے والوں کو قتل کیا، اس کے علاوہ اس خاندان نے اہل بیت اطہار سے وابستہ سینکڑوں افراد کو قتل کیا۔اس خاندان نے حضرت علی کو بر سر منابر سبّ و شتم کیا لہٰذا ان حقائق کو دیکھنے والوں کے دلوں میں ان کیلئے نفرت کا پیدا ہونا یقینی ہے۔جبکہ ایک گروہ کے افراد ان تمام برائیوں کے باوجود اصرار و تکرار کے ساتھ ان کا تجلیل و تکریم کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور تکریم و تجلیل نہ کرنے والوں پر عصا چلاتے ہیں۔ان میں سے بعض نے بنی امیہ کی حکمرانی کو بھی تسلسل خلافت راشدہ گردانا ہے جیسا کہ قاضی ابن عربی، دکتور صلابی، محمود شاکر نے بنی امیہ کے خاندان کو ایک مظلوم خاندان قرار دیا لیکن جو قدائح و مثالب تاریخ میں ان کے حوالے سے ملتے ہیں، کیا وہ سب جھوٹ افتراء پر مبنی ہیں یہ اسلام کے خلاف بدگمانی و بدنیتی ہے۔ان کے نزدیک اگر بنی امیہ کا ایک صالح قیادت کی حیثیت سے تعارف نہیں کروائیں گے تو یہ اسلام کیلئے عیب و نقص ہوگا کہ اسلام اتنی دیر نہیں چل سکا، گویا ایک سو سال چلنے کے بعد تاریخ میں ایک مثالِ جاوید بنے گا۔ان سے منسوب روایات سے بھی استناد کیا گیا ہے یہ بھی کہا گیا مثلاً پیغمبر اکرمؐ نے معاویہ

کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور امام حسن کی خلافت سے تنازل کو نیک شگون قرار دیا جبکہ بعض نے خلفاء بنی امیہ کے کارناموں میں فلاحی خدمات اور نصاریٰ سے جنگ کو پیش کیا ہے۔ذیل میں ہم خلفا بنی امیہ کی انفرادی واجتماعی اور اقتصادی حکومت کے چند نکات کا ذکر کریں گے۔بعض کی خلافت سے قبل کی زندگی اچھی اور دینداری پر مبنی تھی لیکن خلیفہ بننے کے بعد وہ ظالم وجابر ہوگئے ۔جیسے عبد الملک بن مروان،یزید بن عبدالملک۔ان کی انگوٹھی پر توحید الٰہی ،ایمان با آخرت وایمان بہ رسالت کا نقش بنا ہوتا تھا جو اس بات کی دلیل ہے اگر ان کا عمل یا نیت اخلاص پر مبنی نہیں تھی جیسا کہ وہ ظاہر کرتے تھے پھر بھی مسلمانوں کی غیرت دینی کا پاس رکھنے پر مجبور تھے گویا وہ مسلمانوں سے ڈرتے تھے جبکہ آج کل کے مسلمانوں کے حکمران خود کو اسلامی اخلاق وثقافت اور آداب سے عاری رکھنے کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔خواتین وزراء کی عریانی سے ظاہر ہوتا ہے یہ مسلمانوں سے زیادہ اپنے غیر ملکی ارباب اور آقاؤں سے ڈرتے ہیں۔خاندان بنی امیہ متفق ومتحد تھے کیونکہ اقتدار ان کے سامنے نقد یعنی ہاتھ میں تھا جبکہ بنی ہاشم آپس میں مختلف ومنتشر تھے کیونکہ وہ لوگ اقتدار کو مختلف نظریہ سے دیکھتے تھے۔بنی امیہ کے فاسق وفاجر بھی نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے پر مجبور تھے مثلاً بعض نماز کو حالت سکر میں بھی پڑھنے پر مجبور تھے جبکہ آج کے حکمران نہ صرف جان بوجھ کر نماز نہیں پڑھتے بلکہ نماز سے مذاق کرکے خود کو طاغوت واستعمار کی نظر میں اُونچا دکھاتے ہیں۔

اس حوالے سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بنی امیہ کی سیاست مداری میں کامیابی اور آئمہ طاہرین کی ناکامی اور گوشہ نشینی کی کیا وجوہات ہو سکتی ہیں؟ کیا ان کے خلفا میں کوئی کشش تھی جس کی بنیاد پر وہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے تھے یا ایسا نہیں، بلکہ درج ذیل عوامل اس کا سبب بنے:

۱۔ اقتصادی پہلو یعنی وہ بیت المال مسلمین کو مقدار وافر میں خرچ کرتے تھے جو آئمہؑ کے پاس نہیں تھا۔

۲۔ مخالفت کی صورت میں قتل،جیل یا محرومیت مقدر ہوتی جو آئمہ کی لئے کسی صورت میں بھی فائدہ مند نہیں تھی۔

۳۔ شعائر اسلامی نماز،جمعہ،تعمیر مساجد،صوم رمضان،جہاد وغیرہ کو انہوں نے ظاہری طور پر اپنایا ہوا تھا۔

۴۔تمام خلفا جبر وتسلط کے حوالے سے برابر نہیں تھے بلکہ بعض نے عدل وانصاف اور نیک کاموں کا بھی مظاہرہ کیا ہے جیسے عمر بن عبدالعزیز اور سلیمان بن عبدالملک۔

۵۔انہوں نے بہت سے غیر اسلامی علاقوں کو فتح کیا اور پرچم اسلام لہرایا۔

ہم نے بنی امیہ کے بارے میں قیل وقال کو چھوڑ کر مسلمہ تاریخ جسے سب مانتے ہیں کو سامنے لا کر نظریہ قائم کرنا ہے کہ یہ خاندان کس حد تک اسلام سے وابستہ اور اس کا خیر خواہ تھا اور کس حد تک یہ اسلام کی سربلندی کے داعی تھے یا اسکے برعکس یہ اپنی ہوس اقتدار میں محو ومستغرق تھے ۔ انکے نزدیک اقتدار پہلے مرحلہ میں اقتدار کی اہلیت تھی جبکہ اسلام اس کے بعد تھا۔

تمہید:

حمد و ستائش اس ذات واحد کیلئے مخصوص ہے جو اپنی ذات کے ساتھ صفات جمال و کمال میں بھی وحدانیت کا مالک ہے۔ پاک و منزہ ہے وہ ذات جس نے تمام اقسام شرک خفی، توسلیات و وثنیات کو ناقابل بخشش گردانا ہے، جس نے اپنی کتاب حکمت میں بار بار تکرار فرمایا کہ مشرک، نادان، احمق اور بے وقوف ہیں جو اپنے آپ سے پست و ذلیل یا برابر کی چیزوں یا انسانوں وغیرہ کے سامنے خاضع و خاشع ہوتے ہیں حالانکہ وہ کسی قسم کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔

جو شخص کسی ایسے موجود کے سامنے خاضع ہوتا ہے جو نہ سماعت رکھتا ہے نہ دیکھنے کی بصارت نہ قدرت جذب و کشش رکھتا ہے نہ دفع و ضرر و نقصان تو وہ حیوانات سے بھی بدتر پست تر ہے۔ سلام و درود بے نہایت شیخ الانبیاء ابراہیم خلیل پر جنہوں نے ہمارا نام مسلمین رکھا ہے۔ اللہ نے ہمیں آپ کی تاسی کرنے کا حکم دیا ہے اور تمام اصنام و اوثان جمادی، نباتی، حیوانی، انسانی اور فکری و خیالاتی بتوں سے نفرت و بیزاری کا حکم دیا ہے۔ اس لئے ہم ملت اسلامی کی وحدت کو منتشر کرنے والے اور فرق و مذاہب میں بٹنے والوں سے نفرت و بیزاری کا اعلان کرتے ہیں ہم ان فرقوں کو گمراہ اور ضالہ کے نام سے یاد کرتے ہیں ہم حق داری کے بہانے حق پامال کرنے والوں کو ضالہ کے نام سے پہچانتے ہیں۔

ہم سب سے پہلے فرقے کی بنیاد رکھنے والے گروہ خوارج کو گروہ ضالہ کا سرخیل کاروان سمجھتے ہیں جس نے حضرت علی بن ابی طالب کو میدان صفین میں مصیبت و پریشانی میں ڈالا اور جس فرقہ نے اہل بیت کا نام استعمال کرتے ہوئے ضد اہل بیت کے نام سے ہمیشہ مسلمانوں میں خون کی ندیاں بہائیں۔ نفرت و انضجار (کراہت) اس گروہ سے جس نے حکومت دلیل کا تختہ الٹ کر طاقت و قدرت و تشدد کی دلیل کو رواج دیا، ہم حکومت دلیل کا تختہ الٹ کر طاقت و تشدد اور سب و شتام کو رواج دینے والے خوارج امویہ کو منافقین کا دایاں بایاں بازو سمجھتے ہیں۔ فرقہ خوارج تاریخ اسلام میں پہلا فرقہ ہے نیز الی یوم ھذا فرقہ سرگرم عمل ہے انکا ایک چہرہ عبادت گزاری اپنائے ہوئے ہے جبکہ دوسرا عقل و منطق کی بجائے تشدد و طاقت کی منطق کو رواج دے رہا ہے۔

ہم نے اپنے طویل مطعون ومظلوم ومحصوراجتماعی کے دورانیے میں اس ذات والا کی بہت سی الطاف عالیہ وجلالیہ وکمالیہ کودرک کیا۔اگرارباب مال ودولت دوست واعزاءنے ہمیں اپنے لطف ومحبت سے روکاتواس ذات نے مجھے غیرمتوقع انعام صحت وعافیت جسمانی وعقلی وفکری سے نوازا۔اسی سنت اللہ پرایمان کامل قائم کرتے ہوئے ہم اس فتنۂ فکرخوارج کے طلاطم میں داخل ہوں گےاورانشاءاللہ انتہائی کامیابی وکامرانی کے ساتھ اس طوفان خوارجی سے ساحل نجات پرہم کنارہوں گے۔ہم ضدعقل ووجدان اورضددین وقرآن اورضداسلامی افکارکوپہلے سے اپنے عمامہ وعباسے جھاڑوکرتے آئے ہیں اورانشاء اللہ ابھی بھی بچ جانے والے گنداورغلاظتوں کاصفایاکریں گے۔

دور ضالہ:

ضلالت ضد ہدایت ہے جیسا کہ مفردات راغب میں ضلالت ضلال العدول عن طریق المستقیم. ضال ہر اس شخص کیلئے استعمال ہوتا ہے جو اصول وموازین دین سے عدول وانحراف کرے چاہے یہ انحراف وعدول عمداً ہو یا سہواً، تھوڑا ہو یا زیادہ صراط مستقیم وہی ہے جس کی رہنمائی قرآن میں ہوئی ہے جو حضرت محمدؐ نے دکھایا ہے اور جو مرضی اللہ ہے۔ سورہ ﴿ مَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ﴾ (جو شخص بھی ہدایت حاصل کرتا ہے وہ اپنے فائدہ کے لئے کرتا ہے اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے وہ بھی اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں ہے اور ہم تو اس وقت تک عذاب کرنے والے نہیں ہیں جب تک کہ کوئی رسول نہ بھیج دیں) (اسراء آیت ۱۵) میں آیا ہے، سورہ فاتحہ میں طلب ہدایت کی دعا کے بعد غضب شدگان اور ضالین کے راستے سے دور رکھنے کی دعا کی تلقین کی گئی ہے۔

قرآن میں کلمہ ضلال جن معنوں میں آیا ہے ﴿ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَى وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴾ (بیشک جس نے آپ پر قرآن کا فریضہ عائد کیا ہے وہ آپ کو آپ کی منزل تک ضرور واپس پہنچائے گا. آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون کھلی ہوئی گمراہی میں ہے) (قصص ۸۵) کبھی حق کے مقابل میں آیا ہے ﴿ فَذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ ﴾ (وہی اللہ تمہارا برحق پالنے والا ہے اور حق کے بعد ضلالت کے سوا کچھ نہیں ہے تو تم کس طرف لے جائے جا رہے ہو) (یونس ۳۲) کبھی گم ہونے کے معنی میں آیا ہے ﴿ وَقَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ﴾ (اور یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم زمین میں گم ہو گئے تو کیا نئی خلقت میں پھر ظاہر کئے جائیں گے - بات یہ ہے کہ یہ اپنے پروردگار کی ملاقات کے منکر ہیں) (سجدہ ۱۰) ضلال سے گمراہ کرنے کے معنوں میں آیا ہے ﴿ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَى ﴾ (اور فرعون نے درحقیقت اپنی قوم کو گمراہ ہی کیا ہے ہدایت نہیں دی ہے) (طہ ۷۹) ﴿ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴾ (ارشاد ہوا کہ ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کا امتحان لیا اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا ہے) (طہ ۸۵) ضال بمعنی گمراہ کرنے

کے ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى﴾ (اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بناؤ اور دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں تا کہ ایک بہکنے لگے تو دوسری یاد دلا دے اور گواہوں کو چاہیے کہ گواہی کے لئے بلائے جائیں تو انکار نہ کریں) (بقرہ ۲۸۲) ضلالت کی گئی چار صفات بیان کئے ہیں (انعام ۷۲) بعید ﴿ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ﴾ (جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی ہے جسے اندھی والے دن کی تند ہوا اڑا لے جائے کہ وہ اپنے حاصل کئے ہوئے پر بھی کوئی اختیار نہ رکھیں گے اور یہی بہت دور تک پھیلی ہوئی گمراہی ہے) (ابراہیم ۱۸) قدیم ﴿قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ﴾ (ان لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم آپ ابھی تک اپنی پرانی گمراہی میں مبتلا ہیں) (یوسف ۹۵) کبیر ﴿قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ﴾ (تو وہ کہیں گے کہ آیا تو تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلا دیا اور یہ کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے تم لوگ خود بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو) (ملک ۹)

عبد الرزاق نوفل نے اعجاز عددی میں لکھا ہے کلمہ ضلالت ۱۵۱ بار قرآن میں مختلف صیغوں میں تکرار ہوا ہے۔ضالہ کی جمع ضالین ہے ضالین جیسا کہ مفسر کبیر مرحوم آیت اللہ صادق تہرانی اپنی تفسیر کی جلد اول ص ۱۳۶ پر لکھتے ہیں ضالین صراط مستقیم پر قائم اور مغضوب علیہم کے درمیانی گروہ کو کہتے ہیں یعنی ہدایت یافتگان اور غضب زدگان کے درمیانی گروہ کو ضالین کہتے ہیں جن افراد نے صراط مستقیم سے منہ موڑا ہے یہ لوگ ضالین ہیں چاہے قاصر ہوں یا مقصر وہ توحید سے منہ موڑتے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ﴿وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُونَ﴾ (سورہ مومنون آیت ۷۴) جو اللہ کی صراط عبودیت سے منہ موڑ چکے ہیں ہر وہ شخص جس نے صراط مستقیم سے انحراف کیا وہ ضالین ہے چاہے مستضعف و قاصر ہو اور اس نے راہ ہدایت نہ دیکھی ہو یا مقصر ہو جیسا کہ اس آیت میں آیا ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ﴾ (نساء ۹۷) مقصر ہے تیسرا مستکبر ہے جو حق کے ساتھ عناد رکھتے ہیں حق کا دو بہ دو مقابلہ کرتے ہیں، یہ ضالین کی سربرآوردہ شخصیات ہیں یہ لوگ خود ضلالت پر ہیں اور دوسروں کو ضلالت کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ ضال بھی ہیں اور مغضوب علیہم بھی ہیں جیسا کہ ﴿وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ﴾ (سورہ واقعہ آیت ۹۴) میں آیا ہے، ضلالت کے مختلف درجات ہیں۔

اس وقت ضلالت میں سب سے پیش پیش فرق نصاریٰ ہے کیونکہ کلمہ ضالین کی تفسیر میں وارد روایات میں ضالین سے نصاریٰ مراد لیا گیا ہے ضالین' مبغضوب علیهم وغیر مغضوب علیهم سب پر محیط ہے۔ وہ افراد جو خود کو ہدایت پر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ وہ ہدایت سے منحرف ہیں ایسے افراد کی ہدایت ہونے کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس تقسیم کے تحت اسکی مندرجہ ذیل درجہ بندی ہوتی ہے:

۱۔ وہ مومن جو صراط مستقیم پر نہیں لیکن اس صراط کی تلاش میں ہے۔

۲۔ وہ جو صراط مستقیم پر فائز ہے۔

۳۔ وہ جن پر غضب نازل ہوا ہے' وہ حق کے ساتھ عناد و دشمنی رکھتے ہیں۔

۴۔ وہ ضالین جو صراط مستقیم سے گمراہ ہوئے اور صراط سے ہٹ چکے ہیں مگر وہ شخص جس نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا وہ سلامتی کے راستہ پر چل رہا ہے جن کے حق میں سورہ اعراف آیت ۸۲ ﴿ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴾ میں آیا ہے۔

وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ (فاطر ۸) اس مضمون میں کئی آیات ہیں جو ایک واضح مصداق متشابہ بن رہی ہیں یعنی کیا ہدایت ضلالت انسان کے اختیار سے باہر ہے یا یہ خود اللہ کی مشیت سے مربوط ہے اس سوال کا جواب وہ فرمان ہے جس میں کہا گیا کہ ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت میں بیان ہوئی ہے اللہ کسی بندے کو گمراہ کرتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جس بندے نے از خود گمراہی کو رشد و ہدایت پر ترجیح دی ہے تو اللہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اس کا مطلب ہے کہ جس نے اپنی مرضی و پسند سے ضلالت کی راہ اپنائی اللہ نے اس کو اسی راہ پر رہنے دیا، چنانچہ جن لوگوں نے ضلالت کو از خود انتخاب کیا تو اللہ نے بھی انہیں ضلالت کے راستے پر رہنے دیا اور جبراً وہاں سے نہ ہٹایا۔ جیسا کہ ﴿ وَ إِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِي وَ قَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَ اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴾ "اور یاد کرو موسیٰ کی وہ بات جو اس نے اپنی قوم سے کہی تھی "اے میری قوم کے لوگو، تم کیوں مجھے اذیت دیتے ہو حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں" پھر جب انہوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے، اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا" (صف ۵) اور ﴿ وَ مَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَ

يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ ما تَوَلَّى وَ نُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَ ساءَتْ مَصِيراً ﴾ "مگر جو شخص رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے، درآں حالانکہ اس پر راہ راست واضح ہو چکی ہو تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے" (نساء ۱۱۵) میں آیا ہے۔

اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اس سلسلہ میں فرماتے ہیں اللہ صرف فاسقین کو گمراہ رکھتا ہے جو اللہ تعالی سے کئے ہوئے عہد کو توڑتے ہیں۔ان آیات سے واضح ہے کہ ہدایت و ضلالت انسان کے ارادہ سے منسلک ہے اور اسکے ارادے کا نتیجہ ہے جیسا کہ ﴿وَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ لا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشاءُ وَ يَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنابَ ،الَّذِينَ آمَنُوا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴾ "کافر کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نازل نہیں کی گئی؟ جواب دیجئے کہ اللہ جسے گمراہ کرنا چاہے کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف جھکے اسے راستہ دکھا دیتا ہے جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے" (رعد ۲۷،۲۸)۔

عوامل ضلالت:

ایک انسان عاقل کو درک کرنا چاہیئے وہ کون سے اسباب وعوامل ہیں جو انسان کو جادہ مستقیم اور ساحل حق و حقیقت سے دور کرتے ہیں،ان کی غلط فکری نے انھیں غلط راستہ پر گامزن کیا ہے اگر آپ ان سے کہیں کہ تم غلط راستہ پر ہو تو وہ پلٹ کر کہتے ہیں آپکو اشتباہ ہوا ہے ہم غلط راستہ پر ہیں لہذا ضروری ہے ہم ان عوامل واسباب کو تلاش کریں کہ جن کی بنیاد پر انسان گمراہ ہوتا ہے۔لیکن اس سے قبل ہم چاہتے ہیں آپ کے سامنے مفکرین و محققین کے تضاد و تناقص افکار کی بین اور عملی کی ایک مثال پیش کریں گے گرچہ یہ مثالیں اعداد و شمار سے باہر ہیں لہذا ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔سابق زمانہ میں علماء کسوف وخسوف' شمس وقمر کو نظریہ بطلیموس پر استوار کیے ہوئے تھے جس کے تحت زمین کو محور و مرکز ثابت و لا یتغیر کہا جاتا تھا اور سورج کو اس کے گرد گردش کرنے کا تصور قائم تھا۔اس فکر پر بہت سے مسائل استوار کئے گئے،اسی پر زمان و مکان کی تشخیص کی جاتی کہ کہاں کسوف ہوگا کہاں خسوف ہوگا اور کس وقت ہوگا

لیکن ایک زمانے بعد ثابت ہوا کہ یہ نظریہ بطلیموس غلط اور غیر علمی تھا جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے یعنی زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔اس نظریہ کا مبتکر کوپر نیکس تھا۔تضاد فکری کی یہ واضح اور بڑی مثال ہے۔اب ہم اپنے موضوع کی طرف پلٹتے ہیں،قرآن کریم نے انحرافات کے اسباب کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے اکثر لوگوں کا صراط مستقیم سے انحراف انہی اسباب وعوامل کے تحت ہوتا ہے اور وہ انہی کی وجہ سے اتباع حق سے باز رہتے ہیں چنانچہ بہت سی آیات میں اس کی نشان دہی کی گئی ہے۔

﴿وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ (اور مال دنیا کو بہت دوست رکھتے ہو)(فجر ۲۰)

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ﴾ (یہ اس لئے کہ ان لوگوں نے زندگانی دنیا کو آخرت پر مقدم کیا ہے اور اللہ ظالم قوموں کو ہرگز ہدایت نہیں دیتا ہے)(نحل ۱۰۷)

﴿فَقَالَ اِنِّيْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾ (تو انہوں نے کہا کہ میں ذکر الٰہی کی بنا پر خیر کو دوست رکھتا ہوں یہاں تک کہ وہ گھوڑے دوڑتے دوڑتے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے)(ص ۳۲)

﴿وَاِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾ (اور وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے)(عادیات ۸)

﴿لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا وَيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا﴾ (خبردار جو لوگ اپنے کئے پر مغرور ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو اچھے کام نہیں کئے ہیں ان پر بھی ان کی تعریف کی جائے تو خبردار انہیں عذاب سے محفوظ خیال بھی نہ کرنا۔ان کے لئے دردناک عذاب ہے)(آل عمران ۱۸۸)

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا آبَائَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ﴾ (اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں پسند کرتے ہوں،اور تم میں سے جو شخص ان سے دوستی کرے گا تو یہ لوگ ہی ظلم کرنے والے ہیں۔)(توبہ ۲۳)

نبی کریمؐ سے مروی ہے حب دنیا راس کل خطیئه دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی بنیاد ہے۔

ا۔امت اسلامی کی حاکمیت سنبھالنے والے کے لیے مسلمانوں اور رعیت کی جان و مال کی نظارت وحفاظت دین و شریعت کا نفاذ واجراء کرنا،ایمان راسخ وعقیدہ راسخ،عمل بہ شریعت اسلام کا حامل ہونا ضروری ہے ورنہ ان کی اطاعت کو قرآن نے ان آیات میں مسترد کیا جو لوگ یاد اللہ سے غافل اور پیروی خواہشات نفس میں مستغرق ہیں ان کی

اطاعت مت کرو۔﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَاتَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَاتُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴾ (اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ صبر پر آمادہ کرو جو صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اسی کی مرضی کے طلب گار ہیں اور خبردار تمہاری نگاہیں ان کی طرف سے پھر نہ جائیں کہ زندگانی دنیا کی زینت کے طلب گار بن جاؤ اور ہرگز اس کی اطاعت نہ کرنا جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے محروم کردیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا پیرو کار ہے اور اس کا کام سراسر زیادتی کرنا ہے)(کہف ۲۸)

کافرین کو بالادستی نہیں ﴿الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴾ (یہ منافقین تمہارے حالات کا انتظار کرتے رہتے ہیں کہ تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو تو کہیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے اور اگر کفار کو کوئی حصہ مل جائے گا تو ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں آ گئے تھے اور تمہیں مومنین سے بچا نہیں لیا تھا تو اب اللہ ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور خدا کفار کے لئے صاحبان ایمان کے خلاف کوئی راہ نہیں دے سکتا)(نساء ۱۴۱)'﴿ وَلَاتُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴾(اور خبردار کفار اور منافقین کی اطاعت نہ کیجئے گا اور ان کی اذیت کا خیال ہی چھوڑ دیجئے اور اللہ پر اعتماد کیجئے کہ وہ نگرانی کرنے کے لئے بہت کافی ہے)(احزاب ۴۸)۔

۲۔اللہ کو جھٹلانے والے کی اطاعت مت کرو﴿ فَلَاتُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ﴾(لہٰذا آپ جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کریں)(قلم ۸)۔

۳۔بار بار قسم کھانے والوں کی اطاعت مت کرو﴿ وَلَاتُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَهِينٍ ﴾(اور خبردار آپ کسی بھی مسلسل قسم کھانے والے کی اطاعت نہ کرنا (قلم ۱۰)۔

فاسقین کی اطاعت نہ کرو، منافقین کی اطاعت نہ کرو، وعدہ خلافی کرنے والوں کی اطاعت نہ کرو لہٰذا ایمان وعمل کو مسترد کر کے ایمان وعمل سے خالی افراد کی حکمرانی حکومت ضالہ ہے۔حکومت ضالہ میں سربراہ مملکت اور امراء دونوں شامل

ہیں۔

۱۔وہ اقتدار پر کس کے کاندھے پر سوار ہو کر پہنچے ہیں۔

۲۔اقتدار پر آنے کے بعد کیسا رویہ اپنایا اسکے علاوہ اپنے عزیز و اقارب اور دوستوں سے کیسا سلوک روا رکھا۔

۳۔دشمنوں سے کس قسم کا سلوک اپنایا' اسیران سے کیسا سلوک کیا۔

۴۔بیت المال مسلمین کو کیسے استعمال کیا۔

۵۔اپنے بعد کس کو اور کس منطق کے تحت اس مسند پر بیٹھایا۔

۶۔امراء اور قائدین کے مظالم وانحرافات سے کہاں تک چشم پوشی کی۔

۷۔قرآن ومحمدؐ کا ذکر کس حد تک ان کی زبان اور کردار میں ملتا ہے۔

کیا ہم یہ سب کچھ جانتے ہوئے ان کے انحرافات سے چشم پوشی کریں۔

۱۔وہ شخص گرچہ اپنے گزشتہ زمان میں عالم، عامل، عارف، زاہد اور پارسا ومتقی ہی کیوں نہ ہو ہم اسکے دور اقتدار کو دیکھتے ہیں کہ جس دن اس کے ہاتھ میں اقتدار آیا، اس دن سے مرنے تک اس نے اقتدار کو کس بنیاد پر چلایا اور اس دوران اسلامی اصولوں کی پاسداری کی یا اسلام سے انحراف کی راہ پر چلا' جس شخص نے پہلے دن سے اسلام اور قرآن کو رخصت کیا اور اس نے اقتدار کو اپنے خاندان کی ایک وراثت سمجھا وہ ضالہ ہے۔اس سلسلہ میں عبدالملک بن مروان اور ولید بن عبدالملک آتے ہیں۔

۲۔وہ افراد جو خود کو صالح پیش کرتے ہیں لیکن ان کی حکومت کو گردش دینے والے یا دور دراز علاقوں میں ان کے نام پر حکمرانی کرنے والے فسق و فجور اور خیانت کی شرم ناک مثال قائم کرنے والے ہوں تو ہم انھیں بھی ضالہ کہتے ہیں جیسے زیاد بن ابیہ سے عمرو بن عاص سے حجاج بن یوسف کے ذریعے حکومت کو استحکام بخشنے والے اسلامی حکمران نہیں کہلائے جاسکتے۔جس طرح خاندان بنی امیہ کی سرشت وطینت کو خبث وخباثت کہنے والے افراد بھی موجود ہیں جو کہ عدل وانصاف اور حقیقت سے دور کی بات ہے اسی طرح کچھ ایسے گروہ بھی مسلمان معاشرہ میں موجود ہیں جو یزید بن معاویہ، ولید بن ولید، ابو طیب، متنبہ، ابو العلی معری، حماد راویہ اور اکبر بادشاہ جیسے ملحدین و منکرین مبداء و معاد ملحدین کے بارے میں تاریخ میں وارد حقائق کو جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں یہ تاریخ میں فرعون، ہامان، نمرود، ابن ملجم اور شمر

جیسوں کے افعال سے دفاع کرتے اور ان کی وکالت کرتے ہیں۔

۳۔تنہا خاندان بنی امیہ سے فلاح وبہبود کے کارناموں کو مختص نہیں کرسکتے کیونکہ فلاحی ریاست کے حامی حکمران بھی یہ اقدامات کرتے تھے جیسا کہ خاندان تاتار نے ایسے فلاحی کارنامے انجام دیئے یا ان کے بعد آنے والے سیکولر حکمرانوں نے بھی ایسے اقدامات کئے بلکہ اس حوالے سے آج مغربی ممالک بہت پیش رفت کر چکے ہیں لہٰذا آپ اسے اسلام کے حساب میں پیش نہیں کرسکتے کیونکہ یہاں رجحانات کو دیکھنا ہے۔

۴۔ہر خلیفہ کے دور میں ان کے نزدیک ومقرب اور متصرف کل امور وزراء وامراء بااختیار تھے ہم ان کے تصرفات اور کردار وگفتار کی روشنی میں خلفائے بنی امیہ کو دیکھیں گے۔حاضر کتاب میں ہم یہ کوشش بھی کریں گے کہ ہر ایک خلیفہ کے ذاتی وشخصی رجحانات ان میں عیش ونوش کے رجحانات اور ان کے مال مسلمین میں تصرفات اور خود ان کے اقتدار سے پہلے اور اقتدار میں آنے کے بعد کی سیرت وکردار کو سامنے رکھ کر اپنی طرف سے کوئی رائے قائم کرنے کی بجائے تاریخ کو جوں کا توں نقل کر کے اظہار نظر کرنے سے گریز کرتے ہوئے فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑیں گے۔

ہم یہاں پر خاندان بنی امیہ پر مختلف اور متعدد عناوین کے تحت بحث کریں گے:

۱۔قرآن اور سنت میں خاندان کی کیا حیثیت اور اہمیت ہے ۲۔بنی امیہ اور بنی ہاشم دونوں ایک درخت کے دو بڑی شاخیں ہیں۔جب بنی ہاشم اس کے حق دار بن سکتے ہیں تو اس درخت کی دوسری شاخ بھی اس کا دعویٰ کرسکتی ہے۔

مدفون ومقبور ضدِ اسلام ثقافت کے بارے میں سیر حاصل بحث نہیں کریں گے ورنہ دین اسلام خاندان پرستی اور جاہلیت قدیم وجدید کے نرغے سے نجات نہیں پائے گا کیونکہ خاندان پرستی دفنانے کے بعد دوبارہ اسے غیر شعوری غیر ملموس انداز میں چلانا اہل اسلام کیلئے لمحہ فکریہ ہے ابھی بھی ایک گروہ ان کے بارے میں کہتا ہے ان دو خاندانوں کی کیا شان ہے یہ دونوں ایک درخت کے تنے ہیں جبکہ دوسرا انہیں کو منحوس وملعون قرار دیتا ہے اور وہ بنی ہاشم اور ان میں رشتہ طیبہ وخبیثہ ونقیض دن ورات ایک دوسرے کا عدو اور بغض اوس وخزرج جیسا قرار دیتا ہے یہ صورت حال مطالعہ تاریخ کے طالب علموں کیلئے باعث حیرت بنی ہے اور وہ تاریخ اسلام کے مورخین کو تاریخ نویسی میں خیانت کار گردانتے ہیں۔اس سے زیادہ خطرناک صورت حال یہ ہے کہ وہ خاندانی ثقافت سے آزاد ہونے کی

بات کرنے کے باوجود دین کی تفسیر دوبارہ خاندانی بنیاد پر کرتے ہیں۔

ا۔اقتدار اسلامی کو خاندان میں محصور کرنے کے لئے بہت سی تمسکات کو بروئے کار لایا گیا ہے بطور مثال:

۲۔نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ خلافت قریش میں ہوگی۔

۳۔خلافت خاندان اہل بیت میں رہے گی۔جیسا کہ بہت سے فاطمین وعلوین نے ایک قسم کا حرج ومرج کر رکھا ہے یہاں تک کہ جس حرج ومرج کیوجہ سے ہمارے اس ملک میں بہت سی خواتین نعمت ازدواج سے محروم ہوگئی ہیں۔

حب شہوات، مال و دولت، اولاد فخر و مباہت اور اقتدار انسان کو جادہ مستقیم سے منحرف کرتے ہیں۔

انسان کی حیوان سے تمیز قوت تفکر سے کی جاتی ہے دنیا میں موجود ملل ونحل، دین دار وملحد، ادیان وفرق، جاہل و عاقل و عالم سب کا دعویٰ ہے وہ اپنے موضوع میں مفکر و مدبر ہیں اور اپنے کام کو فکر و تدبر سے انجام دیتے ہیں لیکن حقیقت و واقعیت ومشاہدہ میں آتا ہے کہ اکثر و بیشتر جادہ حق وحقیقت سے ضال وگمراہ ہیں۔ان کی عقل نے انھیں ساحل حقیقت تک پہنچانے سے پہلے ہی خیر باد کہہ دیا ہے۔اگر وہ عقل کی بات مانتے تو وہ ان کی رہنمائی کرتی۔یہیں سے ظہور فرق اور افکار باطلہ وضالہ وجود میں آئے جو غیر عقلی وغیر منطقی احکامات وافعال انجام دیتے ہیں جس سے انسانی معاشرے کو تضاد تصادم تناقص اور جنگوں میں دھکیل دیا گیا ہے۔دین سے جہالت ونادانی انسان کو ضلالت پر گامزن کرتی ہے۔انسان کے پاس دو قسم کی ضلالت ہے ایک ضلالت نادانی اور ایک ضلالت عمدی یعنی ایک جانتے بوجھتے ہوئے اپنائی جانے والی ضلالت ہے۔دور ضالۃ سے ہماری مراد خلافت راشدہ کے اختتام کے بعد سے آنے والے دو تین حکمرانوں کے علاوہ تمام حکمران مراد ہیں۔ان میں خوارج بنی امیہ، فاطمیہ، عباسیہ بعض علویین سے لے کر آج کل کے وہ سیکولر حکمران شامل ہیں جنہوں نے اسلام کے نام سے حکمرانی کی ہے۔۶۵۶ھ تک کے دور میں فاسق وفاجر حکمران بھی امیر المومنین کے نام سے متعارف ہوئے ہیں۔انھوں نے کبھی کبھار حسن ظاہری کا بھی مظاہرہ کیا۔انہوں نے اقتدار پر آنے کیلئے جو شعار اٹھائے اور حکومت میں آنے کے بعد جو اعمال اور کارنامے انجام دیئے، وہ قرآن و سنت نبی کریمؐ کی رو سے ضلالت پر مبنی تھے۔

علماء ومفکرین نے ضلالت وگمراہی کے عوامل کو عامل واحد سے استناد کیا اور دنیا کی ہر چیز کو ایک نظریہ کی طرف پلٹا کر اسی سے دیگر نتائج کو برآمد کیا ہے یہ ہر چیز کی اسی سے تفسیر کرتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر تحقیق کرتے ہیں

اسی سے علاج و معالجہ اور غیبی خبر گوئیاں پیشین گوئیاں کرتے ہیں، ان میں سرفہرست یہ افکار ہیں:

ا۔بعض نے دنیا کی گردش کو عامل اقتصادی کی طرف پلٹایا ہے اس فکر کے بانی مبتکر اور مخترع کارل مارکس تھے اور ان کے بعد ان کے پیروکاروں نے اس کو اٹھایا ہے۔

۲۔غریزہ جنسی ہے جسے فرید وجدی نے اٹھایا ہے۔

۳۔محیط و ماحول جغرافیائی ہے یعنی ایک منطقہ و علاقہ کی سوچ دوسرے مناطق کی سوچ سے آب و ہوا کی وجہ سے مختلف ہے۔ درحقیقت ان کے پاس واحد عامل جغرافیہ ہی ہے۔

۴۔جہالت، جس سے مراد ہم نے پہلے بھی بیان کیا ایک جہالت وہ ہے کہ میں نہیں جانتا میں ناواقف ہوں مجھے جاننا چاہیے اس کو علماء نے جہل بسیط کہا ہے اس قسم کے جاہل لوگوں کی چنداں مذمت نہیں وہ کسی نہ کسی دن اس جہالت سے نکلیں گے لیکن جس جہالت سے انسان کو خطرہ ہے اور اسے تکامل جادہ مستقیم سے روکتی ہے اور اسے ضلالت و گمراہی پر گامزن کرتی ہے وہ جہل مرکب یا جہل عنادی ہے جسے قرآن کریم نے جاہلیت اولیٰ کہا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں آیات ملاحظہ ہوں ﴿الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ (آیت ۱۰۴)' ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (بقرہ ۱۱ سے ۱۳) تک ملاحظہ کریں۔

۵۔باعث ضلالت افکار میں ایک اتباع ہوائے نفس یعنی خواہشات نفسانی کا اتباع ہے۔ ایک انسان کی تمام تر توجہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے پر مرکوز ہے یہ ایسا طاقت و قدرت مند سیلاب ہے جس سے کوئی بچ نہیں سکتا اور یہ تمام موازین و مقولیں سے حق و حقیقت کو بہا دیتا ہے جب تک اسے روکا نہ جائے چنانچہ اس کی مذمت میں قرآن میں کثیر آیات آئی ہیں ﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ (جاثیہ ۲۳) اس سلسلہ میں حضرت علی کا فرمان ہے:

انما بدء الفتن اهواء تتبع' واحکام تبتدع' یخالف فیها کتاب الله و یتولی علیها رجال رجالا' علی غیر دین الله' فلو ان الباطل خلص من مزاج الحق لم یخف علی المرتادین' ولو ان

الحق خلص من لبس الباطل انقطعت عنه السن المعاندین' ولکن یوخذ من ھذا ضغث ومن ھذا ضغث فیمزجان! فھنالک یستولی الشیطان علی اولیائه وینجو الذین سبقت لھم من الله حسنیٰ.

"فتنوں کی ابتداء خواہشات سے ہوتی ہے جن کی اتباع کی جاتی ہے اوران جدید ترین احکام سے ہوتی ہے جو گھڑ لئے جاتے ہیں جو سراسر کتاب اللہ کے خلاف ہوتے ہیں اس میں کچھ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ ہوجاتے ہیں اور وہ اللہ کے دین سے الگ ہوجاتے ہیں کہ اگر باطل حق کی آمیزش سے الگ رہتا تو حق طلبگاروں پر مخفی نہ ہوسکتا اور اگر حق باطل کی ملاوٹ سے الگ رہتا تو دشمنوں کی زبانیں نہ کھل سکتیں لیکن ایک حصہ اس میں سے لیا جاتا ہے اور ایک اُس میں سے پھر دونوں کو ملا دیا جاتا ہے اور ایسے ہی مواقع پر شیطان اپنے ساتھیوں پر مسلط ہوجاتا ہے اور صرف وہ لوگ نجات حاصل کرپاتے ہیں جن کیلئے پروردگار کی طرف سے نیکی پہلے ہی پہنچ جاتی ہے۔" (خطبہ ۵۰)

﴿ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴾ "اب اگر وہ تمہارا یہ مطالبہ پورا نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ دراصل یہ اپنی خواہشات کے پیرو ہیں، اوراس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو الٰہی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہشات کی پیروی کرے؟ اللہ ایسے ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں بخشتا" (قصص ۵۰) جب ایک انسان خواہشات کا پیروکار ہو تو وہ اللہ کے راستہ سے گمراہ ہے ایسی صورت میں کوئی علم دین ومنطق اسے اس ضلالت وگمراہی سے نہیں نکال سکتا ان کے بارے میں آیت ہے اولئک الذین طبع الله علی قلوبھم حضرت علی فرماتے ہیں عقل کی دشمن ہوس ہے۔ بہت سے عقول ہوس کے اسیر ہیں یہ انسان کی عقل کو معطل ومفلوج کرتی ہے۔

۶۔ ضلالت کے اسباب میں سے ایک اصرار بر گناہ ہے۔ جب انسان یکے بعد دیگر گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے محرمات میں گرائش پیدا کرتا ہے اور معصیت سے آلودہ ہوتا ہے اور خواہشات کی منزل میں سکونت اختیار کرتا ہے تو وہ ہمیشہ ضلالت کے مسکونیات میں ہی قیام کرے گا ﴿ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴾ "کہا تم اور تمہارے آباؤ اجداد کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے" (انبیاء ۵۴) ﴿ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴾ "یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اوراس سے پہلے کے لوگ؟ ہم نے ان کو اسی بنا پر تباہ

کیا کہ وہ مجرم ہو گئے تھے"(دخان ۳۷)۔﴿كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ﴾"آلِ فرعون اوران سے پہلے کی قوموں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا وہ اسی ضابطہ کے مطابق تھا۔انہوں نے اپنے ربّ کی آیات کو جھٹلایا تب ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں ہلاک کیااور آلِ فرعون کو غرق کر دیا۔یہ سب ظالم لوگ تھے"(انفال ۵۴)﴿وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ﴾"تم کھلے گناہوں سے بھی بچواور چھپے گناہوں سے بھی، جولوگ گناہ کا اکتساب کرتے ہیں وہ اپنی اس کمائی کا بدلہ پا کر رہیں گے"(انعام ۱۲۰)

۷۔اللہ سے غافل ہونا یعنی حکم اللہ سے فراموشی ونسیان کی عادت انسان کو ضلالت کی طرف لے جاتی ہے﴿لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾"اس چیز کی طرف سے تو غفلت میں تھا، ہم نے وہ پردہ ہٹا دیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھا اور آج تیری نگاہ خوب تیز ہے"(ق آیت ۲۲)۔غفلت سے مراد فطور نفس ہے جیسے کہتے ہیں نفس فاطر ست ہو گیا۔وہ اپنی غرض و غایت خلقت اور کمال کی توجہ سے ہٹ گیا۔غافلین کے بارے میں آیا ہے﴿يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ﴾"لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ خود ہی غافل ہیں"(روم آیت ۷)﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾"پھر یہ ان کا اپنے عہد کو توڑ ڈالنا تھا جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان کے دل سخت کر دیئے۔اب ان کا حال یہ ہے کہ الفاظ کا الٹ پھیر کر کے بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں، جو تعلیم انہیں دی گئی تھی اس کا بڑا حصہ بھول چکے ہیں، اور آئے دن تمہیں ان کی کسی نہ کسی خیانت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ان میں سے بہت کم لوگ اس عیب سے بچے ہوئے ہیں۔ (پس جب یہ اس حال کو پہنچ چکے ہیں تو جو شرارتیں بھی یہ کریں وہ ان سے عین متوقع ہیں) لہٰذا انہیں معاف کرو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کرتے رہو، اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کی روش رکھتے ہیں"(مائدہ ۱۳)۔

۸۔ضلالت کی ایک شاہراہ مادی زندگی میں اسراف وتبذیر ہے۔اسراف وتبذیر اور عیش ونوش انسان کو گمراہی کے

راستہ پر گامزن کرتا ہے اور پورے معاشرے کو تہہ و بالا کر کے طبقات میں تقسیم کرتا ہے ایک دوسرے میں نفرت و حقارت اور کینہ و بغض کا بیج بوتا ہے اور پوری قوم کو گمراہی و ضلالت میں دھکیل کر آخر میں انھیں بربادی کی طرف لے جاتا ہے۔صراط مستقیم سے دور رکھنے کے عوامل میں سے ایک اسراف ہے﴿ وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴾''اس موقع پر آل فرعون میں سے ایک مومن شخص، جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، بول اٹھا: کیا تم ایک شخص کو صرف اس بنا پر قتل کر دو گے کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے؟ حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس بینات لے آیا۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ خود اسی پر پلٹ پڑے گا لیکن اگر وہ سچا ہے تو جن ہولناک نتائج کا وہ تم کو خوف دلاتا ہے ان میں سے کچھ تو تم پر ضرور ہی آجائیں گے۔ اللہ کسی شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا اور کذاب ہو''(غافر ۲۸)۔

نبی کریمؐ سے مروی ہے جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ اتنی جلد کیوں بوڑھے ہوئے تو آپ نے جواب میں فرمایا﴿ فستقم کما امرت ﴾ جبکہ ضلالت ترک طریق مستقیم ہے۔قرآن میں ضلالت کی کبھی کفار کی طرف نسبت دی گئی ہے اور کبھی انبیاء کی طرف لیکن ان دونوں ضلالتوں میں بہت فاصلہ ہے پیغمبرؐ کے بارے میں آیا ہے﴿ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى ﴾(ضحیٰ ۷) ﴿ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴾''گھر کے لوگ بولے "اللہ کی قسم آپ ابھی تک اپنے اسی پرانے خبط میں پڑے ہوئے ہیں''(یوسف ۹۵) اور﴿ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَى أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴾''یہ قصہ یوں شروع ہوتا ہے کہ اس کے بھائیوں نے آپس میں کہا "یہ یوسف (علیہ السلام) اور اس کا بھائی، دونوں ہمارے والد کو ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم ایک پورا جتھا ہیں، سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ابا جان بالکل ہی بہک گئے ہیں''(یوسف ۸) میں بھی بیان ہوا ہے،موسیٰ کے بارے میں﴿ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ﴾''موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا'' اس وقت وہ کام میں نے نادانستگی میں کر دیا تھا''(شعراء ۲۰) میں بیان ہوا ہے ضلالت ایک دفعہ علوم نظری میں ہوتی ہے ایک دفعہ اللہ کی معرفت و وحدانیت میں ہوتی ہے ایک دفعہ نبوت کے بارے میں ہوتی ہے اور ایک دفعہ اللہ رسول

ملائکہ اور آخرت سے انحراف کے حوالے سے ہوتی ہے جسے ضلال بعید کہتے ہیں ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ وَمَن يَكْفُرْ بِاللهِ وَمَلائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلالًا بَعِيدًا ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے۔ جس نے اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت سے کفر کیا وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا'' (نساء ۱۳۶) اللہ کے راستہ سے انحراف کو ضلال بعید کہتے ہیں ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلالًا بَعِيدًا ﴾ ''جو لوگ اس کو ماننے سے خود انکار کرتے ہیں اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں وہ یقیناً گمراہی میں حق سے بہت دور نکل گئے ہیں'' (نساء ۱۶۷) ﴿ أَفْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ بَلِ الَّذِينَ لا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلالِ الْبَعِيدِ ﴾ ''نہ معلوم یہ شخص اللہ کے نام سے جھوٹ گھڑتا ہے یا اسے جنون لاحق ہے'' نہیں، بلکہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں اور وہی بری طرح بہکے ہوئے ہیں'' (سباء ۸)

۹۔ خون و گوشت یعنی خاندان محرک و گردش دہندہ حرکت بشری ہے۔ قومیت میں کس حد تک طاقت و توانائی مخزون ہے۔ کیا عصر قدیم سے عصر جدید تک تاریخ اسی کا نام ہے۔ اجناس قوی ہمیشہ اجناس ضعیف پر غالب آتی ہیں ضعیف بوسیدہ ہو جاتا ہے مر جاتا ہے ختم ہو جاتا ہے لیکن جو چیز باقی رہتی ہے وہ قوی ہے۔ اس فکر کے حامی یہود ہیں وہ خود کو شعب اللہ کہتے اور غیر یہود کو ابید یعنی حیوانات مملوک گردانتے ہیں اس لئے دیگر قوموں کے ساتھ وہ جو بھی سلوک روا رکھیں، اسے جائز جانتے ہیں۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے انھوں نے دیگر قوموں کے ساتھ کیا سلوک و رویہ اپنایا ہے۔ انہوں نے قسم قسم کے ظلم کئے ہیں اس کی ایک مثال ہٹلر ہے جو جنسیت قوی کا قائد ہے اس کا کہنا ہے جرمنی جنس قوی ہے اس لئے عالم میں حاکمیت انہی کیلئے مخصوص ہے یہی مستحق قیادت بشری ہیں۔ اس فکر کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اس نے کتنی جنگیں لڑیں اور کتنے انسانوں کو ظلم کی چکی میں پیسا لیکن دنیا جانتی ہے اس کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا اور وہ خود ٹکڑوں میں تقسیم ہوا اور دنیا میں ہی ذلیل ہوا۔ یہیں سے دنیا تقسیم ہوئی اور آج تک تقسیم در تقسیم کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ فکر انتہائی

زہر آلود اور کینسر آور ہے جس نے قدیم زمانے سے بشریت کو نگلا ہے لہذا بعض نے کہا ہے قومیت ایک دو دھاری تلوار ہے۔

سابق زمانہ میں رومی اور فارسی یہی سوچ رکھتے تھے۔ اسی طرح عرب عشائر و قبائل تقسیم در تقسیم خاندان پرستی اور خاندان گرائی میں مستغرق تھے لیکن جب اسلام آیا قرآن نازل ہوا اس نے کسی قوم علاقے جنس اور خون و قبیلے کے حوالے سے خطاب نہیں کیا بلکہ یاایھا الناس سے خطاب کیا۔ اسلام کو قوم عشائر و قبائل میں محدود کرنا اسلام کو زندہ در گور کرنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح پیغمبرؐ نے حجت الوداع کے موقعہ پر فرمایا میں اس فکر کو اپنے پاؤں کے نیچے روند رہا ہوں یہ پھر دوبارہ زندہ نہیں ہوگی لیکن نبی کریم کی وفات کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اس فکر نے دوبارہ سر اٹھایا۔ ایک گروہ نے قریش کو اٹھایا جبکہ اسلام تنہا قریش کیلئے نہیں آیا حتی تمام عرب کیلئے بھی نہیں بلکہ تمام ناس کیلئے آیا ہے پھر قریش سے بھی محدود ہو کر بنی ہاشم کو اٹھایا اور پھر اس سے بھی محدود کر کے اہل بیت نبی اور پھر اس میں سے بھی علوی پھر حسنی و حسینی میں جھگڑا برپا کیا گیا لیکن تاریخ نے ثابت کیا یہ قیادت کرنے کی بجائے خود تتر بتر ہو گئے اور اقتدار صرف طاقت و قدرت رکھنے والوں نے ہی حاصل کیا اس سے ثابت ہوا طاقت و قدرت ہی حق دار حکومت ہے۔ قومیت ایک شجرہ منحوسہ و خبیثہ ہے جو اسلام اس کو دبانے اور دفنانے کیلئے ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی قومیت کا نعرہ اٹھائے اور قومیت کی بنیاد پر اسلام کو چلانے کی کوشش کرے تو اسے اسلام کے مقابل دیوار کہیں گے۔

قبائل و عشائر گرائی قرآن و سنت سے متصادم فکر ہے:

کسی خاندان کو کسی اور خاندان پر اعزاز و برتری دینا آیات قرآن کریم اور سنت و سیرت محمدؐ میں ایک مسترد کردہ چیز ہے جبکہ خاندان کو پس پشت ڈال کر ایمان باللہ، ایمان بہ رسالت محمدؐ اور ایمان بہ آخرت کو معیار و صلہ ارتباط بنانا حکم قرآن کریم اور سنت و سیرت نبی کریمؐ ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ ''لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ سب

کچھ جاننے والا اور باخبر ہے' سورہ حجرات کی آیت ۱۳ میں واضح انداز میں فرمایا کہ یہ خاندان کسی کام کا نہیں یہ صرف معاملات طے کرنے اور لین دین اور آپس میں تعاون و تراحم کیلئے ہے یہ اللہ کے پاس کسی فضیلت کا حامل نہیں جو کچھ فضیلت ہے وہ تقویٰ الٰہی کو حاصل ہے انسان کی دنیاوی زندگی ایک لمحہ کی زندگی ہے دائمی زندگی آخرت کی زندگی ہے مومنون آیت ۱۰۱ میں اللہ فرماتا ہے ﴿ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴾ جب قیامت برپا ہوگی تو وہاں نسب کارآمد نہیں ہوگا اور جس طرح یہاں پوچھتے ہیں کہ آپ کس خاندان سے ہیں وہاں کوئی کسی سے یہ سوال نہیں کرے گا کیونکہ وہاں معاملات ختم ہو چکے ہوں گے ایک دوسرے پر تراحم کی ضرورت نہیں ہوگی اور رحمت رب میں سب لطف اندوز ہونگے وہاں کسی اور رحمت کی ضرورت نہیں، وہاں معاملات نہیں عقوبات نہیں اور وہاں جھگڑا و فساد نہیں ہوگا وہاں رسمی عدالت نہیں ہوگی اللہ فرماتا ہے فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ. چنانچہ سنت و سیرت نبیؐ میں مدینہ پہنچنے کے بعد مہاجرین قریش اور انصار کے درمیان اخوت و ایثار اس بات کے روشن صفحات ہیں آپ نے جنگ موتہ میں قیادت لشکر جعفر سے پہلے زید حارثہ کو دی خاندان بنی ہاشم کی لڑکی کو زید حارثہ کے عقد میں دیا، فتح مکہ کے موقعہ پر اور حجت الوداع میں اپنی سواری کے پیچھے اسامہ کو سوار کیا۔ اپنے آخری ایام میں قریش کی سربرآوردہ اور معزز شخصیات کی قیادت اسامہ کے ہاتھ میں دی۔ یہی وجہ تھی کہ مستضعف و محروم طبقات اس رسالت میں فوج در فوج داخل ہوئے۔

یہی وجہ ہے خلفاء راشدین نے خلافت کو ایک خاندان میں نہیں رکھا بلکہ دوسرے خاندانوں میں منتقل کیا اور کسی نے اس پر انگلی نہیں اٹھائی یہاں تک کہ حضرت عمر نے کہا اگر صہیب رومی ہوتے تو ہم قیادت انہیں دیتے۔ امام حسین، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر وغیرہ نے خلافت راشدہ کی اس روشن تاریخ کیوجہ سے معاویہ سے کہا خلافت کو سیرت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر متعین کریں لیکن خلافت راشدہ کا خاتمہ ہونے کے ساتھ ہی دفنائے گئے خاندانی اعزاز کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور خاندانی محاذ آرائی کی جنگ کو نمائش میں رکھنے کیلئے داحس وغبراء کی یاد کو تازہ کیا گیا۔ اس کے خلاف بولنے والا کوئی نہیں رہا چنانچہ ایک نے آکر قریش کو اٹھایا، دوسرے نے بنی ہاشم کو اٹھایا' تیسرے نے فاطمیوں کو اٹھایا تو چوتھے نے آکر بنی امیہ کو اٹھایا اس طرح بعض خاندانوں کے اندر خاندان بنائے گئے، سفیانی کو پیچھے کر کے مروانی کو آگے لائے، مروانی کو پیچھے کیا تو عبدالملک کی نسل کو آگے لائے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد

العزیز کی خلافت کے موقعہ پر ہشام بن حکم نے کہا خلافت کو عبد الملک کی نسل سے باہر نہیں جانا چاہیے۔

خاندان عباس نے علوین پر وہ مظالم ڈھائے جس کا مرثیہ آج تک علوین پڑھ رہے ہیں عباسین نے بھی خلافت کو اپنے خاندان سے نکال کر اپنے گھر کی نسل میں چلایا چنانچہ ہر اولاد کو اس کا ولی عھد بنایا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کو پیچھے چھوڑنے کے ایسے ہی ثمرات ونتائج ہوتے ہیں کاش امت مسلمہ اس فریاد پیغمبر اکرمؐ کو یاد رکھتی جس میں آپ نے فرمایا میری اس امت نے قرآن کو پیچھے کیا ہے۔ ہر میدان میں جہاں انہیں قرآن کی طرف رجوع کرنا تھا وہاں قرآن کو پیچھے چھوڑا گیا۔

لہٰذا بعض افراد بنی امیہ کو اس منصب کیلئے لائق وسزاوار گردانے کیلئے ان کے خاندان کو بنی ہاشم کے ردیف میں قرار دیتے ہیں اور دونوں خاندانوں کو محترم قرار دیتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ دونوں محترم کیسے بن سکتے ہیں کیا اسلام میں ابولہب کا کوئی احترام واعزاز ہے کیا خاندان بنی ہاشم سے الحادی راہ پر جانے والوں کی کوئی عزت ہے، کیا عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ جعفر ملحد اور جعفر کذاب کی کوئی عزت ہے۔ کیا اہل بیت سے وابستہ ہونے کی بنیاد پر آج کے ملحد اور فاسق و فاجر حکمران لائق تقدیم اور واجب الاحترام ہیں۔ جب یہ تقدس بنی ہاشم میں نہیں تو بنی امیہ میں کہاں سے آیا؟ دین اسلام میں اقتدار کو خاندان سے جوڑنا چاہے اسے اہل بیت سے یا قریش کے امویوں یا عباسیوں یا فاطمیوں سے جوڑا جائے یہ سب در حقیقت اسلام کو گرانے کے مترادف ہے اور یہ حکم قرآن سنت وسیرت نبیؐ سے متصادم عمل ہے۔

صراط مستقیم قرآن اور محمدؐ ہیں اس لئے ان کے علاوہ کسی بھی ہستی کو صراط مستقیم نہیں ٹھہرایا جا سکتا کیونکہ ان دو کے علاوہ کسی کے بارے میں اللہ نے ضمانت نہیں دی ہے۔ ضالین سے ہماری مراد ہر وہ شخص یا گروہ ہے جس نے خود کو یا اپنے خاندان کو ہی اس منصب کا حقدار گردانا اور عوام الناس کو جذبات میں لاکر ہنگامہ آرائی کر کے اقتدار پر قابض ہوا یا اس کی کوشش کی اور قابض نہیں ہو سکا۔ ضالین اپنی کثرت عددی کے باعث اعداد وشمار میں نہیں آتے تا ہم یہاں ہم بعض گروہوں کا ذکر کریں گے۔

۱۔ ضالہ خوارجیہ

۲۔ ضالہ زبیریہ۔

۳۔ضالہ مختاریہ۔

۴۔ضالہ ہاشمیہ۔

۵۔ضالہ سفیانی ۔

۶۔ضالہ مروانیہ۔

۷۔ضالہ فاطمیہ۔

۸۔ضالہ عباسیہ۔

۹۔ضالہ آل بویہ۔

۱۔دو رضالہ خوارجیہ:

ضالہ خوارجیہ:

عمودِ اسلام کو منہدم کرنے والا پہلا حزب، مسلمانوں میں قرآن و سنت محمدؐ سے مرکب آئین کو معطل اور مفلوج کرنے ،خلیفہ برحق مسلمین کو گھٹنوں کے بل بٹھانے والا، مسلمانوں میں ہرج و مرج قائم کرنے والا اور مسلمانوں کے آئین حیات کو لنگڑا بنانے والا گروہ ،گروہ خوارج ہے۔حقیقت میں فکر خوارج ،فکر نفاق قدیم و سبائیہ جدید کا نیا چہرہ ہے۔نفاق کا صحیح ترجمہ کفر و ایمان یا حق و باطل کو امتزاج کرنے کا نام ہے۔اس عمل کا ابتکار پہلے ابلیس نے کیا تھا جہاں اس نے بیک وقت اللہ کی الوہیت کا اعتراف کرنے کے ساتھ ہی تمرد ٗعصیان طغیان کو بھی اپنایا ہے۔ابلیس اور گروہ ابلیس کی شناخت میں ہے وہ وقت و حالات اور افراد کو دیکھ کر اپنی شکل و صورت ٗشعار ٗتعارف اور شناخت بدلتے رہتے ہیں۔خوارج اسی تسلسل کا نیا چہرہ ہے۔تاریخ کو ہر پہلو سے دیکھنے کے بعد فیصلہ کرنے والے تجزیہ نگار خوارج کے بارے میں لکھی گئی کتابوں سے مطمئن نہیں کیونکہ انہوں نے ایک طرف سے بھرپور انداز میں خوارج کی مذمت و قدح کی یعنی انہیں باغی و طاغی قرار دیا تو دوسری طرف سے ان کے جرم و جنایت کے درجہ حرارت کو کم کر کے کبھی انہیں وقت کے زاہد ٗعابد ٗقاری قرآن تہجد گزار عبادت گزار ٗکبھی سادہ ٗکبھی علمی اور کبھی ان کی فکر کو وقت کے حکمرانوں کے ظلم و زیادتی اور نا روا کاروائیوں کا ردعمل گردانا ہے۔

یہ فکر بھی فکر خوارج کا ثمر ہو سکتی ہے۔اگر مورخ خوارج کے بارے میں صحیح نتیجہ پر پہنچنا چاہیں تو انھیں چاہیے وہ دیکھیں کہ خوارج نے کن حالات میں'کس گروہ کی طرف سے'کس پرچم کے تلے جنم پایا ہے۔انھوں نے کہاں پرورش پائی،اور ان کا تسلسل کیسا رہا ہے۔ان سے شقاق و شگاف ہونے والے بیس سے زائد فرق کے متضاد و متصادم عقائد و افکار و احکام کو لیا جائے تو شخص بصیر آسان طریقہ سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ خوارج ایک سرمایہ فکری ہے یہ ایک شیئر کمپنی ہے جس میں تمام مذہبی'سیاسی'اجتماعی فرقوں نے حصہ لیا ہے۔اس منطق کی سند یہ ہے کہ جہاں جہاں اور جس جس نے اسلام کے ایک اصول کو اٹھا کر اس سے اسلام سے متضاد فکر کو جوڑ کر کوئی نئی چیز پیش کی ہے وہ اسی فکر کی صورت ہے۔اس کی شناخت میں ہے یہ فکر امت اسلام کو تطبیق کرنے اور نفاذ اسلام سے باز رکھتی ہے روکتی ہے اور انھیں الجھنوں میں پھنساتی ہے۔اس فکر کے حامل خود کو کسی صورت میں پیش کریں،چاہے دوست دار اہل بیت یا دشمن اہل بیت سے اپنا تعارف کیوں نہ کریں وہ فکر خوارج کے چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔

خوارج کے بنیاد گزار:

خوارج کی بنیادی اینٹ رکھنے والا اور ان کا مفکر اشعث بن قیس کندی ہے اور اس کی جائے پیدائش صفین اور انھیں جنم دینے والا شکم لشکر علی ہے اس کا قائد خائن و مرتد ہے لشکر اسلام اور اس کے شکم سے بہت سے افکار ضالہ و گمراہ کنندہ قدریہ مرجیہ و جبریہ اس کے جڑواں ہیں پہلے ہم اس مولود نا خلف مسلمین کا تعارف پیش کریں گے۔

[فرق معاصر تالیف دکتور غالب بن علی عوجی ج اص ۸۹]

خوارج جمع خارج ہے خوارج کی تعریف میں علماء اعتقاد نے خوارج کی چندین اقسام کی تعریف کی ہے:

۱۔انھیں خوارج اس لئے کہتے ہیں چونکہ انہوں نے عامۃ الناس کے خلاف خروج کیا ہے۔

۲۔انہوں نے حضرت علی کے خلاف خروج کیا ہے۔

۳۔امام متفق علیہ کے خلاف خروج کرنے والے'چاہے جس جگہ اور جس زمانے میں ہوں،خوارج کہلائیں گے۔

۴۔ہر وہ شخص جو ایسے امام کے خلاف خروج کرے گا جس کی امامت و قیادت پر امت متفق ہو،وہ خوارج میں سے ہوگا۔

۵۔ابن حزم نے کہا ہے ہر وہ شخص جن کی فکر و عمل و عقیدہ خوارج کی مثل ہو، وہ جہاں کہیں ہو، جس وقت بھی ہو، وہ گروہ خوارج میں شمار ہوگا۔

۶۔وہ گروہ جس نے زمان تابعین وتبع تابعین میں خروج کیا ہو۔

تعدد اور اختلاف تعریفات خوارج کی وجہ سے انکے آغاز ظہور و بقاء کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

۱۔پہلی تعریف کے مطابق اس کے ظہور کو زمانہ نبیؐ سے مربوط کیا جاتا ہے کہ خود پیغمبرؐ کے زمانہ میں انہوں نے خروج کیا تھا۔

۲۔بعض نے حضرت عثمان کے خلاف اٹھنے والوں کو خارجی کہا ہے۔

۳۔واضح طور پر آمنے سامنے آنے والے اصحاب جمل کو خوارج کہا گیا ہے۔

۴۔صفین میں حضرت علی کے خلاف خروج کرنے والوں کو خوارج کہا ہے۔

۵۔نافع بن ازرق جس نے ۶۴ ہجری کو خروج کیا ہے بعض اس کا آغاز وہاں سے شروع کرتے ہیں۔

۶۔اگر ہم افکار و عقائد اور اعمال و سلوک خوارج کی روشنی میں دیکھیں گے تو اس کے برخلاف پائیں گے جہاں علماء نے تشریح کی ہے فرقہ خوارج صفحۂ ہستی سے مٹ گیا ہے، حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ خوارج فی زمانہ ہر جگہ موجود ہیں گرچہ وہ خوارج کے نام سے پہچانے نہیں جاتے۔

خوارج اور نظام حاکم:

دین اسلام میں حاکمیت شریعت کے بعد دوسرے درجہ پر اہم فرائض میں اقامہ حکومت ہے، خوارج حکومت کے بارے میں جمہوریت بے قید و بند کے داعی ہیں۔یعنی اسلامی سربراہ بننے کا حق ہر فرد مسلمان کو حاصل ہے چاہے جس رنگ و شکل و زبان اور علاقہ سے تعلق رکھتا ہو چاہے مجہول الحال او رمجہول والنسب انسان ہو انکی سب سے اہم شناخت بیک وقت تعدد حکمرانی ہے۔انہوں نے ابتداء میں یا بظاہر امامت خلافت میں شرط قریشی کو مسترد کیا ہے لیکن تنہا ایسا نہیں کہ انھوں نے شرط قریشی کو ہی مسترد کیا ہو بلکہ انہوں نے ہر قسم کی شرائط اہلیت و صلاحیت آشنا بہ اسلام اور عامل بہ اسلام تمام شرائط کو مسترد کر کے ایک اعلان کیا ہے جو کہ عقل و نقل سے متصادم ہے۔ان کے کہنے کے

مطابق ہر شخص سربراہ ہے۔ حضرت علی نے ان کلمات میں انکی اس فکر کو غیر عقلی قرار دیا ہے۔ "حضرت علی نے کہا حالانکہ لوگوں کے لئے حاکم ہونا ضروری ہے خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا"۔ خطبہ ۴۰ انھوں نے اُسے شعار نفاق گردانا ہے، یہ کسی عقل و منطق کے تحت درست نہیں ہے۔ چنانچہ اگر فرق خوارج اوران کی تاریخ کو دیکھیں گے تو ہر انسان اس منصب کا داعی ہوگا جہاں اسلام کے درخشاں چہرے ہوتے ہوئے انہوں نے حکومت پر قبضہ کیا ہے لہٰذا جمہوریت بذات خود ان کے اندر کے نفاق کا واضح نشان ہے۔

اشعث بن قیس: [شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ا ص ۲۹۲]

اشعث بن قیس کا اصل نام معدی کرب ہے باپ قیس بن معدی تھا۔ اس کے سر میں زخم تھا اس کا نسب قیس بن معدی کرب بن معاویہ بن معدی کرب تھا، وہ قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا تھا اس کی ماں کبشہ بنت یزید بن شرحبیل ہے۔ اشعث کے بال منتشر تھے اس وجہ سے اسے اشعث کہتے تھے۔ وہ دور جاہلیت میں جیسا کہ ابن کلبی نے جمہرۃ النسب میں نقل کیا ہے جب قیس قتل ہوا تو اشعث اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے نکلا قبیلہ کندہ نے اس کا ساتھ دیا اس کے تین ساتھی قتل ہوئے خود اشعث اسیر ہوا بعد میں تین ہزار اونٹ سے اس کا فدیہ دیا گیا۔ دوسری اسارت جس کا تذکرہ کلام امیر المومنین میں ہے جب قبیلہ کندہ کا وفد ہجرت سے پہلے حج کے لئے مکہ آیا تو پیغمبرؐ ان سے ملے جس طرح دیگر قبائل وعشائر کو پیغمبرؐ اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے ان کو بھی دعوت دی تو اس قبیلہ کندہ کے بنو ولیعہ بنی عمرو بن معاویہ نے اسلام قبول نہیں کیا۔ جب پیغمبرؐ نے ہجرت کی اور عرب وفد در وفد پیغمبرؐ کے پاس آئے اور اسلام کو قبول کیا تو ان میں ایک وفد کندہ کا تھا جس میں اشعث اور بنی ولیعہ تھے۔ انہوں نے اسلام کو قبول کیا رسول اللہؐ نے انہیں کھانا کھلایا انھیں حضرموت کے صدقات دیئے۔ حضرموت کے والی زیاد بن لبیع بیاضی انصاری نے ان کو صدقات دیئے تو اُس نے لینے سے انکار کیا کہا ہمارے پاس وسائل نہیں آپ انھیں ہمارے شہر تک پہنچا دیں۔ زیاد نے کہا ہم یہ نہیں کریں گے اس طرح ان کے درمیان اختلاف ہوا یہاں تک کہ ان کے درمیان جنگ چھڑی ایک قوم پیغمبرؐ کے پاس پہنچی تو زیاد نے ان کی شکایت کی لیکن پیغمبر نے انھیں منع کیا۔

جب جنگ ردہ ہوئی تو اس میں ان کے دیگر اسیروں میں اشعث کو اسیر کر کے حضرت ابو بکر کے پاس لایا

گیا تو حضرت ابوبکر نے ان کو معاف کیا۔لہذا مسلمان بھی ان کو لعن کرتے تھے اور کافرین بھی اور اپنی قوم کے اسیر بھی اور ان کے قوم کی عورتیں ان کو عرف النار کہتی تھیں، جس نے اپنے قبیلہ کے لئے غداری کی ہے۔چنانچہ حضرت علی نے اپنے کلام میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔(نہج البلاغہ خطبہ ۱۹)

اشعث بن قیس اور ایک مرد:

اشعث بن قیس نے کسی کے ساتھ نیکی کی تو اس نے اس کا شکریہ ادا نہیں کیا تو اشعث کو برا لگا، اشعث کو غصہ آیا اشعث نے کہا اے مرد میں نے تیرے ساتھ نیکی کی تم نے کفران نعمت کیا ہے ایسا نہیں ہوتا کہ احسان کے مقابلہ میں کفر ہو نیکی کے بدلہ میں برائی ہو۔مرد نے جواب دیا میں نے آپ کی نیکی کا انکار نہیں کیا آپ نے نیکی کو بغیر حساب رکھا ہے وہاں رکھا ہے جو شاکر نعمت نہیں ہے۔

[مفردات حضارہ ص ۱۴۷]

اشعث بن قیس بن معدی کرب الکندی یمن سے ۱۰ ہجری میں ۶۰ افراد کے ہمراہ مدینہ آیا پیغمبرؐ کے سامنے اسلام قبول کیا دوبارہ یمن گیا۔نبیؐ کی وفات کے بعد اشعث نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو والی حضر موت نے حضرت ابوبکر کو اس بارے میں آگاہ کیا تو والی نے حضر موت نے خلیفہ کے حکم پر حضر موت کا محاصرہ کیا اشعث تسلیم ہوئے اور اسے اسیر کر کے مدینہ لایا گیا۔خلیفہ سے ملاقات کے بعد انہیں آزاد کیا۔سیرہ اعلام نبلاء تالیف ذہبی ج ۲ ص ۳۸ منصور اعمش نے ابی وائل سے نقل کیا ہے انہوں نے خود اشعث سے سنا ہے انہوں نے کہا ہے کہ آل عمران ۷۷ میرے بارے میں نازل ہوئی ہے اس نے ایک شخص کے خلاف پیغمبرؐ کے پاس شکایت کی تو پیغمبرؐ نے فرمایا تمہارے پاس گواہ ہے تو کہا نہیں تو کہا قسم کھاؤ گے تو اس نے کہا ہاں کھاؤں گا تو اس نے جھوٹی قسم کھائی پیغمبرؐ نے فرمایا جو شخص جھوٹی قسم کھائے گا اللہ اس سے ناراض ہوگا آپؐ نے اس سے پوچھا تمہارا کوئی بیٹا ہے تو کہنے لگا وہ ابھی چھوٹا ہے۔پھر اشعث چندین جنگوں میں شریک ہوا معرکہ یرموک میں ان کی ایک آنکھ گئی قادسیہ جلو نہاوند میں شرکت کی حضرت عثمان کے زمانہ میں آذربائیجان کے والی ہوئے پھر حضرت علی کے ساتھ صفین گئے اور قبیلہ کندہ کا پرچم ان کے ہاتھ میں تھا اور آخر میں کوفہ میں وفات پائی۔ان کا بیٹا محمد بن اشعث بھی امراء میں سے تھا محمد بن اشعث نے مسلم بن

عقیل کو گرفتار کر کے عبید اللہ کے سپرد کیا یہ کربلا میں لشکر عمر سعد کا قائد تھا۔ محمد بن اشعث کا بیٹا عبد الرحمٰن بن محمد اشعث جس نے حجاج بن یوسف کے خلاف جنگ لڑی اور آخر میں اس نے شکست کھائی۔

مسعر بن فزاری کی تمیمی زید بن حصین طائی نے حضرت علی سے کہا قوم ہمیں کتاب اللہ کی طرف دعوت دے رہی ہے جبکہ تم ہمیں تلوار کی طرف دعوت دیتے ہو حضرت نے فرمایا میں جانتا ہوں قرآن میں کیا ہے تم لوگ جاؤ اور جنگ کرو، تم لوگ ادھر جا رہے ہو جو کہتے ہیں خدا اور اس کا رسول جھوٹ بولتا ہے، ایک طرف سے تم کہتے ہو خدا اور رسول سچ بولتا ہے۔ مگر ان لوگوں نے کہا مالک اشتر کو میدان جنگ سے واپس بلاؤ اگر نہیں بلاؤ گے تو تمہارے ساتھ وہی کریں گے جو عثمان کے ساتھ کیا تھا یہاں سے پتہ چلتا ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے خوارج منافقین کا نیا چہرہ ہے یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے عثمانؓ کا محاصرہ کیا تھا، آج انہوں نے اس عمل سے حضرت علی کو ڈرایا ہے علی مجبور ہوئے اور اشتر کو واپس بلایا۔ علی اس وقت مجبور ہوئے جب قوم پیچھے ہٹ گئی اور آپ کے ساتھ صرف محدود تعداد رہ گئی۔

تحکیم:

حضرت علی کی حکومت کو تحکیم کے ذریعے جب آپ میدان جنگ میں فتح کے قریب تھے اسے لقمہ حنصل بنایا گیا اس کا نقشہ کس نے کھینچا، کس طرح حضرت علی سے اسے قبول کروایا اور کیا کیا شرائط علی پر ٹھونسیں اور بعد میں حکمین نے علی کو گرانے کا کیسا فیصلہ سنایا اور آخر میں معاویہ کی حکومت کو مستقل کرنے پر اسکا خاتمہ ہوا۔ ان تمام ابعاد و حدود کو بحث میں لانے کی ضرورت ہے۔ پہلے مرحلہ میں تحکیم کا تعارف ہے، تحکیم جیسا کہ کتاب التحکیم فی شریعت اسلامیہ والنظم الوضعیہ تالیف مسعد عواد ھمدان برقانی جہنی ص ۳۱ پر لکھتے ہیں: لغت میں تحکیم کا معنی ہے آپ کسی سے کہیں کہ وہ حکم کرے، فیصلہ کرے جہاں اس کا حکم نافذ ہو۔ شریعت اسلامی میں یہ چیز اختلاف زوجین سے شروع ہوتی ہوئی خاندانی، علاقائی عشائری، قبائلی نزاعات تک سرایت کرتی ہے، جہاں کسی شخص کو حکم کرنے کا اختیار سونپتے ہیں جس شخص کو فیصلہ کرنے کیلئے سونپا ہوا اس کو حکم اور اس عمل کو تحکیم کہتے ہیں۔ اصطلاح فقہاء میں ہے کہ دو متنازع شخص کسی کو حاکم بناتے ہیں جو ان دونوں میں فیصلہ کریں۔ وہ فیصلہ حکم قاضی کی حیثیت رکھتا ہے۔ تحکیم کا حکم نافذ ہے اس کی سند ﴿عَلِيًّا كَبِيرًا وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ

بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴾ ''اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو، وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے'' ۔اس کے لئے سورہ نساء کی آیت ۳۵ سے استناد کرتے ہیں۔

جنگ صفین کے دوران اچانک عمرو بن عاص کی تجویز پر ایک گروہ نے قرآن کو نیزہ پر بلند کر کے لشکر علی سے مخاطب ہو کر کہا ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب فیصلہ کرے گی' یہ اعلان ہوتا تھا فوراً علی کا لشکر تین حصوں میں بٹ گیا۔ایک حصہ جو اس لشکر کا اکثریتی گروہ تھا اس کی قیادت اشعث بن قیس کندی کر رہا تھا اُس نے بغیر کسی چوں و چرا کے بغیر کسی صلاح و مشورہ کے غیر مشروط طور پر اس فیصلے کو قبول کیا۔دوسرا گروہ حضرت علی کا حامی و شیدائی گروہ تھا انہوں نے اس تجویز کو دھوکا و فریب قرار دے کر مسترد کیا، تیسرا گروہ وہ تھا جنہوں نے یہ حق علی پر چھوڑا یہاں سے حضرت علی اپنے لشکر میں سے دو تہائی سے زائد لشکر کھو چکے تھے۔اس حالت میں حضرت علی کے لئے کوئی چارہ نہیں تھا وہ اس تجویز کو مثل حنظل کی گولی یا اس سے زیادہ تلخ شربت کا گھونٹ سمجھ کر پی لیں۔

دوسرے مرحلہ میں اس فیصلہ کو قرآن و سنت کے مطابق کرانے کیلئے' قرآنی فیصلہ کرنے کیلئے حکم کے طور پر معاویہ کی طرف سے اتفاق سے عمرو بن عاص منتخب ہوا اور جب اہل عراق کی طرف سے اختلاف سامنے آیا کہ اس کیلئے کس کو منتخب کریں تو حضرت علی اور ان کے حامیوں کا کہنا تھا اس کیلئے ابن عباس کو یا مالک اشتر نخعی کو منتخب کریں لیکن اشعث وغیرہ کا اصرار تھا وہ ابو موسیٰ اشعری کو نامزد کریں۔

تیسرا مرحلہ جہاں حضرت علی کی طرف سے اس تجویز کو قبول کروایا اور حکم کیلئے ابو موسیٰ منتخب ہوئے ،جب فیصلہ سنایا گیا تو فوراً علی کے لشکر میں ٹوٹ پھوٹ شروع ہو گئی اور اہل شام پر حملہ شروع کر دیا گیا، اندرون لشکر اختلاف آیا کہ یہ فیصلہ غلط ہوا ہے حضرت علی نے یہ فیصلہ کر کے ایک بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے یہ غوغا چلتے چلتے اس لشکر نے کوفہ میں داخل ہونے سے انکار کیا کوفہ سے پہلے انہوں نے خیمے نصب کئے اور دوبارہ معاویہ سے جنگ لڑنے کیلئے حضرت علی پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔

چوتھا مرحلہ مقررہ وقت میں عمرو بن عاص ابو موسیٰ اشعری دونوں دومۃ الجندل میں جمع ہوئے دونوں نے

خلوت میں صلاح ومشورہ کیا کہ کیا فیصلہ سنانا ہے اور دونوں نے طے کیا ہم ان دونوں کو اس منصب سے ہٹائیں اور یہ مسئلہ دوبارہ امت کی طرف پلٹائیں کہ وہ نئے سرے سے نئے خلیفہ کا انتخاب کریں ۔اس کے بعد اجتماع میں آ کر ابو موسیٰ اشعری نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہم طویل صلاح ومشورہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ امت کی مصلحت اس میں ہے کہ ان دونوں کو خلافت سے دور کریں اور امت نئے سرے سے نئے خلیفہ کا انتخاب کرے لہٰذا میں اپنی گردن سے علی کی بیعت کو اتارتا ہوں یہ حق دوبارہ امت کو واپس کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ منبر سے اترے ،عمرو عاص منبر پر گیا اور اپنے خطاب میں ابو موسیٰ اشعری کی تعریف کے بعد کہا جس طرح ابو موسیٰ اشعری نے علی کو خلافت سے معزول کیا ہے ہم اس خلافت کے لئے معاویہ کو انتخاب کرتے ہیں ۔یہیں سے معاویہ کا پلہ بھاری ہوا اور علی کے لئے شکست در شکست کا باب کھل گیا۔

ا۔آیا حکم تعین کرنے کا اختیار خلیفہ شرعی مسلمین کو حاصل تھا یا اس کے خائن ومرتد قائد لشکر کو تھا آیا مرضی اہل عراق شرط تھی یا اہل شام ۔

۲۔آیا حکمین کو دونوں فریقین کو حکومت سے ہٹانا چاہیے تھا یا انہیں یہ فیصلہ کرنا چاہئے تھا کہ دونوں میں کون قصوروار اور کون حق بجانب تھا۔

۳۔آیا حضرت علی کو امت نے انتخاب کیا تھا یا ابو موسیٰ اشعری نے تا کہ وہ ان کو عزل کریں ۔

۴۔آیا ابو موسیٰ اشعری اس سے پہلے حضرت علی کے بارے میں نیک سوچ رکھتے تھے یا بری۔

آئیں ہم دیکھیں حکم انتخاب کرنے کا حق علی کو حاصل تھا یا اشعث کندی کو دوسرے مرحلے میں یہ دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو اشعث نے انتخاب کیا تھا وہ حضرت علی کے مخالف تھے یا حضرت علی کے حامی اور جن دو کو اس کے لئے منتخب کیا گیا ہے وہ حضرت علی کے بارے میں کیا فکر وسوچ رکھتے ہیں یہ دونوں حضرت علی کے بارے میں غیر جانب دار تھے یا حضرت علی کے مخالفین میں سے تھے۔

سب سے پہلے لاحکم الااللہ کا نعرہ بلند کرنے والا عروۃ بن حدیر ہے بعض نے کہا زید بن عاصم محاربی ہے یہ ان کا امیر تھا اس کے بعد انہوں نے عبداللہ بن وہب راسبی کی بیعت کی ان کی شناخت یہ تھی کہ سر کے اطراف میں بال کاٹ کر بیچ میں لکیر کی طرح بال رکھتے تھے ۔انہوں نے حضرت علی، حضرت عثمان، اصحاب جمل وصفین ،حکمین اور

ان پر راضی ہونے والے سب کو کافر قرار دیا اور لعن کو ہر اطاعت پر مقدم رکھا' اور لعن کو بنیادی شرط جواز نکاح بنایا تھا چھوٹے گناہ کرنے والے کو کافر گردانا امام پر خروج کرنا واجب گردانا۔ معجم فرق اسلامی تالیف شریف یحییٰ ص ۱۱۲ پر لکھتے ہیں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا میرے بعد میری امت میں ایک ایسی قوم ہوگی جن کی تلاوت ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گی وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ شر یر خلق اللہ ہیں۔

ہم پہلے خوارج کے طول تسلسل کے بارے میں دیکھتے ہیں:

ا۔ یہ واضح ہے خوارج کی فکر کا آغاز اس گروہ سے ہوا ہے جو اشعث بن قیس کی قیادت کی چھتری میں رہنے والے تھے۔

۲۔ ہم سب' جنگ سے دستبردار ہونے جنگ میں توقف کرنے اور قرآن کے فیصلہ کو تسلیم کرنے پر متفق ہو جائیں۔ یقیناً یہ فکر اس گروہ کی حمایت میں جائے گی جو میدان جنگ میں شکست سے دوچار ہو رہا ہے' یہ فکر نہ علی کے حق میں تھی نہ اسلام کے حق میں یہ فکر معاویہ کے حق میں تھی۔

۳۔ انہوں نے اس فکر کو ایک تجویز کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ اس فکر کو اپنی طرف سے ایک عوامی شور شرابے کے طور پر علی کی گردن میں لٹکایا اگر علی اسے نہ مانتے تو اس وقت حضرت علی کا انجام کیا ہوتا وہ تحلیل طلب ہے بلکہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں علی کو ایک مہار کے ذریعے کھینچ لیا اور بولنے نہیں دیا۔

۴۔ حضرت علی کے تسلیم ہونے کے بعد وہیں پر انہوں نے حضرت علی کی خلافت سے معزولی کا حکم صادر کیا اور ساتھ ہی فیصلے کے غلط ہونے کا پرچار کیا۔

۵۔ سربراہ مملکت ہی کو حکم بنانے اور خاص کر کے جنگ و صلح کے فیصلہ کا حق ہے۔ ہمیشہ قائد اور قائد کے نزدیک ترین مشیروں کی صوابدید و اتفاق پر حکم تعین ہوتا ہے لیکن یہاں حکم کا تعین اسلام سے مرتد ہونے والے سزا یافتہ قائد اور لشکر کے سپاہیوں نے کیا جس میں اشعث نے خود کو غیر جانب دار دکھایا ہے۔

۶۔ حکم اس لئے نہیں بنایا تھا کہ دونوں طرف کو معزول کرے، اس کو یہ اختیار حاصل نہیں۔ انہوں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ خلاف مقرررات و خلاف اختیارات کیا گیا ہے۔

۷۔ جس ابوموسیٰ اشعری کا انھوں نے انتخاب کیا ہے ہم نہیں کہتے ہیں وہ صحابی نہیں تھے وہ فاسق و فاجر تھے، ہم یہ نہیں

کہتے وہ سادہ، بزدل اور غیر سمجھدار انسان تھے، وہ خلفاء کی طرف سے امیر رہے ہیں میدان جنگ میں سپہ سالار رہے تھے لیکن کہتے ہیں یہ شخص حضرت علی کے مخالف تھے وہ حضرت علی کے اقدامات کو ناجائز سمجھتا تھا تو ایسا شخص حضرت علی کی طرف سے کیسے حکم ہوگا کہ جس کی نظر میں علی پہلے سے ہی غلط ہو، کیا وہ فیصلہ کرے گا کہ علی حق پر تھا وہ جو کہتا تھا کہ علی کی جنگ صفین و جمل غلط ہے، کیا وہی شخص ابھی کہے گا کہ علی حق پر ہے کیا قاضی وہ ہوسکتا ہے جس کو حالات سے آگاہی نہ ہو کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔

۸۔ انہوں نے جو حکم صادر کیا کہ حضرت علی اور عثمان کافر ہو گئے ہیں' عثمان اپنی زندگی کے دوسرے دور میں اور علی تحکیم کے ذریعے کافر ہوئے ہیں، بتائیں یہ کس آیت اور سنت کے تحت حضرت علی اور حضرت عثمان کو کافر ٹھہرایا گیا ہے۔

۹۔ انہوں نے کہا حکومت صرف اللہ کرتا ہے' لوگوں کو حکومت کرنے کا حق نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جہاں بھی کفر و شرک کی حکومت ہے وہ اللہ کی حکومت ہوگی کیونکہ ان کی فکر کے تحت مومنین کو حکومت کرنے کا حق نہیں ہے، اس طرح مسلمان کسی بھی وقت اقامہ حکومت کے مجاز نہیں ہونگے۔

۱۰۔ مسلمانوں کے درمیان جھگڑے میں ایک حق پر ہوتا ہے اور ایک باطل پر یا ایک حق سے قریب ہوتا ہے اور ایک باطل سے قریب ہوتا ہے ایسا نہیں ہوتا ہے وہ آپس میں لڑائی کرنے والے دونوں مسلمان گروہوں کو بیک وقت واجب القتل ہوں اور بیک وقت دونوں سے جنگ کو واجب سمجھتے ہیں، چنانچہ انہوں نے بیک وقت معاویہ کو بھی واجب القتل اور حضرت علی کو بھی واجب القتل گردانا ہے۔ اب میدان میں علی و معاویہ اور خوارج ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق جب علی و معاویہ دونوں کی حکومتوں اور ان کی جانوں کو ختم کردیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حکومت تیسرے گروہ یعنی خوارج یا کفار و مشرکین کے ہاتھ آجائے گی گویا وہ اسلام کو زمین گیر کر کے کفر و شرک کے لئے ماحول کو ساز گار کر رہے ہیں یا ان کی نشو و نما کر رہے ہیں۔

ابوموسیٰ اشعری: [مفردات حضارۃ اسلامی ص ۱۰۵]

اعلام زرکلی ج ۴ ص ۱۱۴ عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حزار بن حرب کنیت ابوموسیٰ قبیلہ بنی اشعر سے ہیں عرب قحطان سے تعلق رکھتے ہیں۔ عبداللہ بن قیس کنیت ابوموسیٰ اشعری' یمن کے شہر زبید میں پیدا ہوئے مکہ میں آکر

اسلام لانے کے بعد دوبارہ یمن گئے اور حبش سے ہجرت کرنے والوں کی واپسی کے موقعہ پر ابوموسیٰ بھی اسی وقت یمن سے مدینہ پہنچے لہذا بعض کا اشتباہ ہے کہ یہ ہجرت کرنے والوں میں ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔وہ سابقین اسلام میں سے تھے وہ یمن کے شہر زبید میں پیدا ہوئے ابتدائی دنوں میں مکہ آئے مسلمان ہوئے پھر پیغمبرؐ نے ان کو زبید اور عدن میں والی بنایا حضرت عمر بن خطاب نے ان کو ۱۷ ہجری کو بصرہ کا والی بنایا اس دوران انہوں نے اصفہان واہواز کو فتح کیا جب حضرت عثمان خلیفہ منتخب ہوئے تو ان کو برقرار رکھا پھر ان کو عزل کیا پھر یہ کوفہ منتقل ہوئے اہل کوفہ نے حضرت عثمان سے کہا ان کو والی بنائیں پھر وہ کوفہ میں والی بنے ۔حضرت عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی نے ان کو برقرار رکھا جنگ جمل میں حضرت علی نے جب اہل کوفہ کو اپنی مدد کیلیے بلایا تو ابوموسیٰ اشعری نے اس فتنہ سے باز رہنے کی ہدایت کی تو حضرت علی نے ان کو عزل کیا جب تحکیم کا وقت آیا وہ حکم منتخب ہوئے تو عمرو بن عاص نے ان کو دھوکہ دیا تو ابوموسیٰ واپس کوفہ آئے اور کوفہ میں وفات پائی وہ تلاوت قرآن میں صوت حسن رکھتے تھے ان کا جسم نازک اور چھوٹے قد کا تھا ۔کتب حدیث میں انہیں سید فوارس کہتے ہیں،ان سے ۳۵۵ حدیث نقل ہوئی ہیں۔

معاویہ نے ابوموسیٰ کو خط لکھا عمرو عاص نے میری بیعت کی اللہ کی قسم اگر تم بھی بیعت کروگے تو میں تمہارے بیٹوں میں سے ایک کو کوفہ میں اور ایک کو بصرہ میں والی بناؤں گا کبھی تمہارے لئے دروازہ بند نہیں کروں گا کوئی حاجت روا کئے بغیر نہیں چھوڑوں گا،تو ابوموسیٰ نے لکھا تم نے میرے لئے اس امت کے لیے برے کام کیے ہیں میں اللہ کے سامنے کیا کہوں گا،ابوموسیٰ کہتے ہیں جب معاویہ بنا تو ہم ان کے پاس آئے تو کبھی دروازہ بند نہیں کیا۔ابوموسیٰ صوام وقوام تھے،زاہد و عابد تھے علم و جہاد کے مالک تھے۔

ابوموسیٰ اشعری نے جمل کے موقعہ پر اہل کوفہ سے خطاب کرکے کہا لا یحل لکم سل السیف لا مع علی ولا مع طلحه ولزمو بیوتکم وکسر سیوفکم لا تعطینکم و انتم فی منزلکم بالکوفه اهل بصره مع طلحه و تاتینکم نحو اهل مدینه والحجاز فیجتمع علیکم سیفان من امامک و من خلفکم فتکون ذلک داحیة الکبریٰ جب اس خطاب کی خبر حضرت علی کو ملی تو حضرت نے ان کو خط لکھا۔من عبد الله علی امیرالمومنین الی عبد الله بن قیس.

اما بعد .فقد بلغنیعنل قول هو لک وعلیک‘فاذا قدم رسولی علیک فارفع ذیلک واشدد

مئزرک، واخرجک من جحرکو اندب من معک فان حققت فانفذوان تفشلت فابعد! وایم الله لتوتین من حیث انت، ولا تترک حتیٰ یخلط زبدک بخاثرک وذائبک بجامدک وحتیٰ تعجل عن قعدتک، وتحذر من امامک کحذرک من خلفک، وما ھي بالھوینی التي ترجو، ولکنھا الداھیة الکبریٰ، یرکب جملھا و یذلل صعبھا ویسھل جبلھا۔ فاعقلکو املک امرک وخذ نصیبک و حظک۔

فان کرھت فتنح الیٰ غیر رحب ولا في نجاة فبالحری لتکفین وانت نائم حتیٰ لا یقال این فلان؟ والله انه لحق مع محق، وما ابالي ما صنع الملحدون والسلام۔

''اللہ کے بندو، امیر المومنین حضرت علی کا خط عبداللہ بن قیس کے نام!

امابعد! مجھے ایک ایسے کلام کی خبر ملی ہے جو تمہارے حق میں بھی ہوسکتا ہے اور تمہارے خلاف بھی۔ لہٰذا اب مناسب یہی ہے کہ میرے قاصد کے پہنچتے ہی دامن سمیٹ لو اور کمر کس لو اور فوراً بل سے باہر نکل آؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی بلا لو اس کے بعد حق ثابت ہو جائے تو کھڑے ہو جاؤ اور کمزوری دکھلاتا ہے تو میری نظروں سے دور رہو جاؤ اللہ کی قسم تم جہاں ہو گے گھیر لئے جاؤ گے اور چھوڑے نہیں جاؤ گے یہاں تک کہ دودھ مکھن کے ساتھ اور پگھلا ہو منجمد کے ساتھ مخلوط ہو جائے اور تمہیں اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہ ہوگا اور سامنے سے اس طرح ڈرو گے جس طرح اپنے پیچھے سے ڈرتے ہو۔ اور یہ کام اس قدر آسان نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو یہ ایک مصیبت کبریٰ ہے جس کے اونٹ پر بہر حال سوار ہونا پڑے گا اور اس کی دشواریوں کو ہموار کرنا پڑے گا اور اس کے پہاڑ کو سر کرنا پڑے گا لہٰذا ہوش کے ناخن لو اور حالات پر قابو رکھو اور اپنا حصہ حاصل کرلو اور اگر یہ بات پسند نہیں ہے تو ادھر چلے جاؤ جدھر نہ کوئی آؤ بھگت ہے اور نہ چھٹکارے کی صورت اور اب مناسب یہی ہے کہ تمہیں بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا جائے کہ سوتے رہو اور کوئی یہ بھی دریافت نہ کرے کہ فلاں شخص کدھر چلا گیا اللہ کی قسم یہ حق پرست کا واقعی اقدام ہے اور مجھے بے دینوں کے اعمال کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ والسلام۔'' (مکتوب نمبر ٦٣)

آپ کوفہ میں حضرت عثمان کے بعد حضرت علی کی طرف سے بھی والی رہے کہ آپ نے لوگوں کو بصرہ جانے سے روکے رکھا تھا اس منطق کے تحت کہ آپ مسلمان کے خون میں ہاتھ رنگین کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، حضرت علی

نے آپ کومعزول کیا چنانچہ آپ علی اور حسنین سے کٹ کر رہے۔

ا۔آیا حکم بننے والے کو اپنے غیر جانب دار ہونے کو ثابت نہیں کرنا چاہیے جبکہ آپ حضرت علی کے موقف کے خلاف تھے۔

۲۔آیا آپ نے اپنے فیصلے کو کسی دلیل و برہان سے استناد کیا یا بادل نخواستہ کیا تھا۔

ابوموسیٰ اشعری کے بارے میں متضاد تعارف بھی پیش کیا جاتا ہے:

چنانچہ بعض شیعہ انھیں بے وقوف اور بے عقل گردانتے ہیں۔ان کے بارے میں وہ کیوں ایسی تفسیر و توجیہ کرتے ہیں اس پر بحث طوالت کا باعث ہوگی چنانچہ ہم ان کی شخصیت کو نبی کریمؐ سے لے کر خلفاء کے دور تک مناصب حکومتی پر فائز رہنے کے علاوہ میدان فتح وفتوح کے شہسوار کو بھی نظر میں لانے کے بعد ایسی تفسیر کرنے سے گریز کرتے ہیں بعض ان کو حسن قرأت قرآن رکھنے والے اور فقیہ گردانتے ہیں لیکن ہم حضرت علی کے ساتھ انکے اس مکر و طرز عمل کہ انھوں نے اس منصب کو کیوں قبول کیا اور کس منطق کے تحت ایسا فیصلہ دیا کے بارے میں قارئین کے اذہان کو متحرک کرنا چاہیں گے:

جب آپ کو عمرو عاص نے دھوکہ دیا تو اس صورت میں اپنا موقف حضرت علی کے خلاف پیش کرنے کے بعد اس امت میں چار گروہ بنے:

ا۔جنہوں نے آپ کے انتخاب کو شرعی تسلیم کیا لہذا آپ کو واجب الطاعت گردانا۔

۲۔دوسرا گروہ وہ ہے جنہوں نے عدم تعاون اور عدم تزاحم کے راستہ کو انتخاب کیا۔

۳۔مزاحمت ومقابلہ کی راہ کو انتخاب کیا۔

۴۔ابوموسیٰ اشعری کا موقف ہے جو ان تینوں کے درمیان کا ہے۔دیکھنا چاہیے کہ اس کی قرآن و سنت میں کیا سند ہے۔کیا انھوں نے حضرت علی کے حق میں کوئی اقدام کیا یا حضرت علی سے معذرت کی اور کیا آپ بعد میں معاویہ سے بھی الگ رہے یا ان کے دربار میں تشریف لے گئے۔

[نہج البلاغہ کتب نمبر ۶۳ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۷ ص ۲۴۶]

ابوموسیٰ اشعری نے اہل کوفہ سے کہا حضرت علی امام ہادی ہیں ان کی بیعت صحیح ہے لیکن ان کے ساتھ اہل قبلہ سے جنگ

کرنا جائز نہیں ہے اس پر حضرت نے ان کو ایک خط لکھا۔

کتاب تجارب امم مسکوئی رازی ج اص ۳۵۸ صفین میں حکم کیلئے اہل شام نے عمرو عاص اور اہل عراق کی طرف سے اشعث کی قیادت میں موجود لشکر نے ابوموسیٰ اشعری کا انتخاب کیا۔حضرت علی ان کے انتخاب پر راضی نہیں ہوئے لیکن ان کا اصرار تھا انہی کو ہی حکم بنائیں۔حضرت نے فرمایا تم نے اصل تحکیم کو قبول نہ کرنے میں میری مخالفت کی ہے مجھے مجبور کیا ہے کہ تحکیم قبول کروں، اب اس دفعہ میری مخالفت نہیں کرو میں نہیں چاہتا ہوں کہ اسے حاکم بناؤں ،ابوموسیٰ اشعری کو میرے اوپر مت ٹھونسو میں اسے نہیں بناؤں گا تو اشعث بن قیس بن حسن طائی اور مسکر بن فدکی نے کہا ہم ان کے علاوہ کسی اور پہ راضی نہیں ہیں' ہم اسی میں پھنس گئے جس سے ہم ڈرتے تھے تو حضرت علی نے فرمایا مجھے ان پر اعتماد نہیں وہ مجھ سے الگ ہوئے ہیں اور لوگوں کو مجھ سے اس نے دور کیا ہے اور پھر مجھ سے فرار ہو گئے ہیں پھر میں نے ان کو چند مہینے کے بعد امن دیا ہے لیکن اس کی جگہ ابن عباس کو منتخب کرتے ہیں تو انہوں نے کہا نہیں ہم آپ اور ابن عباس میں کوئی فرق نہیں دیکھتے' دونوں ایک جیسے ہیں ہم ایسے شخص کو چاہتے ہیں جو آپ اور معاویہ دونوں کیلئے برابر ہو لیکن یہ نہیں کہا کہ عمرو بن عاص بھی دونوں کیلئے برابر ہیں۔

حضرت علی نے فرمایا اگر ایسا ہے تو میں اشتر کو بناؤں گا تو اشعث نے کہا اس آگ کو اشتر کے علاوہ اور کس نے روشن کیا ہے مگر ہم حکم اشتر کے حق میں نہیں ہیں حضرت نے فرمایا اس کا کیا قصور ہے وہ ہمیں ایک دوسرے کو تلوار سے مارتا ہے حضرت نے فرمایا تم ابوموسیٰ کے علاوہ کسی اور کو انتخاب نہیں کر سکتے تو انھوں نے کہا نہیں اس کے علاوہ کوئی قبول نہیں تو حضرت نے فرمایا جو کچھ تم چاہتے ہو کرو پھر انہوں نے ایک آدمی کو ابوموسیٰ اشعری کو لانے کیلئے بھیجا جو صفین میں نہیں تھا اور میدان جنگ سے علیحدہ تھا یہ شخص خود شام میں بیٹھتا تھا۔اس وقت اشتر نے حضرت علی کے پاس آ کر کہا آپ اس پست شخص کے سامنے خاضع ہوئے خود کو اس سے باندھا ہے اگر یہ عمرو بن عاص کے ساتھ آیا تو اللہ کی قسم میں اس کو قتل کروں گا احنف بن قیس آیا اور اس نے آ کر کہا یا امیر المومنین آپ نے خود کو زمین پر گرایا اس کو بنایا جس نے اللہ اور رسول کے خلاف جنگ کی ہے' میں اسے اچھے طریقہ سے جانتا ہوں۔لوگوں نے انکار کیا سوائے ابو موسیٰ کے تو حضرت نے فرمایا اگر تم ابوموسیٰ کے علاوہ کسی اور کو قبول نہیں کرتے تو اس کے پیچھے نگرانی کرنے کیلئے کچھ افراد لگا دو جب ابوموسیٰ کو خط لکھا جس پر امیر المومنین نے فیصلہ کیا ہے تو عمرو بن عاص نے کہا نہیں حضرت علی کے نام

کے ساتھ امیر المومنین نہ لکھو یہ تمہارا امیر ہے یہ ہمارا امیر نہیں ہے، احنف نے کہا امیر المومنین کے نام کو نہیں مٹانا اگر نام کو مٹائیں گے تو یہ نام واپس نہیں آئے گا۔

حضرت علی دن بھر اس سے انکار کرتے رہے آخر میں اشعث کے اصرار پر حضرت کا نام مٹایا گیا تو حضرت علی نے فرمایا ایک سنت دوسری سنت کے مقابلہ میں اور ایک مثال دوسری کے مقابل میں ہے، میں حدیبیہ کے دن پیغمبرؐ کا خط لکھ رہا تھا انہوں نے کہا اگر ہم آپ کو رسول مانتے تو آپ سے جنگ نہیں کرتے آپ رسول اللہ کو مٹا دیں تو پیغمبرؐ نے فرمایا مٹا دیں عمرو بن عاص نے کہا آپ نے اس کو کفار سے تشبیہ دی ہم مومنین میں سے ہیں حضرت نے فرمایا اے فرزند نابغہ تم ہمیشہ فاسقین کے ولی تھے اور مومنین کے دشمن تھے۔

سیرہ اعلام نبلاء ج ۲ ص ۴۹۴ پر ابن عباس سے نقل ہے میں نے حکمین کے دن حضرت علی سے کہا اشعری کو حکم نہ بنائیں اگر بنائیں گے تو مجھے اس کے ساتھ رکھیں اس کے ساتھ ایک تجربہ کار اور ہوشمند شخص ہونا چاہیے مجھے اس کے ساتھ ملا دو وہ کوئی گرہ لگائے گا تو میں اس کو کھولوں گا تو حضرت نے فرمایا ابن عباس میں کیا کروں میرے ہی اصحاب ان کو لائے ہیں، ان کی نیت خراب ہوئی ہے انہوں نے موسیٰ اشعری کو بنایا ہے تو ہم نے دیکھا علی مظلوم ومعذور رہیں۔ معاویہ نے عمرو کو حکم بنایا احنف نے علی سے کہا ابن عباس کو بنائیں وہ تجربہ کار ہیں لیکن خوارج نے ابن عباس کو بنانے سے انکار کیا تو ابن عباس نے علی سے کہا کیوں ابا موسیٰ کو بناتے ہو آپ جانتے ہیں وہ ہمارے بارے میں کیا تاثرات رکھتا ہے انھوں نے ہماری مدد نہیں کی اب ہم مشکل میں پہنچے تو مداخلت کر رہے ہیں۔ ابن عباس نے کہا اگر مجھے نہیں رکھتے تو احنف بن قیس کو رکھو یہ تجربہ کار ہے وہ عمر کے برابر ہے حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن خوارج نے پھر انکار کیا۔ حضرت نے ابو موسیٰ سے کہا حق پر مبنی فیصلہ کرنا اگرچہ میری گردن مارنا ہی کیوں نہ ہو حق کا فیصلہ کرو۔

[شرح ابن ابی الحدید ج ۷ ص ۲۴۷]

قتل حضرت علی ابن ابی طالب:- [کتاب علی ابن ابی طالب: تالیف محمد رضا صفحہ ۲۰۵]

۳۹ھ میں معاویہ نے حضرت علی کی خلافت کے زیر اثر علاقوں پر بارہ غارات اور حملے کیے ہیں۔ ۴۰ھ

میں حضرت علی اور معاویہ کے درمیان متعدد مکاتبات و پیغامات کے تبادلہ کے بعد مذاکرات سے یہ طے پایا کہ عراق حضرت علی کے پاس ہوگا اور شام معاویہ کے پاس اور دونوں ایک دوسرے پر حملہ نہیں کریں گے۔

اس بات پر دونوں کا اتفاق ہوا جیسا کہ محمد رضا لکھتے ہیں۔

علی کے خلاف میٹنگ:-[قصص العرب ج ۳ ص ۳۹۳ شمارہ ۱۹۷]

جب حضرت علی نے نہروان والوں کو قتل کیا تو اس وقت کوفہ میں دو ہزار خوارج موجود تھے جو عبداللہ بن وہب کے ساتھ نہیں نکلے اور بعض ابی ایوب انصاری کی پناہ میں تھے، یہ لوگ جمع ہوئے اور اپنے لئے ایک امیر بنی طی سے معین کیا' یہ لوگ نخیلہ میں تھے حضرت علی نے ایک آدمی کو ان کے پاس بھیجا اور ان کو مذاکرات کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کیا پھر دوبارہ انکار کیا تو ان کے ساتھ جنگ لڑی۔ان میں سے ایک گروہ فرار ہو کر مکہ چلا گیا، تو معاویہ نے ایک آدمی کو وہاں بھیجا وہ اُن خوارج سے ملا اس کا نام بصر بن ارطات تھا جو بنی عامر بن لوی سے تعلق رکھتا تھا۔ان لوگوں نے انتخاب کیا بنی شیبہ میں سے ایک ان کو نماز پڑھائے اور امیر حج ہوتا کہ لوگوں کا حج نہ چھوٹے۔جب حج کا موسم ختم ہوا تو ان لوگوں نے سوچنا شروع کیا اور کہا علی اور معاویہ نے اس امت میں فساد کیا ہے اگر ہم ان دونوں کو قتل کریں گے تو حق اپنی جگہ پلٹ کر آئے گا۔بنی اشجاع سے ایک آدمی نے کہا عمر وان دونوں سے کم نہیں ہے بلکہ عمرو ہی اس فساد کی جڑ ہے تو عبدالرحمٰن بن ملجم نے کہا میں علی کو قتل کروں گا پوچھا کیسے قتل کرو گے تو کہا میں اس کو اچانک قتل کروں گا۔حجاج بن عبداللہ سریمی نے کہا میں معاویہ کو قتل کروں گا زازویہ مولی بنی عمیر نے کہا میں عمرو کو قتل کروں گا سب جمع ہوئے یہ تینوں ایک ہی رات میں قتل ہو جائیں وہ رات ۲۱ رمضان کی رات ہوگی۔

تین افراد بنام عبدالرحمان بن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمر بن بکر تمیمی تینوں ایک جگہ اکٹھے ہوئے مذاکرہ کیا اور حکمرانوں کی عیب جوئی کی نقد و تنقید کے بعد نہروان میں قتل ہونے والوں کیلئے دعائے مغفرت کی پھر کہا ان کے بعد ہمیں جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اس شربت کو پینے کے لئے گمراہ اماموں کے پاس جائیں اور انہیں قتل کریں اور مملکت کو ان سے نجات دلائیں اور اپنے بھائیوں کے خون کا انتقام لیں۔عبدالرحمان بن ملجم جو مصر سے تھا اس نے کہا میں علی کو قتل کروں گا۔برک بن عبداللہ نے کہا میں معاویہ کو قتل کروں گا عمر بن بکر نے کہا کہ میں عمرو

ابن العاص کو قتل کروں گا۔انھوں نے اپنی تلواروں کو زہر آلودہ کیا اور یہ طے کیا یہ عمل ۱۷ رمضان المبارک کو تینوں جگہ پر ایک وقت میں ہوگا اور یہ کہہ کر تینوں شہروں کی طرف روانہ ہوئے۔ ملجم مرادی بنی کندہ سے تعلق رکھتا تھا وہ کوفہ میں آکر بنی کندہ سے ملا انھوں نے پوچھا کیسے آئے ہو تو اس نے انہیں اپنے مقصد سے آگاہ نہ کیا کہ وہ کس نیت سے یہاں آیا ہے۔اس نے قبیلہ بنو تیم الرباب کے کچھ افراد کو دیکھا تھا جو نہروان میں شامل تھے اور ان کے دس افراد اس جنگ میں قتل ہوئے تھے۔وہ ان کے پاس گیا اور ان کو تعزیت وتسلیت دی اور خاص کر اس قبیلے کی ایک عورت کو جس کا نام قطام بن شجنہ تھا اس کے بھائی اور باپ نہروان میں قتل ہوئے تھے،وہ حسن و جمال کی مالک اور بہت خوبصورت عورت تھی۔ابن ملجم اس کا گرویدہ وفریفتہ ہو گیا اور اپنے مقصد کو بھول گیا کہ وہ کس مقصد کے لئے آیا تھا۔یہاں تک اس نے اس عورت سے منگنی کی تو اس نے کہا میں اس وقت تک تمہارے عقد میں نہیں آوں گی جب تک میرے دل کو تسلی نہیں ہو جاتی۔اس نے پوچھا کہ تمہارے دل کو تسلی کیسے ہوگی اس نے کہا وہ تین چیزیں ہیں۔۱) تین ہزار درہم ۲) ایک غلام یا کنیز ۳)علی کا قتل۔

ملجم مرادی نے کہا یہ دو چیزیں تو تمہارا مہر ہیں لیکن یہ تیسری چیز یعنی علی کا قتل یہ ایک ناممکن کام ہے جو تو مجھ سے طلب کر رہی ہے۔اس پر قطام نے کہا یہ میری پہلی شرط ہے تم یہ کام کرو گے تو تم اور میں عیش کی زندگی گزاریں گے ان کا قتل ہم دونوں کے لئے سعادت ہے۔جب منطق اس جگہ پر پہنچی تو اس نے کہا میں آیا ہی اس کام کے لئے تھا۔تو قطام نے کہا میں تمہاری پشت پناہی کروں گی اور تمہاری مدد و معاونت کروں گی تو اس نے بنی تیم کے ایک شخص بنام وردان کو بلایا اور ایک اور شخص جو بڑا بہادر تھا اس کو بلایا جس کا نام شبیب بن بجرہ تھا۔اس شخص سے کہا کیا تم دنیا و آخرت دونوں میں سعادت چاہتے ہو تو کہا وہ کیسے تو اس نے کہا علی ابن ابی طالب کے قتل سے۔تو اس نے کہا تمہاری ماں تم پر روئے یہ کیسے ممکن ہے تو اس نے کہا میں مسجد میں چھپ کر بیٹھوں گا اور وہ نماز کیلئے آئیں گے تو ان پر وار کروں گا اگر اس سے میری جان چھوٹ گئی تو میں نے انتقام لے لیا۔اگر میں مارا گیا تو یہ میرے لیے دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔ابن ملجم کے نزدیک علی کا قتل قرب الٰہی کا موجب تھا۔

شبیب نے کہا علی کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو آسان ہوتا تم جانتے ہو علی سابق الایمان اور پیغمبرؐ کے ہاں مقام کے حامل ہیں ان کے قتل سے امن قائم نہیں رہے گا۔ابن ملجم نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ علی نے نہروان میں ہمارے

صالحین کوقتل کیا ہےاور ہم ان کوان کے انتقام میں قتل کررہے ہیں۔اس نے اس بات کوقبول کیااوردونوں مسجد میں قطام کے پاس گئے جو کہ مسجد میں اعتکاف میں بیٹھی ہوئی تھی۔اس کوخبردی تو اس نے کہاجب فیصلہ کرلوتو میرے پاس آنا ابن ملجم شب جمعہ ۴۰ھ کو اس کے پاس آیا اور کہا کہ یہ آخری رات ہے۔میں نے اپنے ساتھیوں کووعدہ دیا تھا کہ ہرایک قتل کرے گا اس شخص کوجس کااس نے وعدہ کیا ہے۔اس کے بعدوہ حریر لایااوراس کوسرپرباندھااور تلوار تیز کرنے کے بعد مسجد کے دروازے پر بیٹھا جہاں سے حضرت علی نکلتے تھے۔جب حضرت علی نکلے توشبیب نے تلوار کاوارکیا جوکہ دروازے کولگااس کے بعد ابن ملجم نے وارکیا جوحضرت علی کے سرپرلگا۔اس دوران وردان بھاگ گیا اورایک گھرمیں داخل ہواوہاں اس کے اپنے خاندان کاایک آدمی آیا جب وہ سینے سے حریر کواتاررہاتھاتواس نے پوچھا یہ حریراورتلوارکیوں ہے تواس نے اس کوجوکچھ ہوا،اس کی خبردی تواس پر وہ اندرگیااوراپنی تلوارلایااوروردان کوقتل کیا۔ شبیب دروازہ کندی سے نکلاتو لوگوں نے اس کودیکھا اس کے ہاتھ میں تلوارتھی قبیلہ حضرموت کے ایک آدمی بنام عویمر نے اس کے ہاتھ سے تلوارچھین لی اوراس کے سینے پربیٹھ گیاتولوگوں کے شورشرابے کودیکھ کرڈرگیااوراس کوقتل نہیں کیااوروہ فرارہوگیا۔لوگ ابن ملجم پرٹوٹ پڑے بنی ہمدان کے ایک شخص ابارمانے اسے پکڑلیااس کے پاؤں پر تلوارماری اوروہ گرگیا۔یہ بھی مروی ہے کہ حضرت علی جب محراب مسجدمیں گئے تواس وقت ابن ملجم نے ان کے سرپر تلوارسے وارکیا حضرت علی محراب سے ہٹے اورجعدہ بن ھبیرہ بن ابی وھب نے لوگوں کونمازپڑھائی۔اس کے بعد حضرت علی نے کہااس شخص کولاؤجس نے مجھے ماراہے حضرت علی نے اس سے کہااے اللہ کے دشمن تم نے یہ اچھانہیں کیا۔یہ تم نے کس کے کہنے پرکیا ہے۔اس نے کہامیں اس تلوارکو۴۰ دن سے صیقل دے رہاہوں کہ اس کے ذریعے بدترین خلق کوقتل کروں۔

فکرخوارج ہردورمیں رہی ہے:

یہ ظاہری طورپرضدخوارج تھےلیکن خوارج دوشکلوں میں ظاہرہوئےایک جوصفین میں نمودارہوئےاور دوسری شکل بنی امیہ، جواس منصب پرڈنڈےاور طاقت کےذریعہ قابض ہوناچاہتے تھے،خوارج بھی ڈنڈےاور طاقت کےذریعےاقتدارچاہتے تھے،بنی امیہ ایسے چہرے کے حامل نہیں تھے کہ امت اسلام کی قیادت ورہبری کریں

لیکن انہوں نے ایک ایسا شعار اٹھایا کہ خون عثمان کے ولی ہم ہیں، لیکن یہ نہ اسلام کی رو سے ولی تھے، نہ اقتدار پر آنے کے بعد انہوں نے اس خون کا انتقام لیا اور نہ ہی کوئی فیصلہ سنایا، بلکہ اقتدار میں آنے کے بعد وہ سب کچھ بھول گئے ان کو صرف اقتدار یاد تھا۔خوارج کی اس وقت کی جنگ ہو بہو اس وقت مغرب کے سائے تلے ہمارے ہاں موجود احزاب کی جنگ جیسی ہے دونوں ایک دوسرے کا گلہ گھونٹ رہے ہیں لیکن دونوں کا مقصود مغرب کی خدمت گزاری ہے۔فکر خوارج لمحاتی تھی یا جاویدانی، افکار وعقائد باطلہ بوسیدہ کو اپنی چھتری وعباء میں چھپانے والوں کا اصرار ہے کہ یہ ایک لمحاتی فکر تھی وہ گزر گئے اور آج اس فکر کے حامی نہیں۔لیکن چشم بصارت کے ساتھ بصیرت استعمال کرنے والے جانتے ہیں کہ یہ انہی کے نیچے مثل جوان حرکت میں ہیں۔

فرزند زیاد، وزیر اور عورت:

ایک مرد نے ایک قتل کا جرم کیا ابن زیاد کی وزارت میں اس کو زندان کیا گیا تو ایک کنیز گڑگڑاتی ہوئی وزیر کے پاس آئی اور اس سے کہا اے وزیر میں آپ کو شفیع قرار دیتی ہوں میرے بچہ کو بخش دیں، یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے تو وزیر نے کہا عدالت کے لئے دل نہیں ہوتا اور حق شفعہ کو نہیں مانتا ہے کسی نے کہا ہے اے وزیر اس عورت پر رحم کرو یہ کنیز ہے بے چاری ہے۔وزیر نے کہا اگر جو چیز وہ طلب کرتی ہے حق ہے تو وہ ملنا چاہیے اگر باطل ہے تو باطل اس کو دبا دیتا ہے اس مرد نے کہا ہم رحمت چاہتے ہیں باطل کی مدد نہیں چاہتے ہیں تو ابن زیاد نے کہا تم کیسے قاتل کی ماں کے لئے رحم کی سفارش کرتے ہو اور مقتول کی ماں پر رحم نہیں کھاتے ہو۔

عقائد خوارج: [الخوارج تالیف دکتور احمد عوض ابو شباب ص ۱۸۹]

سابق علمائے فرق نے خوارج کے لئے ۲۰ فرقوں کا ذکر کیا ہے پھر ان ۲۰ سے ۵۰ فرقوں تک پہنچے ہیں، نمی دانم اب تک ان سے کتنے فرقے بن چکے ہیں۔ان سب کے متفقہ عقائد ہیں ذیل میں ان کے عقائد عامہ کو پیش کریں گے جس پر تمام فرق خوارج کا اتفاق ہے:

ا۔خوارج کا پہلا عقیدہ تکفیر حضرت علی، عثمان، ابو موسیٰ اشعری، عمرو بن عاص، اصحاب جمل اور ہر وہ جس نے حکمین کے فیصلہ کو تسلیم کیا ہے اور وہ جو گناہان کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔

۲۔امام جائر کے خلاف قیام ضروری اور ناگزیر ہے۔

۳۔خوارج انتخاب خلیفہ میں کسی خاص خاندان یا قبیلہ کے قائل نہیں اور نہ ہی خاص شرائط کے حامل شخص کے قائل ہیں۔

۴۔خوارج کے ہاں کفار و مشرکین محفوظ ہیں لیکن مسلمان نہیں ، انکے مخالف یعنی غیر خوارج جو بھی ہوں انکے نزدیک، ان کا خون اور مال و ناموس سب مباح اور حلال ہے اور ان کے ساتھ کسی قسم کی نرمی اور عفو درگزر جائز نہیں ہے۔چنانچہ ان کا سلوک نبی کریم کے صحابی جلیل قدر عبداللہ بن خباب اور ان کی اہلیہ کے ساتھ واضح ہے کہ انہیں بدترین صورت میں قتل کیا، جب کہ ان کا سلوک دیگر فرق نصرانی اہل کتاب اور خصوصا یہودیوں کی حد سے زیادہ تکریم و تجلیل کے قائل ہیں، یہ ان کے بارے میں کہتے ہیں یہ ہمارے نبی کی امانت ہیں۔چنانچہ پیغمبرؐ نے ان کے بارے میں فرمایا یہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور وہ مشرکین کو چھوڑیں گے۔چنانچہ واصل بن عطاء رئیس موسس معتزلہ کا ایک سفر میں خوارج سے سامنا ہو رہا تھا تو واصل نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم لوگ بات نہیں کرو مجھ پر چھوڑو میں انھیں جواب دوں گا خوارج نے ان سے کہا تم اور تمہارے ساتھی کس ملت کے ہیں تو انہوں نے کہا مشرکین ہیں پناہ چاہتے ہیں، اللہ کا کلام سننا چاہتے ہیں تو خوارج نے کہا ہم آپ کو پناہ دیں گے تو انھوں نے کہا آپ ہمیں احکام الٰہی سکھائیں پھر ان سے کہا آپ جہاں جانا چاہیے جائیں۔

فرق خوارج:-[تاریخ اسلام حسن ابراہیم حسن ج ا ص ۳۱۸][کتاب خوارج تالیف احمد عوض ابو شباب ص ۲۰۷، ۲۱۲]

خوارج کے بیس فرقہ ہیں اور ان فرقوں کے اندر بھی بہت سے فرقے ہیں جو اپنی تعلیمات اور حصول احکامات و نظریات میں ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔پہلے فرقے کا نام محکمہ اولی ہے، صفین میں دونوں طرف سے تحکیم کو قبول کرنے کے بعد ایک شخص بنی یشکر سے نکلے جو علی کے ساتھ تھے اس نے خود حضرت علی کے لشکر پر حملہ کیا ایک آدمی کو قتل کیا اس نے معاویہ کے لشکر پر حملہ کیا ان کا بھی ایک آدمی قتل کیا، پھر دونوں لشکروں کے درمیان کھڑا ہو کر کہا ہم ان دونوں سے برأت کا اعلان کرتے ہیں، ہم ان کے حکم کے تابع نہیں ہیں۔بنی ہمدان کے ایک آدمی نے اسے قتل کیا، اس شخص کا یہ نعرہ لاحکم الا اللہ پورے لشکر میں پھیل گیا، یہ لوگ جب بھی علی سے ملتے تو علی کے منہ پر بلند

آواز میں یہ نعرہ لگاتے، کہ حق حکومت اللہ کے سوا اور کسی اور کو نہیں ہے۔انھوں نے صرف صفین ہی نہیں بلکہ کوفہ میں بھی یہ نعرہ لگایا یہاں تک کہ حضرت علی پریشان ہو گئے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کریں،ان کی ہدایت کے لیے کیا کریں،بہر حال وہ اپنے موقف میں بدتر اور شدید تر ہو گئے یہ لوگ ایک جگہ بنام حرورا علی کے خلاف جمع ہوئے اور علی کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کیا۔اس گروہ کے سربراہ عبداللہ بن کوا،شبث بن ربیعی،عبداللہ بن وہب،عتاب بن اعور،عروہ بن حریر،یزید بن عاصم اور حرقوص بن بجلی تھے ان کے پاس ۱۲۰۰۰ جنگجو تھے،سب اہل صوم وصلوۃ تھے،یہ گروہ محبت ابوبکر وعمر اور بغض علی دونوں میں غلو رکھتے تھے۔دوسرا فرقہ ابی راشد نافع بن ازرق حرفی سے منسوب ہے،فرقہ خوارج افرادی قوت اور شجاعت کے لحاظ سے یہ فرقہ سب سے قوی فرقہ ہے یہ سب سے سخت اور تند وتیز ہیں،انھوں نے نافع بن ازرق کو امیر المومنین کہا۔تیسرا فرقہ نجداد ہے یہ نجدا بن عامر حنفی جو نافع بن ازرق سے ٹوٹنے والا ایک گروہ ہے۔چوتھا فرقہ صفریہ ہے اور پانچواں بخیثیہ ہے۔

اسی طرح ثعالبہ،عجاردہ اور اباضیہ ہیں اس طرح وہ بیس سے زائد فرقہ ہیں۔انہوں نے اپنے علاوہ دیگر تمام مسلمانوں کو کافر گردانا ہے اور ان کو اعراب قبل از اسلام گردانا ہے اور ان سے کہا یا مسلمان ہو جاؤ یا تلوار سے قتل ہونے کے لئے تیار رہو جب کہ ان کا نقطہ نظر غیر مسلمین اور دیگر ادیان والوں کے ساتھ رفق و مدارت کا تھا، بلکہ اس سے زائد یہ ان کے مدافع و مددگار بنے ہوئے تھے۔خوارج یہود ونصاریٰ کے مدافع اور مسلمانوں کے قاتل بنے۔اس تشدد اور تسلط تلوار کے سایہ میں انہوں نے سنہ ۱۴۰ھ میں جلواسہ میں ایک حکومت قائم کی جو بنی مدرار نے قائم کی۔ دوسری حکومت جو بنو رستم جو اباضیہ کے تحت ۱۶۲ھ میں طاہر میں چلائی۔ان کو حروریہ بھی کہتے ہیں یہ نواصب ہیں۔ انہوں نے کہا ہمیں حضرت علی اور معاویہ میں اشتباہ ہے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر لہٰذا ہم دونوں سے برات و تبراء کرتے ہیں۔حروریہ میں مشہور عمران بن حتان سدوسی ہے جس نے عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی کی قتل علی پر تعریف کی ہے اس پر وہ خوف زدہ ہو کر چھپتے چھپتے روپوشی میں مر گیا۔ان کو مبیضہ بھی کہتے ہیں ان کے جھنڈے سفید تھے یہ مومنین میں خوف وہراس پھیلانے والے ایک قسم کے غالی تھے۔

ا۔ازارقہ: اس کا سربراہ نافع بن ازرق ہے،یہ ان کا سب سے بڑا گروہ ہے اور سب سے طاقت ور فرقہ ہے اس نے حضرت علی کو اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے۔اس نے حکم دیا ہے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے علاوہ

کسی کو بھی اجابت نہ کریں کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھیں ان کی مذبوحات کو نہ کھائیں ان سے ازدواج نہ کریں' ازارقہ کے نزدیک اپنے علاوہ دیگر تمام مسلمان، کفار، عرب، وطن پرست ایک ہیں اور دوسرے علاقے دار حرب ہیں۔ ان کو اور ان کے بچوں کو اور ان کی عورتوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ ان کا عقیدہ ہے دوسروں کے بچے مشرک ہیں وہ جہنمی ہیں۔ اس سوچ کے حامل افراد کے بارے میں ہر شخص اس وقت یہ درک کرسکتا ہے کہ کسی مسلمان پابند صوم وصلوٰۃ کو کافر گردا ننا یہ منطق' منطق ازارقہ ہے۔ وہ لوگ جو ان کے خلاف ہیں اگر وہ ان کے پاس آجائیں تو وہ ان سے امتحان لیتے اور ان کو ایک قیدی دیتے تھے اور کہتے تھے اس کو قتل کرو اور اگر اس نے قتل کیا تو اس کو سچا قرار دیتے اور اگر نہ کیا تو اس کو کافر قرار دیتے تھے ساتھ ہی ہر گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر گردانتے تھے۔

۲۔ نجدیہ: یہ نجدہ بن عامر حرفی کے پیروکار ہیں۔ ان کی تعلیمات یہ ہیں مجتہد سے اجتہاد کرنے کے بعد خطاء ہو جائے تو وہ معذور ہے دین کے دو حصے ہیں معرفت اللہ اور معرفت رسول ؐمسلمانوں کا خون حرام ہے' ان کا مال غصب ہے جو کچھ اللہ کی طرف سے ہے اس کا اعتراف واجب ہے عام لوگ معزور ہیں جب تک ان پر حجت تمام نہ ہو جائے اگر کسی کا اجتہاد کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال گردانے تو وہ معذور ہے۔

۳۔ بحیثیہ: یہ اصحاب ابی بحیث بن جابر ہیں ان کا کہنا ہے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا جب تک وہ معرفت اللہ معرفت رسولؐ اور معرفت ماجاء بہ النبی کا اعتراف نہ کرے پھر اولیاء اللہ سے ولایت کا اقرار نہ کرلے۔

۴۔ فرق خوراج میں سے ایک فرقہ زیاد بن سفریہ کا ہے یہ زیاد بن اسفر کا گروہ ہے وہ جنگ میں نہ جانے والے کو کافر نہیں گردانتے ہیں بشرطیکہ دین واعتقاد میں وہ ان کا ہم فکر ہو۔

اس وقت تمام فرقے بغیر کسی استثناء کے خوارج ہیں یا خوارج کی فکر رکھتے ہیں، یہ اسلام سے متصادم یا وہ اسلام کو کنارے پر لگانے کے منصوبے پر قائم ہیں ہر وہ فعل ہر وہ قول اور ہر وہ شعار جوامت میں کرب واضطراب تصادم و جنگ اور نفرت وعداوت کا بیج بوتا ہو اور قرآن وسنت محمدؐ کے نفاذ میں رکاوٹ بنتا ہو، اس کے حامی یا اس کو انجام دینے والے گروہ خوارج سے تعلق رکھتے ہیں۔

خوارج اور شیعہ کے مشترکہ افکار: [تالیف صلابی ص ۔۴۴]

فرقہ خوارج کے مورخین نے لکھا ہے یہ فرقہ ان صفات کا حامل ہے۔

۱۔وہ اپنے دین میں سخت تشدد کے قائل تھے۔

۲۔وہ زیادہ تر کتاب وسنت سے جاہل نادان تھے۔

۳۔وہ امت میں افتراق وانتشار اور پراگندگی کے حامی وحامل تھے۔

۴۔مختصر گناہ پر مسلمانوں کو کافر گرداننا، مسلمانوں کا خون بہانا اور ان کی اموال پر قبضہ کرنا حلال سمجھتے تھے۔چنانچہ جو بھی ان کے فہم کے مطابق قرآن وسنت کا مخالف ہو، وہ اس کو کافر سمجھتے تھے۔اسی بنیاد پر انھوں نے حکمین کے فریقین کو کافر گردانا ہے۔وہ حکمین کے حامیوں کو بھی کافر گردانتے تھے یعنی امیر معاویہ اور ابو العاص کے بارے میں بھی یہ فکر رکھتے ہیں۔

۵۔وہ حکومت کے بارے میں حرج ومرج کے قائل تھے۔انھوں نے لاحکم الا اللہ کا نعرہ بلند کیا جس کے بارے میں امیر المومنین نے فرمایا کہ اس نعرہ سے وہ جو معنی لیتے ہیں جو وہ غلط ہیں۔

دور ضالہ کا دوسرا مصداق زبیریہ ہے:

عبداللہ ابن زبیر:

کہتے ہیں یہ دوسری ہجری میں پیدا ہوئے، آپ مدینہ میں ہجرت کے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے مولود ہیں۔یہودیوں کی مسلمانوں کو طنز وفال بد کی تبلیغات کے دوران آپ کے پیدا ہونے پر تمام اصحاب نے خوشی محسوس کی ہے۔عبداللہ بن زبیر نے دور خلافت راشدہ میں یرموک، قسطنطنیہ اور مغرب کی جنگوں میں شرکت کی۔انھیں اپنے دور میں فارس قریش کہتے تھے۔عبداللہ زبیر کثیر صلاۃ وصیام تھے، صالح وشجاع ودلیر تھے، ان کے جد و امہات، خالات سب برجستہ ومحترمات تھیں۔حضرت علی نے نہج البلاغہ میں فرمایا زبیر ہمیشہ ہم اہل بیت سے رہے اور جب انکا بیٹا عبداللہ سامنے آیا تو ہم سے الگ ہوئے۔عبداللہ بن زبیر کے نانا حضرت ابو بکر صدیق ہیں، انکی ماں اسماء ہیں۔یہ جنگ جمل میں اپنے باپ اور خالہ کے ساتھ تھے۔ایک غصیلے انسان تھے انکی زبان تیز اور فصیح و بلیغ تھی ان کی داڑھی نہیں نکلی تھی بذات خود عبداللہ ابن زبیر بخیل تھے، ایک حاسد انسان تھے اور لوگوں سے کثیر اختلافات رکھتے تھے۔۶۴ ہجری میں یزید کے مرنے کے بعد حجاز، یمن، مصر، خراسان اور عراق میں یہاں تک کہ سندھ میں بھی

آپ کی بیعت ہوئی، کہتے ہیں انہوں نے محمد بن حنفیہ اور عبداللہ بن عباس کو طائف بدر کیا تھا۔

عبداللہ ابن زبیر شجاع وجرات مند اور فارس قریش کے لقب کے حامل ہونے کے باوجود اقتدار میں مستغرق انسان تھے وہ اقتدار کے نشہ میں محو تھے۔ اقتدار کی خاطر بصرہ میں خلیفہ مسلمین سے لڑنے کیلئے اپنے باپ زبیر کو بزدل کہتے رہے، عبداللہ ابن زبیر اپنے اقتدار کی خاطر مکہ میں امام حسین کو بار بار مکہ چھوڑ کر کوفہ جانے کی رغبت دلاتے رہے۔ عبداللہ زبیر میں یزید کے مرنے کے باوجود بھی یہ جرأت نہیں آئی کہ وہ اپنی خلافت کا اعلان کسی اور شہر مثلاً مدینہ عراق یا طائف میں جا کر کرتے۔ اس نے اقتدار کی خواہش میں کعبہ، مکہ اور مسجد الحرام کو اپنی سپر بنایا۔ اس کے باوجود آخری لمحات میں بھی وہ جینے کی خاطر ماں سے رائے لینے کیلئے گئے تو ماں نے انہیں ڈانٹ اور مذمت کر کے واپس کیا، یہاں سے وہ اپنی پناہ گاہ میں مرے۔ لہٰذا جس شخص نے بغیر کسی تقدیم وترجیح کنندہ اور بغیر کسی امتیاز کے از خود طلب اقتدار کیا اور پھر طلب اقتدار کے لئے اسلام کے مقدس ترین شعائر کو اپنی سپر بنائے رکھا، یہ سب اقدامات اس کے اقدام کو نیک کہنے اور اسے راشدین میں شامل کرنے میں مانع ہیں۔

[شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۹ ص ۳۲۴]

عبداللہ بن زبیر نے ام عمرو دختر منظور بن زبان فضالیہ کو عقد میں لیا، جس دن ام عمرو عبداللہ کے گھر میں آئی تو عبداللہ نے ان سے پوچھا کیا تم جانتی ہو کہ تم کس کے عقد میں آئی ہو تو اس نے کہا میں جانتی ہوں عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزاء کے، عبداللہ نے پوچھا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی تو ام عمرو نے کہا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں، میں نے نہیں سمجھی تو عبداللہ نے کہا آپ کا شوہر وہ ہے جس کی قریش میں حیثیت سر وجسد کی ہے بلکہ دو آنکھوں کی نسبت ہے تو ام عمرو نے کہا واللہ! اگر یہ بات ان قریشی لوگوں کے حضور میں کہیں تو وہ لوگ اس کے خلاف بولیں گے۔ عبداللہ کو غصہ آیا کہا کھانا پینا میرے لئے حرام ہے جب تک کہ میں ہاشمی اور غیر ہاشمی کو جمع نہیں کروں کیونکہ وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے تو ام عمرو نے کہا اگر میری بات مانیں تو یہ کام نہ کریں باقی آپ کی مرضی۔ وہ مسجد گئے، وہاں قوم قریش بیٹھی تھی، ان کو بلایا، ان میں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن حصین بن حارث بن عبد المطلب بن عبد مناف تھے عبداللہ ابن زبیر نے ان سے کہا میری خواہش ہے کہ آپ سب ہمارے گھر آجائیں تو سب اٹھ کر ان کے گھر میں آئے تو ابن زبیر نے ام عمرو سے کہا آپ حجاب کر لیں، یہ سب داخل ہوئے تو کھانا لایا گیا، سب

نے کھانا کھایا، جب فارغ ہوئے تو اس نے کہا ہم نے ایک بات کیلئے آپ کو جمع کیا ہے جو ہماری پردہ نشین نے مسترد کی ہے، وہ سمجھتی ہے اگر یہ بات میں بنی ہاشم اور عبد مناف کے سامنے کروں گا تو یہ اعتراف نہیں کریں گے، ابھی آپ سب جمع ہیں آپ بتائیں میں نے اپنی زوجہ سے کہا ہے کہ آپ کا شوہر وہ ہے جو قریش میں سر اور جسد کے برابر ہے بلکہ دونوں آنکھوں کی مانند ہے تو اس نے رد کیا ہے۔ ابن عباس نے کہا آپ کا مقصود میں سمجھ گیا، اگر آپ چاہتے ہیں میں آپ کو بتاؤں تو میں یہ بتانے کیلئے تیار ہوں تو اس نے کہا بتاؤ، کیا فرق پڑے گا۔ اس نے کہا کیا تم ابن زبیر نہیں ہو، حواری رسول اللہؐ نہیں ہو، آپ کی ماں اسماء بنت حضرت ابو بکر صدیق نہیں، تو ابن زبیر نے کہا میری پھوپی آپ کی پھوپی ہے، صفیہ ام اموئنین میری دادی ہے، عائشہ ام المومنین میری خالہ ہے۔ کیا آپ ان سب کا انکار کریں گے؟ زبیر نے بہت شرافت اور فخر کی باتیں کی ہیں، کس کے ساتھ فخر کرتے ہو، کس سے خود کو اونچا دکھانا چاہتے ہو تو اس نے کہا، کیسے تم نے کسی کا ذکر نہیں کیا جس جس کی کوئی فضیلت ہے تو اس کی کسوٹی اور معیار رسول اللہؐ ہیں، رسول اللہ سے انتساب میں تم سے میں زیادہ قریب ہوں پھر ابن عباس نے کہا آپ لوگ بتائیں کہ قریش میں عبد المطلب اشرف ہیں یا خویلد تو کہا عبد المطلب کیا ہاشم افضل ہیں یا ام اسد، کہا ہاشم کہا عبد المناف افضل ہیں یا عبد العزا تو سب نے کہا عبد المناف۔ پیغمبرؐ نے فرمایا قبائل ہمیشہ دو فرقوں میں تقسیم ہوئے ہیں، میں بہتر فرقہ میں ہوں، جہاں میں ہوں وہ فرقہ افضل ہے۔ اس پر عبد اللہ ابن زبیر کو غصہ آیا اور کہا اگر آپ ہمارے دستر خوان پر نہ ہوتے تو میں آپ کو سزا دیتا۔

۶۱ ہجری: [تاریخ اسلامی محمود شاکر ج ۳ ص ۱۴۰]

امام حسینؑ کے قتل کے بعد عبد اللہ بن زبیر نے مکہ میں یزید کو خلافت سے خلع کیا اور اپنے لئے مخفی بیعت لے لی۔ حارث بن خالد کو امامت سے ہٹا کر ان کی جگہ مصعب بن عبد الرحمٰن کو منسوب کیا، مدینہ میں یزید کی طرف سے منسوب والی عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکالا اور عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کو والی بنایا، بنی امیہ کو مروان بن حکم کے گھر میں محصور کیا اور پھر انھیں مدینہ سے نکال دیا۔ یزید کے مرنے کے بعد اہل حجاز نے عبد اللہ ابن زبیر کی بیعت کی اور اپنے بھائی عبیدہ کو مدینہ میں والی بنایا اور مدینہ والوں کو وہاں سے نکال کر شام بھیجا ان میں مروان بن حکم اور اس کا بیٹا عبد الملک بھی تھا، اہل مصر نے ان کی بیعت کی وہاں عبد الرحمٰن بن جحدر کو والی بنایا۔

عراق اور بصرہ میں لوگوں نے عبید اللہ بن زیاد کی بیعت کی ،اس کو امیر منتخب کیا ،اہل کوفہ نے عامر بن مسعود بن خلف کو امیر بنایا ۔اہل شام نے ضحاک بن قیس فہری کو والی بنایا ،وہ دمشق میں تھا نعمان بن بشیر حمص میں تھا اور ظفر بن عبداللہ کلابی کو قنسرین میں والی بنایا گیا عبداللہ بن زبیر کی بیعت اکثریت نے کی۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں صوفیوں کی تقلید کرتے ہوئے عبداللہ ابن زبیر ،مروان ،عبدالملک مختار اور توابین سب کو رضوان اللہ علیہم اجمعین کہوں ۔اگر عبداللہ ابن زبیر بمعہ مروان وعبدالملک دونوں رضی اللہ عنہ بنتے ہیں تو کیوں مختار ،حجاج بن یوسف ثقفی اور زیاد بن ابیہ کو رضی اللہ عنہ کہنے میں کڑواہٹ ہے؟میں انھیں راشد بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ ان کے قیام میں اپنی ابتداء سے اختتام تک کہیں بھی رشد نظر نہیں آتا اور جو لوگ انھیں امیر المومنین کہتے ہیں وہ صرف زبیر اور اسماء بنت عمیس کے فرزند ہونے اور صحابی ہونے کے علاوہ اور کوئی خوبی اور سند نہیں لاسکتے لیکن پہلے ہمیں ان کی سابقہ حیات کے بارے میں کچھ آگاہی ہونا ضروری ہے۔

ھشام بن عروہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں عبداللہ قتل ہونے سے دس دن پہلے اپنی ماں اسماء بنت ابی بکر کے پاس آئے جن دنوں وہ بیمار تھیں عبداللہ نے ماں سے کہا آپ اپنے آپ کو کیسا پاتی ہیں تو کہا میں بیمار ہوں تو عبد اللہ نے کہا موت میں راحت ہے تو اسماء نے کہا شاید تم میرے لئے یہی تمنا کرتے ہو لیکن میں موت کو ویسے پسند نہیں کرتی ہوں جب تک دو حالات میں سے ایک پیش نہ آجائے یا تم قتل ہو جاؤ تو میں اللہ کی درگاہ میں پیش ہوں یا تم اپنے دشمن پر غالب آجاؤ تو اس وقت میری آنکھوں میں ٹھنڈک آجائے گی۔عروہ کہتے ہیں اس وقت عبداللہ میری طرف رخ کرکے ہنسنے لگے ،جب مرنے سے ایک دن پہلے مسجد میں وہ پھر ماں کے پاس آئے تو اسماء نے کہا بیٹا ان میں سے کوئی بھی تجویز قبول نہ کریں جس میں تمہارے نفس کی ذلت ہو ،ڈرسے ذلت کو قبول نہ کرو ،اللہ کی قسم تلوار کی ضربت عزت میں بہتر ہے ،ذلت کی لاٹھی کھانے سے ،یہ سن کر عبداللہ نکل گئے۔

کعبہ کے پاس ایک چوکھٹ بنی ہوئی تھی وہ وہاں رہتے تھے قریش کے ایک آدمی نے آکر کہا کیا دروازہ کعبہ آپ کے لئے نہ کھولوں تاکہ اندر داخل ہو جاؤ تو کہا واللہ اگر تمہیں ہم استار کعبہ پکڑتے ہوئے دیکھیں گے تو میں تم لوگوں کو قتل کروں گا ،آیا مسجد کی حرمت حرم کی حرمت جیسی ہے پھر اصحاب وحجاج ان پر حملہ آور ہوئے ،ہر ایک سے سوال کرتے تھے کون ہے تو کہتے تھے اہل مصر ہے تو اپنے اصحاب سے کہتے تھے اپنی تلواروں کے نیام کو توڑو میرے

ساتھ حملہ کرو ہم سے دور نہ ہو جاؤ وہ دو تلواروں سے حملہ کرتے تھے۔ثعلب بن حرملہ کہتے ہیں مکہ میں عبداللہ کے قتل کے بعد داخل ہوا تو عبداللہ کو سولی پر دیکھا ان کی ماں اسماء آئی وہ ایک بوڑھی عمر رسیدہ طویل قامت اور آنکھوں سے نابینا تھیں کوئی ان کو پکڑ کر لا رہی تھی آ کر حجاج سے کہا آیا اس سوار کو اتارنے کا وقت نہیں آیا وہ منافق نہیں تھے وہ صوام و قوام و نیک یعنی صوم وصلوٰۃ کے پابند انسان تھے تو حجاج نے کہا جاؤ تم بوڑھی ہو خرافات بکتی ہو۔

کہتے ہیں عبداللہ بن زبیر کے ساتھ ۲۴۰ مرد قتل ہوئے بعض کا خون کعبہ کے اندر گیا۔ ابی سفیان بن علی ابن ابی عتیق سے نقل کرتے ہیں حضرت عائشہؓ نے کسی سے پوچھا اگر ابن عمر یہاں سے گزرے تو مجھے خبر دیں جب ابن عمر گزرے تو عائشہ نے کہا یا ابا عبدالرحمٰن تم نے مجھے جمل جانے سے کیوں نہیں روکا تو اس نے کہا میں نے دیکھا ایک آدمی آپ پر غالب تھا یعنی عبداللہ بن زبیر اور آپ ان کی مخالفت نہیں کرتی تھیں تو عائشہ نے کہا اگر تم مجھے منع کرتے تو میں نہ نکلتی۔

دور ضالہ خودکش:

ہم نے گزشتہ صفحات میں واضح کیا ہے کہ قرآن وسنت محمدؐ کے بتائے ہوئے اصول اور راستے کے علاوہ لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے راستے پر چلنے والوں کے دور کو دور ضالہ کہتے ہیں۔گروہ ضالہ میں سے ایک گروہ توابین ہے۔توابین کا کہنا تھا امام حسین نے ان کے شہر کے سامنے آ کر ان سے مدد طلب کی، انھوں نے ان کی فریاد رسی اور ان کی مدد کے لئے نہیں نکلے، یہ بات ان کے لیے ننگ و عار ہے اور یہ داغ ندامت اس وقت تک نہیں ڈھل سکتا جب تک ہم خودکشی نہ کریں یا قتل نہ ہو جائیں۔ چنانچہ انھوں نے آپس میں صلاح ومشورہ کیا اور آخر میں یہ لوگ پانچ روسا کے گھروں میں ملاقات کیلئے جمع ہوئے، ان میں سلیمان بن سرد خزاعی، مسیّب بن نجبہ فزاری، عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی، عبداللہ بن والی تمیمی، تیم بکر بن والی، رفاعہ بن شداد بجلی ہیں۔یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے امام حسین کو مکہ میں مراسلہ ووفود بھیجے کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں، ہم آپ کی قیادت میں وقت کے حاکم اور رفاسق وفاجر سے لڑیں گے۔انہوں نے اس اجتماع کے بعد اطراف واکناف میں اپنے نمائندے بھیجے اور بہت سوں کو جمع کیا۔انہوں نے عمر بن حریز کو نکالا اور عبداللہ بن زبیر اور سلیمان کی بیعت کی اور یزید کے مرنے کے بعد جب مختار آیا تو انہوں نے مختار کا

ساتھ دیا، ان کے ان اقدامات سے معلوم ہوا کہ ان کے پاس قیام کرنے کے لئے نہ تو قرآن وسنت سے کوئی لائحہ عمل تھا اور نہ ان کے پاس اشخاص معین تھے۔ انہوں نے صرف معاشرے کو ایک فتنہ وفساد میں دھکیلا اور خود ان کے بقول وہ مخلصانہ ہنگامہ آرائی کر رہے تھے۔ ایک ایسا قیام یقیناً نہ اسلام کے لیے فائدہ مند ہوسکتا تھا اور نہ اس سے وطن اسلامی میں استقرار اور امن قائم ہوسکتا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے توابین کا ساتھ دے کر اور ان کو اٹھا کر آخر میں اُنہیں تنہا چھوڑا۔ جب سلیمان نے ۶۵ ہجری میں اعلان کیا اور لوگوں کو جنگ کیلئے بلایا تو سولہ ہزار کی تعداد نے اس کی بیعت کی تھی لیکن ان میں سے چار ہزار حاضر ہوئے پھر یہ دو ہزار رہ گئے جبکہ آخر میں ایک ہزار نے ان کا ساتھ دیا۔

دور ضالہ مختاریہ:[فوات الوفیات ج ۲ ص ۱۰۵]

مختاریہ کو کسانیہ بھی کہتے ہیں، لیکن مختاریہ کہنے کی وجہ ان کے بانی مختار ابن ابوعبیدہ بن مسعود ثقفی کی نسبت سے ہے، مختار بن ابوعبیدہ بن مسعود ثقفی کے بارے میں ابن عبدالبر نے کہا ہے مختار کا باپ اصحاب پیغمبرؐ میں سے تھا، وہ خود ہجرت کے پہلے سال پیدا ہوئے ہیں۔ ان کو نہ شرف صحبت رسولؐ حاصل ہے اور نہ روایات اور ان سے منقول اخبار علماء کے نزدیک قابل اعتبار ہیں ان سے نقل کرنے والے سعید بن غفلہ شعبی وغیرہ ہیں۔ مختار ظاہری طور پر خود کو اہل فضل وخیر دکھاتے تھے جبکہ اندر سے اپنے فسق کو چھپائے ہوئے تھا۔ یہ پہلے خارجی تھا بعد میں وہ زبیری ہوا، پھر اقتدار کی طلب کیلئے یہ قتل امام حسین کے انتقام کا طالب بنا۔ مختار اندر سے حضرت علی سے بغض رکھتا تھا جو وقتاً فوقتاً اسکی ضعف عقلی کی وجہ سے ظاہر ہوتا تھا۔ مختار نے دعویٰ نزول وحی کیا۔ مختار ۶۷ ہجری میں مصعب بن زبیر کے ہاتھوں قتل ہوا۔ مختار کے کردار ورفتار وگفتار سے ایک فرقہ وجود میں آیا جنکا دعویٰ ہے ان کے امام محمد بن حنفیہ غیب کے تابع ہیں لیکن محمد بن حنفیہ نے ان کی برائیاں اور ارتکاب محرمات سننے کے بعد ان سے برأت کا اعلان کیا۔ اس نے اپنے لئے ایک کرسی بنائی، اسے ہر قسم کی تزئین سے پُر کیا اور کہا یہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کے ذخائر میں سے ہے اور اس کا مقام ومنزلت ہمارے پاس تابوت بنی اسرائیل کی مانند ہے۔ اس نے سفید کبوتر رکھے ہوئے تھے، انھیں جب اڑاتا تو کہتا ملائکہ تمہارے اوپر کبوتر کی صورت میں نازل ہورہے ہیں۔

فرقہ مختاریہ سے وابستہ افراد ان کے افعال شنیع وقبیح وجریح کو تجلیل وتعظیم کے ساتھ یاد کرنے پر تلے ہوئے

ہیں انھیں منتقم خون امام حسین وشہدائے کربلا گردانتے ہیں۔اس رائے میں عوام تو پیچھے یہاں کے علماء اور مفکرین ان سے آگے آگے ہیں۔ان سے وابستہ یا ان کے حامی اور ہمدردوں کے سامنے مختار ومختاریہ والوں کے کارناموں کا احتساب کرنا ضروری نہیں ہے۔ہم انھیں دورِ رشادہ میں شامل کریں یا دورِ ضالہ میں، یقیناً جس دور میں بھی شامل کریں گے،ایک گروہ کے قہر وغضب کا آپ کو سامنا کرنا ہوگا،اگر آپ ان کو دورِ رشادہ میں شامل کریں گے تو یقیناً قہر و غضب الٰہی کے مستحق قرار پائیں گے،عقلاء کی طرف سے غضب کا سامنا ہوگا اور اگر آپ انھیں دورِ ضالہ میں قرار دے دیں تو یقیناً ان کے پرستان کے غصہ وغضب کا نشانہ بنیں گے۔انسان کیلئے ان دونوں کے غضب سے جان چھڑانے کی کوئی راہ نہیں لہٰذا کسی ایک کو بھی ترجیح دینے کے لئے قرآن وسنت سے تمسک چاہیے یقیناً اگر امام حسین قیام نہیں کرتے تو شاید اللہ پاک کے غضب کا سامنا کرنا پڑتا کیونکہ امر بالمعروف اور نہی از منکر چھوڑنے والوں کو غضب الٰہی کا سامنا ہوتا ہے۔ظلم وجبر وتشدد کے خلاف خاموش بیٹھنے والے قہر الٰہی کے مستحق قرار پاتے ہیں لیکن جب امام حسین نے خروج کیا تو وہ صاحبان اقتدار اور ان سے وابستہ افراد کے غضب کا نشانہ بنے۔ہمیں کس غضب کو انتخاب کرنا ہے اس کے لئے قرآن وسنت سے تمسک ضروری ہے:

۱۔ پہلے مرحلہ میں امت میں وہ کونسی شخصیت تھی جو خون حسین کا انتقام لینے کیلئے جھنڈا لہرائے، یہ جھنڈا لہرانے کا حق کس کو حاصل ہے۔اگر کوئی مظلوم قتل ہو جائے تو جو استطاعت وگنجائش رکھتا ہے، وہ اٹھے اور انتقام لے،ایسا صحیح ہے۔اس صورت حال میں کیا قیام معاویہ بابت طلبِ قصاصِ قاتلان عثمان درست قرار پائے گا۔

۲۔فرض کریں اگر کہیں کسی کو قیام کرنا ہے اور اسے مظلوم سے ہمدردی ہے تو اس کو جہاں اس مقصد کے لیے جھنڈے کھڑے ہیں،ان کے نیچے جانا چاہیے اور وہاں اپنی طاقت وقدرت کو صرف کرنا چاہیے جیسے مکہ میں عبداللہ ابن زبیر تھے جو بنی ہاشم بھی تھے اور امام حسین کے رشتہ دار بھی تھے انھوں نے اعلان کیا کہ ہم خون امام حسین کا انتقام لیں گے تو مختار نے کیوں ان کا ساتھ نہیں دیا۔

۳۔جب مختار کوفہ پہنچا تو دیکھا کوفہ کی برجستہ اور معروف شخصیات جمع ہیں اور خون امام حسین کے انتقام لینے پر حتی الموت قیام کرنے کا عہد کر چکے ہیں، یہاں مختار کو ان میں شریک ہونا چاہیے تھا لیکن اس نے انھیں مسترد کیا بلکہ ان کے خلاف مہم چلائی اور ان میں اختلاف ڈالا۔یہاں سے واضح ہوتا ہے کہ مختار کو خون حسین کے انتقام کی خواہش نہیں

تھی بلکہ وہ اپنے نفس کی اقتدار طلبی کا خواہاں تھا، اسکا شیدا تھا اور اسی لئے اس نے یہ قیام کیا۔لہٰذا وہ سورہ قصص کی آیت ۵۰﴿فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ ''اب اگر وہ تمہارا یہ مطالبہ پورا نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ دراصل یہ اپنی خواہشات کے پیرو ہیں، اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو الٰہی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہشات کی پیروی کرے؟ اللہ ایسے ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں بخشتا'' کا مصداق ہے۔

۴۔قیام شرعی وقانونی کے لئے قیام کا حق یا ولی کو حاصل ہے یا حکومت کو جبکہ ولی اس وقت مظلوم ومقہور تھے اور حکومت خود قاتل تھی۔لہٰذا ان لوگوں نے اس انتقام کو الٰہی گردانا ہے یعنی اللہ نے از خود انتقام لیا ہے۔قرآن کریم میں اللہ کی جانب سے از خود انتقام لینے کا تصور عذاب نازل کرنا ہے لیکن جہاں اللہ انتقام لیتا ہے از خود لیتا ہے اس میں بشر کا کوئی کردار نہیں ہوتا جیسے زلزلہ، فرعون کا دریا میں غرق ہونا لیکن جب ایک انسان دوسرے انسان کو میدان جنگ میں قتل کرتا ہے اگر اس کو انتقام الٰہی کہیں گے تو آپ کو بہت سی جگہ اس انتقام کو تسلیم کرنا پڑے گا جہاں جنگ بدر میں پیغمبر اسلامؐ نے مشرکین کو خاک وخون میں غلطاں کیا ہے تو احد میں مشرکین نے مسلمانوں کو خاک وخون میں غلطاں کیا ہے تو مشرکین کہہ سکتے ہیں کہ لات وعزاء نے انتقام لیا ہے۔امام حسینؑ اور اصحاب کے میدان کربلا میں قتل کو خوارج کہہ سکتے ہیں اللہ نے انتقام لیا ہے تاراج مدینہ کو مسلم بن عقبہ کے توسط سے بنی امیہ کہیں گے کہ یہ اللہ نے انتقام لیا ہے۔

یہ طرز فکر موازین ومقائیس سے کھیلنے کے برابر ہے ہاں یہ ان لوگوں سے بعید نہیں جنہوں نے اہل بیت کے نام سے دینی اصولوں کو تہہ وبالا کیا ہے لہٰذا مختار کا قتل عام کسی بھی حوالہ سے نہ شرعی ہے اور نہ الٰہی انتقام کے حوالہ سے قابل تجلیل وتکریم ہے۔جس طرح مختار ضالہ میں ہے اسی طرح اسے تجلیل وتکریم دینے والا گروہ بھی ضالہ میں شمار ہوتا ہے۔

دور ضالہ سفیانہ:

سنہ ۴۱ھ میں امام حسنؑ کو بزور طاقت وقدرت خلافت سے تنزل کرکے زمام خلافت واقتدار کو معاویہ نے مسلمانوں کے جسموں کو پل بنا کر اس تک رسائی حاصل کی اس دور کو دور ضالہ سفیانی کہتے ہیں کیونکہ اس دور میں

خلافت کو اسلام کے نام سے چلانے کا دعوی کرتے ہوئے عملی طور پر ملوکانہ انداز اختیار کیا گیا۔ یہاں تک کہ اس خلافت کو چلانے کے اصول سیکھنے کیلئے وہ سابقہ یہود و مجوسیوں سے وابستہ افراد کو اپنے دربار میں لائے اور ان سے قصے کہانیاں لکھوائیں۔ لہٰذا اس کا نام دور ضالہ رکھا گیا ہے۔ اسی دورانیہ میں بنی امیہ کے گھرانے سے تین خاندانوں نے اقتدار سنبھالا۔ ان کا طرز حکمرانی امت اسلامی کے نزدیک مکروہ ہونے کی وجہ سے خلافت حضرت عثمان بن عفان کو بنی امیہ کی حکمرانی میں شامل نہیں کیا گیا۔ بنی امیہ کے دور ضالہ کا آغاز معاویہ بن ابی سفیان سے ہوتا ہے۔

خاندان بنی امیه کتاب سبائک الذهب فی معرفت انساب عرب ص ۳۰۸ پر لکھتے ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب عبدالشمس بعبد المناف سے ہے، عبدالشمس کی سات اولادیں تھیں ان میں سے تین کا نام امیہ تھا امیہ اصغر، عبد امیہ، امیہ اکبر۔ یہ دور جاہلیت میں قریش کی سربر آوردہ شخصیات میں شمار ہوتے تھے امیہ اپنے چچا ہاشم بن عبد مناف کے ساتھ عزت و مقام میں رقابت رکھتا تھا۔ مقام و منصب کے بارے میں دونوں خاندان جاہلیت میں ایک دوسرے کے مد مقابل تھے۔ اپنی جگہ دونوں شہرت کے حامل تھے ان کی دس اولادیں تھیں اور سب اپنی جگہ پر مقام و منزلت رکھتی تھیں۔

امیہ اکبر سے یہ اولادیں نکلی ہیں:

۱۔ عاص	۲۔ اباالعاص	۳۔ عیص	۴۔ باالعیص
۵۔ ابی حرب	۶۔ ابوسفیان		۷۔ صخر

حرب بن امیہ کی اولاد میں سے ایک کا نام صخر تھا اس کی کنیت ابوسفیان تھی۔ ابوسفیان دعوت اسلام میں اکیس سال پیغمبرؐ کی مزاحمت کرتا رہا، وہ قائد قریش تھا، فتح مکہ کے موقعہ پر بادل نخواستہ تسلیم محمدؐ ہوا۔ کہتے ہیں ابو سفیان نے وادی غطفان جو مکہ سے ایک منزل پر ہے جہاں جنگ حنین ہوئی وہاں حضرت عباس کے توسط سے اس نے اسلام قبول کیا رسول اللہؐ نے انہیں طائف کے صدقات پر والی متعین کیا۔ وہ خلافت عثمان تک زندہ رہے اور مرنے سے پہلے نابینا ہو گئے اور سنہ ۳۲ھ میں مدینہ میں وفات پائی اس وقت اس کی عمر ۸۰ سال تھی۔ ابوسفیان کی اولاد میں سے ایک بیٹے کا نام حنظلہ ابن ابی سفیان تھا جسے بدر میں حضرت علی نے قتل کیا ایک کا نام یزید ابن ابی سفیان

ہے جسے یزید خیر بھی کہتے ہیں جسے حضرت ابو بکر نے شام میں والی بنایا تھا پھر حضرت عمر نے بھی انہیں اس عہدے پر قائم رکھا۔

زوجات واولاد ابی سفیان:[تاریخ اسلامی محمود شاکر ج۴ ص ۶۲]

ابوسفیان کی زوجات:

۱۔زینب بنت نوفل کنانیہ ان سے یزید پیدا ہوا جو فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لایا اور حنین میں پیغمبرؐ کے ساتھ گیا اسے غنائم جنگی میں سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی غنیمت میں ملی۔یزید کو خلیفہ اول نے قائد لشکر بنا کر شام کی طرف روانہ کیا وہ فتح دمشق کے بعد وہاں کا والی مقرر رہا اور ۱۸ ہجری میں مرض طاعون سے وفات پائی۔

۲۔ہند بنت عتبہ سے حنظلہ بن ابی سفیان پیدا ہوا جو بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

۳۔ہند بنت عتبہ ہی سے عمر بن ابی سفیان پیدا ہوا یہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوا اور ابی سفیان نے فدیہ دے کر اسے آزاد کرایا۔

۴۔ہند بنت عتبہ سے معاویہ پیدا ہوا۔معاویہ پیغمبرؐ کی بعثت سے پانچ سال پہلے مکہ میں پیدا ہوا۔فتح مکہ کے موقع پر اپنے باپ، بھائی یزید، اور ماں ہند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ۸ ہجری میں تسلیم ہوا۔خاندان سفیانی سے ام حبیبہ جو "اُم المومنین" ہیں جنہوں نے ابتدائی دور میں اپنے شوہر کے ساتھ اسلام قبول کر کے "حبشہ" ہجرت کی وہاں ان کے شوہر نے نصرانیت اختیار کی جس کی وجہ سے پیغمبر اسلام ﷺ انہیں اپنے عقد میں لائے۔یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد معاویہ خلیفہ دوم کی طرف سے والی برقرار رہا۔

معاویہ نے جس وقت اسلام قبول کیا اُس وقت اسکی عمر ۲۳ سال تھی۔مدینہ میں آنے کے بعد پیغمبرؐ کے کاتب کے طور پر کام کیا احادیث کو حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان، اپنی بہن ام حبیبہ، عبداللہ بن عباس، معاویہ بن حدیج، عبداللہ بن زبیر، مروان بن حکم، سعید بن مسیّب سے نقل کیا۔جنگ ردہ میں بنی امیہ بڑے امتحان میں مبتلا ہوئے بعض فرار ہو کر شام گئے۔یزید بن ابی سفیان جسے حضرت ابو بکر نے فتح شام کیلئے قائد بنایا۔حضرت عمر نے اس کو دمشق میں والی بنایا تھا اس طرح شام کی کسی جگہ پر معاویہ کو والی بنایا تھا۔جب یزید مرا تو حضرت

عمر نے اس جگہ کو بھی معاویہ کے سپرد کیا۔ جب حضرت عثمان خلیفہ بنے تو معاویہ پورے شام کا والی ہوا اس طرح اس نے شام میں استقلال حاصل کیا۔ جب حضرت علی خلیفہ بنے تو معاویہ نے بیعت سے انکار کیا۔ اس نے حضرت علی کو اس بات پر متہم کیا کہ وہ انقلابیوں کو پناہ دینے والے ہیں اور بغاوت میں شریک ہیں اور قاتلین سے قصاص نہیں لے رہے۔ پورے اہل شام نے معاویہ کی بیعت کی اور حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ کیلئے حضرت علی سے جنگ لڑی جس کی وجہ سے عراق اور شام والوں میں جنگ چھڑی اس طرح سے اس جنگ کے خاتمہ کے بعد بنی امیہ دوبارہ اسلامی معاشرہ میں اعلیٰ اقتدار پر مسلط ہوئے۔

ابوسفیان کی بیٹیاں:

۱۔ ام رملہ ام حبیبہ ام المومنین، انہوں نے اپنے شوہر عبید اللہ بن جحیش کے ساتھ اسلام قبول کیا یہ عبید اللہ پیغمبرؐ کے پھوپی زاد تھے ان کے ساتھ حبش میں ہجرت کی عبید اللہ بن جحیش نصرانی ہوا تو ان سے الگ ہوئیں تو نجاشی نے پیغمبرؐ سے منگنی کروائی اس طرح ام حبیبہ پیغمبرؐ کی زوجات میں شامل ہوئیں آپ ساتویں ہجری کو خیبر کے بعد مدینہ آگئیں ان کی ماں صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ تھیں انھوں نے معاویہ کی حیات میں وفات پائی۔

۲۔ آمنہ بنت ابی سفیان ان کی ماں بھی صفیہ بنت عاص بن امیہ ہیں یہ خوطب بنت عبد العزاء آمری کے عقد میں گئیں ان کے مرنے کے بعد صفوان بن امیہ کے عقد میں گئی۔

۳۔ جویرہ بنت ابی سفیان، ان کی ماں ہند بن عتبہ ہے یہ سائب بن ابی حبیش اسدی کے عقد میں گئی ان کی وفات کے بعد عبد الرحمٰن بن حارث کے عقد میں گئی۔

۴۔ ام الحکم بنت ابی سفیان ان کی ماں بھی ہند بن عتبہ ہے یہ عبد اللہ بن عثمان بن عبد اللہ کے عقد میں گئیں۔

۵۔ ہند بن ابی سفیان ان کی ماں صفیہ بنت ابو عمرو بن امیہ ہے، یہ حارث بن نوفل بن حارث کے عقد میں گئی۔

۶۔ سخرہ بنت ابی سفیان ان کی ماں صفیہ بنت ابی عمرو بن امیہ ہے سعید بن اخنث ثقفی کے عقد میں گئی۔

۷۔ میمونہ بنت ابی سفیان ان کی ماں لبابہ بنت ابی العاص بن امیہ ہے، یہ عروہ بن مسعود ثقفی کے عقد میں گئی ان کے مرنے کے بعد مغیرہ بن شعبہ ثقفی کے عقد میں گئی۔

۸۔عزہ بن ابی سفیان ان کی ماں صفیہ بن ابی العاص بن امیہ ہے ام حبیبہ نے پیغمبرؐ سے درخواست کی تھی کہ ان کو بھی اپنے عقد میں لائیں تو پیغمبرؐ نے فرمایا یہ میرے دین میں جائز نہیں۔

۹۔فارعہ بنت ابی سفیان، یہ طلحہ بن عبید اللہ کے عقد میں تھیں۔

خلافت معاویہ:[تاریخ کامل بن اثیر ج۳ص ۴۰۵][دولت الامویہ تالیف شیخ محمد خضری بک استاد تاریخ جامعہ مصری ص ۴۲۵]

یہاں ہم معاویہ کی خلافت کے حوالے سے نکات جمع کرتے ہیں:

۱۔معاویہ اپنے دیگر خاندان کے تحت اس وقت تک تسلیم محمد نہیں ہوا جب تک طاقت وقدرت سے اہل مکہ تسلیم نہیں ہوئے اس لیے وہ فتح مکہ سے پہلے تسلیم ہوکر ہجرت کرنے والوں کی فضیلت میں شامل نہیں۔

۲۔معاویہ نے خلیفہ اسلامی حضرت علی کے خلاف بغاوت کی اور طاقت وقدرت کا استعمال کیا معاویہ کے پاس اس خلافت کا مقابلہ اور مزاحمت کرنے کیلئے طاقت استعمال کرنے کا کوئی جواز شرعی نہیں تھا اس طرح معاویہ نے امیر المومنین کو خلافت پر مستقل ہونے اور امور خلافت سنبھال کر اصلاحات کرنے کا موقع ان سے چھین لیا۔

۳۔معاویہ نے آخر میں ایک بڑے لشکر کے ساتھ امام حسن کے خلاف لشکر کشی کرکے خلافت کو بزور طاقت حضرت حسن سے چھین لی۔

۴۔معاویہ کی خلافت کا انتخاب اہل حل وعقد مسلمین سے نہیں ہوا۔انھیں حکمین کے بعد اہل شام نے خلافت کے لئے منتخب کیا ہے۔

۵۔حضرت علی قتل ہوئے تو اہل عراق نے ان کی جگہ پر امام حسن کو منتخب کیا۔

۶۔حضرت حسن نے مصلحت مسلمین اس میں دیکھی کہ آپ خلافت سے تنزل کریں اور خلافت معاویہ کے حوالے کریں اس طرح سے ربیع الاول ۴۱ ہجری میں معاویہ بزور طاقت وقدرت،غلبہ عسکری سے غالب آیا اہل عراق کی طرف سے بھی ان کی خلافت کو تسلیم کیا گیا اس طرح دیگر گوشہ وکنار کے مسلمان بھی معاویہ کی خلافت کے لئے تسلیم ہوئے۔شیخ محمد خضری لکھتے ہیں بزور طاقت وقدرت منتخب ہونے والے خلیفہ نے دوبارہ بزور طاقت وقدرت اپنے بیٹے یزید کو ولی عہدی کیلئے نامزد کیا اور اپنے بعد خلیفہ مسلمین تسلیم کروایا۔

مستشرق میکلسون کہتا ہے: ''مسلمان معاویہ کا حضرت علی اور حضرت حسن سے خلافت لینے کو بت پرستوں کی کامیابی تصور کرتے ہیں''۔

عواصم اسلامی:

بنی امیہ کے اقتدار کے دور میں عواصم مملکت حجاز، عراق، جزیرہ ارمینیہ، شام، مصر وافریقہ اور اندلس پر محیط تھے۔ معاویہ کے دور اقتدار میں ان عواصم کیلئے مندرجہ ذیل علاقے شامل تھے:

۱۔ حجاز: حجاز میں طائف، مکہ، مدینہ آتا تھا ان تینوں کے لئے ایک امیر منتخب کیا جاتا، امیر مدینہ میں ہوتا اور کبھی یمن بھی حجاز سے ملحق ہوتا اور کبھی یمن از خود مستقل ہوتا تھا۔

۲۔ عراق: عراق میں کوفہ، بصرہ، خراسان آتا تھا ان سب کا ایک امیر تھا جو بصرہ میں اور کبھی کوفہ میں قیام کرتا تھا، خراسان کبھی خود مستقل خلیفہ منتخب کرتا اور کبھی عراق سے ملحق ہو جاتا۔

عواصم اسلامی میں عراق کا تشخص طوائف الملوک سا ہے، طوائف الملوک مصطلح سیاسی میں چھوٹے چھوٹے مختلف استقلال خواہی علاقوں کو کہا جاتا ہے۔ تاریخ اسلام میں اس کی واضح مثال بنی عباس کے آخری دور میں ملتی ہے جہاں ہر امیر نے خلیفہ عباسی سے استقلال کا اعلان کیا طوائف الملوک کی سنت وسیرت یہ رہی ہے کہ وہ اپنے سے بڑے سے ایک معاہدہ کرتے ہیں کہ آپ جس سے لڑیں گے ہم آپ کا ساتھ دیں گے اور اگر ہم پر کوئی مصیبت پڑے تو آپ ہمیں بچائیں گے اس تعریف کی روشنی میں کوفہ میں دیکھا جائے تو وہاں استقلال ظاہری تو نہیں تھا لیکن یہ مختلف احزاب کا مرکز تھا کہ جہاں صدر اسلام کے جید وممتاز اصحاب ساتھ ساتھ بنی امیہ نواز شیعیان بنی امیہ بھی تھے اور یہاں شیعیان علی واہل بیت بھی تھے۔ یہاں اسلام سے مرتد ومنحرف ہونے والے اور دوبارہ توبہ کرکے یہاں سکونت کرنے والے بھی تھے، یہاں اصحاب تبع یہود ونصاریٰ جو پرچم اسلام کے نیچے تسلیم تھے وہ بھی رہتے تھے۔ یہاں ایران شام سے شکست خوردہ اسراء آزاد شدہ جنھیں موالی کہتے تھے کی بھی اکثریت تھی۔ یہاں ہر ایک باطن میں ایک دوسرے سے عداوت ونفرت رکھتا تھا اور موقعہ محل پر وہ جان لینے پہ تلے رہتے تھے۔

کثرت احزاب اپنی بے حیثیت ہونے کی وجہ سے از خود اسلام ومسلمین کے خلاف جرأت نہیں کرسکتے تھے لہٰذا موقعہ

محل کی تلاش میں رہتے تھے کہ کوئی بھی گروہ اسلامی اقتدار کو گرانے پر اٹھے اور ہم اس کا ساتھ دیں گے چنانچہ اس کی واضح مثال ہم قیام مقدس حضرت حسین میں دیکھتے ہیں جہاں پچیس ہزار بیعت کرنے والوں میں سے حضرت حسین کے پاس ۱۰۰ افراد بھی نہیں آسکے۔ زید بن علی کے ساتھ سولہ ہزار کی بیعت کے بعد چار ہزار نے ان کے ساتھ استقامت دکھائی جبکہ مسلم بن عقیل کے ساتھ پچیس ہزار نے بیعت کی اور آخر میں ایک آدمی بھی ساتھ نہیں رہا اس سے واضح ہوتا ہے یہاں طوائف الملوک کا دور دورہ تھا اور یہاں وہی لوگ کامیاب ہوئے جن کے اہداف ضد اسلامی تھے اقتدار اسلامی کو تباہ کرنے میں وہ متحد تھے وہ کبھی اہل بیت کی چھتری کے نیچے اور کبھی بنی امیہ کی چھتری کے نیچے جمع ہوتے تھے۔

۳۔جزیرہ ارمینہ: اس جزیرہ میں موصل، آذربائیجان اور ترکیہ وغیرہ شامل ہوتے تھے۔

۴۔اجناد شام: جہاں لشکر رہتا تھا یہ پانچ جگہیں تھیں، ان میں فلسطین، اردن، دمشق، حمص، قنسرین، انطاکیہ شامل ہیں، ان کو اجناد کہتے تھے یعنی یہاں چھوٹے چھوٹے محلوں سے فوج اور مقاتل ہوتے تھے وہ با قاعدہ تنخواہ لیتے تھے۔

۵۔مصر اور افریقہ: اس میں مصر اور شمال افریقہ وغیرہ شامل تھے۔

۶۔اندلس: اندلس کبھی افریقہ سے ملتا اور کبھی مستقل ہوتا تھا۔

معاویہ کے دور میں مجتمع اسلامی:

امت اسلامی پیغمبر اکرمؐ کی حیات نیز خلفاء کے دور میں امت امت واحدہ تھی لیکن خلافت معاویہ میں یہ امت تین الگ الگ تشخصات کا مجموعہ بن گئی۔ جسکی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔شیعیان حضرت علی بن ابی طالب، یہ وہ لوگ تھے جو حضرت علی سے محبت رکھتے تھے اور حضرت علی کو اس منصب کیلئے معاویہ یا غیر معاویہ کی نسبت لائق وسزاوار اور حقدار سمجھتے تھے ان کا مرکز عراق تھا جبکہ باقی علاقوں میں بہت کم تعداد میں برائے نام انکے حامی موجود تھے۔ عراق کے لئے کہا گیا ہے یہ مرکز تشیع ہے یا عراق مرکز تشیع اور مرکز خوارج رہا ہے خوارج شام میں دیکھنے میں نہیں آئے اور مدینہ میں بھی ان کی کوئی حرکت نظر نہیں آئی ہے لیکن شیعہ کہتے ہیں شیعوں کا مرکز عراق تھا ان کی اکثریت عراق میں ہے جبکہ ان کی اکثریت کا نظریہ دو حوالے سے مخدوش ہے۔ اگر

عراق مرکز تشیع ہوتا اور اہل بیت کے حامی اور چاہنے والے یہاں کثرت سے ہوتے تو یقیناً آئمہ یہاں سکونت اختیار کرتے جبکہ آئمہ نے یہاں سکونت اختیار نہیں کی بلکہ حضرت حسن خلافت سے تنازل ہوتے ہی مدینہ کی طرف روانہ ہوئے حضرت حسین بھی دس سال تک یزید کے مطالبہ بیعت تک مدینہ میں مقیم رہے۔

عراق میں کبھی بھی شیعوں کی طرف سے کوئی حکومت قائم نہیں ہوئی بلکہ اس کے برعکس یہاں بہت سی جگہوں پر اہل بیت کی سخت سے سخت مخالف حکومتیں قائم رہیں اور انہیں پذیرائی بھی ملی۔ یہاں کئی دفعہ آئمہ سے بے وفائی کی گئی تھی مثلاً اسی عراق نے حضرت علی کو رلایا انہی عراق والوں نے حضرت حسن کو پریشان کیا انھوں نے ہی حضرت حسین کو دھوکہ دیا اور انہی عراق والوں نے زید بن علی کو دھوکہ دیا۔ ان سب واقعات سے پتہ چلتا ہے یہاں شیعوں کی جو اکثریت کی بات کی جاتی ہے یہ کسی معقول و موثق سند سے مستند نہیں ہے۔

عراق مرکز تشیع اس لئے بھی کہلاتا تھا کیونکہ یہاں پر ہی خلافت عباسی وجود میں آئی ان کی تحریک یہاں سے ہی شروع ہوئی اور یہاں ہی خلیفہ عباسی کیلئے پہلی بیعت لی گئی ہے۔ جس وقت بنی عباس نے قیام کیا اس وقت یہاں عباسی شیعوں کا بول بالا تھا عباسیوں کو اقتدار پر لانے والے یہاں کے لوگ تھے یہ جو بعض کتب میں امثال رسول جعفریان داود ہاشمی اور رضی کاظمی وغیرہ کہتے ہیں کہ عباسیوں نے شیعوں کو دھوکہ دیا کیونکہ شیعوں نے سمجھا تھا کہ الرضا بہ آل محمد سے مراد اولاد علی ہیں لیکن جب تحریک کامیاب ہوئی تو خلافت عباسیوں نے سنبھالی، یہاں سے ان کا یہ دعویٰ غیر مستند نظر آتا ہے جبکہ عباسی دوستداران اور حامیان اولاد علی نہیں تھے بلکہ وہ رقیب و حریف اولاد علی تھے چنانچہ منصور نے اپنے خطاب میں اور بعد کے خلفاء نے ہمیشہ حضرت علی کی جنگ صفین میں ناکامی اور حضرت حسن کے تنازل اور اولاد علی کے قیام اور حکمت عملی کی ناکامی کو ان کی نالائقی اور نااہلیت گردانا ہے لہذا یہ کہنا کہ عباسیوں نے شیعوں کو دھوکہ دیا اس کی کوئی دلیل و منطق نہیں ہے، اسی طرح نفس زکیہ بھی اپنے انصار و اعوان کو خراسان میں دکھاتے تھے۔

علامہ اسد حیدر اپنی کتاب امام صادق والمذاہب اربعہ میں لکھتے ہیں:

۱۔ عراق اور شام فتح ہونے کے بعد کوفہ کا ایک علاقہ حمراء الاسد کے نام سے تھا یہ نو مسلم ہونے والوں کا مرکز تھا۔

۲۔ دوسرا گروہ شیعہ بنی امیہ تھا، شام پورے کا پورا بنی امیہ نواز تھا البتہ دیگر جگہوں میں بھی ان کے ہم نوا اور حامی موجود

تھے مثلاً عراق ،مصر، حجاز میں ان کے ماننے والے موجود تھے۔

۳۔تیسرا گروہ خوارج تھا جو بظاہر دونوں کے مخالف تھے اور دونوں کا خون بہانا جائز سمجھتے تھے۔خوارج کا عقیدہ تھا ان پر واجب ہے معاویہ اوران کے تابع اور شیعیان علی سے لڑیں کیونکہ ان کی فکر کے مطابق ان دونوں نے دین میں انحراف کیا ہے اور یہ دین سے منحرف ہوئے ہیں ۔خوارج علی و معاویہ دونوں کے دشمن تھے اور ہر اُس انسان کا خون بہانا چاہتے تھے جو ان کا حامی تھا۔یہ لوگ ارادے کے حوالے سے بہت قدرت مند تھے اور اپنے عقیدے سے حد الموت تک دفاع کرتے تھے یہ کہتے تھے حضرت علی اور معاویہ سے جنگ کرنا سب سے پہلا واجب ہے۔اتنے اختلاف فکر ونظر کا شکار امت ایک ایسے سیاست مدار کی محتاج تھی جو مملکت کو چلائے۔تاریخ نگاروں کا کہنا ہے اس وقت اس صورتحال میں سب سے زیادہ مناسب شخص معاویہ تھا جو انتہائی برداشت کا حامل اور انتہائی دوربین تھا۔معاویہ کے لیے سب سے زیادہ پریشان کن خوارج تھے کیونکہ وہ دین میں زیادہ غلو کرتے تھے اور تمام مخالفین کا خون بہانا اوران کے اموال کوغارت کرنے کے حق میں تھے۔انہیں جہاں بھی کوئی آدمی ملتا اسے قتل کرتے اور اموال کوغارت کرتے یہاں تک کہ عراق والے ان سے بہت خوف زدہ تھے معاویہ نے دیکھا یہ لوگ کسی کی نصیحت سننے کے لیے تیار نہیں اور شدت انہیں مزید طاقت ور بنائے گی لہٰذا اس نے فیصلہ کیا ایک ایسے آدمی کو عراق کا والی بنایا جائے جس کے پاس عقل وحکمت ہونے کے علاوہ یہ خوبی ہو کہ وہ احمقوں پر تشدد کرتا ہو۔اس کے لیے اس نے کوفہ کی ولایت کے لیے مغیرہ ابن شعبہ اور زیاد ابن سمیہ کا انتخاب کیا۔زیاد پہلے حضرت علی کی طرف سے فارس میں والی تھا۔معاویہ ڈرتا تھا کہ وہ فارس پر قبضہ نہ کرے اور اولاد علی کے لیے بیعت نہ لے۔معاویہ نے مغیرہ کو زیاد کے پاس بھیجا اور اس نے زیاد سے کہا معاویہ اس وقت کسی سے نہیں ڈرتا سوائے حضرت حسن کے لیکن حضرت حسن نے خلافت کو معاویہ کے سپرد کر دیا ہے ہم تمھیں نصیحت کرتے ہیں اور مشورہ دیتے ہیں کہ انتقام سے پہلے ان سے قریب ہو جاؤ۔مغیرہ جب واپس معاویہ کے پاس آیا تو معاویہ نے زیاد کو خط لکھا تم میرے پاس آجاؤ۔زیاد اس کے پاس آیا اس نے اس کی تکریم کی اور اسے انعام واکرام سے نوازا۔۴۴ھ میں معاویہ نے زیاد کے ابوسفیان کا بیٹا ہونے کا اعلان کیا اس کے بعد زیاد ابن ابیہ کو زیاد ابن ابوسفیان کہنے لگے پہلے اسے زیاد ابن سمیہ کہہ کر پکارتے تھے۔۴۵ھ کو اسے بصرہ خراسان کا والی بنایا گیا وہ بصرہ وارد آیا اس وقت بصرہ میں فسق وفجور رواج پا چکا تھا اس نے وہاں ایک خطبہ دیا جو خطبہ بتراء کے نام سے

مشہور ہوا۔

اس نے خطبہ کے آخر میں کہا اس امت کی اصلاح وہی کرے گا جس نے اس کی پہلے اصلاح کی ہوگی، جس میں نرمی صرف کمزور کے لیے ہوگی اور سختی بغیر تشدد ہوگی، تم میں سے ہم مجرم کے ولی کو پکڑیں گے اگر کوئی جرم کر کے فرار ہو جائے تو بغاوت کے مقابل میں تسلیم ہونے والے کو پکڑیں گے سرکش کے مقابلے میں مطیع کو پکڑیں گے۔ مریض کے مقابلے میں صحت مند کو پکڑیں گے یہاں تک کہ تم میں سے ہر ایک ہلاک ہوگا اور تم سب کو سیدھا کریں گے رات کی تاریکیوں میں کوئی بھی مشکوک آدمی اگر میرے پاس آیا تو اسے قتل کیا جائے گا، زیاد نے ایسا خوفناک خطبہ دیا تو خوارج نے کہا زیاد تم نے اللہ کے خلاف بات کی ہے ﴿مَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَ مَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا ﴾ ''جو کوئی راہ راست اختیار کرے اس کی راست روی اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے، اور جو گمراہ ہو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ (لوگوں کو حق و باطل کا فرق سمجھانے کے لیے) ایک پیغام بر نہ بھیج دیں'' (اسراء ۱۵) تو زیاد نے کہا میں تمہاری بات کو نہیں مانوں گا یعنی قرآن کی بات نہیں مانوں گا اور تمہارے اصحاب کا پیچھا کروں گا۔ اس نے اپنی پولیس بنائی اور اسے عبداللہ ابن حصین کے حوالے کیا اور کہا رات کو باہر نکلو اور جو کوئی بھی ملے قتل عام کرو چنانچہ رات کو ایک غریب آدمی ان کے ہاتھ آیا اس کو پکڑ کر زیاد کے پاس لایا گیا۔ اس نے کہا میں غریب ہوں رات کو آیا ہوں مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ نے شہر میں یہ اعلان کیا ہے۔ زیاد نے کہا تم سچ کہتے ہو لیکن تمہارے قتل سے اس شہر کی اصلاح ہوگی اور یہ کہہ کر سپاہی کو اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس کے بعد شہر میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ راستے میں اگر کوئی چیز گر جاتی تو اسے کوئی نہیں اٹھاتا تھا جب تک اس کا اپنا مالک آ کر وہ چیز نہ اٹھائے۔

نوادرات معاویہ:

اصناف الناس : [ج ۳ ص ۳۰]

معاویہ نے احنف سے کہا میرے لئے لوگوں کے مختصر کلمات میں تعریف کریں۔

تواس نے کہا:

۱۔بعض کے نصیب نے ان کے سروں کواونچا کیا ہے۔

۲۔بعض کوان کی تدبیروفراست نے بڑا کیا ہے۔

۳۔جوپس ماندہ تھے، مال و دولت نے ان کی تشہیر کی ہے۔

۴۔جودم بریدہ تھے انھیں ادب نے اٹھایا ہے۔

۵۔باقی ماندہ حیوان ہیں اگر یہ لوگ بھوکے ہوجائیں تو مریں گے اگر پیٹ بھر جائے تو سوجائیں گے۔

سلمان نے کہا: لوگوں کے چار گروہ ہیں:

۱۔سرور وآقا وملوک وبادشاہان ہیں۔

۲۔بھیڑیئے ہیں وہ تجار ہیں، جوایک دوسرے کوچیرتے ہیں۔

۳۔لومڑیاں، دھوکہ کھانے والے فقراء ہیں۔

۴۔گلہ گوسفند، مومن ہے ہرایک دوسرے کوکھاتا ہے۔

عتابی کہتا ہے میں نے ایک عورت کولوگوں کے سامنے روٹی کھاتے ہوئے دیکھا تو میں نے اس سے کہا تمھیں شرم نہیں آتی لوگوں کے سامنے کھاتی ہوتواس نے جواب دیا اگر آپ ایک گھر میں ہوں اوروہاں گلہ گوسفند ہوں تو آپ ان کے سامنے نہیں کھائیں گے اس نے کہا ہاں کھاؤں گا۔ اس پر وہ کہنے لگی یہ سب گلہ گوسفند ہیں اور میں یہ ثابت کرسکتی ہوں۔اس نے لوگوں کو جمع کیا اور ایک حدیث جعل کی کہ جس کسی کی زبان اس کے ناک میں داخل ہو وہ جنتی ہوگا تو سب نے اپنی زبان نکال کر ناک میں ڈالنا شروع کردی۔

کسی نے شاعر سے پوچھا گدھوں کا بازار کہاں ہے تو اس نے کہا جہاں جائیں گدھے ملتے ہیں۔

میں نے اپنے نفس کے لئے غیرضروری چیزوں کو چھوڑنے میں راحت دیکھی مجھے وحشت وخوف بادیہ میں ہوتا ہے، بدترین وحشت برے ساتھیوں میں ملتی ہے۔

زیاد اور معاویہ:[قصص العرب ص ۴۰۵]

زیاد نے ایک آدمی کو محکمہ کے لئے طلب کیا لیکن وہ فرار ہو گیا اور جا کر معاویہ سے پناہ لے لی زیاد نے معاویہ کو خط لکھا آپ نے جس کو پناہ دی ہے یہ میرے عمل کو خراب کرتا ہے اگر میں کسی کو سزا دینے کیلئے طلب کروں تو وہ آپ کے پاس پناہ لیتا ہے یہ درست نہیں۔ معاویہ نے کہا اے زیاد ہمارے لئے سزاوار نہیں کہ ہم لوگوں کے ساتھ ایک ہی قسم کی سیاست اپنائیں آپ شدت کو انتخاب کرو میں رحم وشفقت کروں گا۔ اس سے لوگ امن میں رہیں گے زیاد اس جواب سے خاموش ہو گیا اور کہا معاویہ مجھ سے اس حوالے سے جیت گیا۔

معاویہ اور عقیل:[قصص العرب ج ۴ ص ۳۶۹]

عقیل ایک دن معاویہ کے پاس پہنچے، وہ نابینا تھے معاویہ نے ان کو اپنے تخت پر بٹھایا اور کہا آپ بنی ہاشم جلد نابینا ہو جاتے ہو اسکی کیا وجہ ہے عقیل نے کہا کیونکہ بنی امیہ جلد بے بصیرت ہو جاتے ہیں۔

ہم عصر عقلاء سے سلوک:

معاویہ اور سودہ بنت عمارہ:[قصص العرب جادمولی ج ۲ شمارہ ۴۴ اور شمارہ ۱۱۱]

سودہ بنت عمارہ معاویہ کے پاس آئی اسے سلام کیا معاویہ نے کہا کیسی ہو تو جواب دیا خیریت سے ہوں۔ معاویہ نے کہا تم وہی عورت ہو جس نے صفین میں یہ اشعار پڑھے۔ اس نے کہا ہاں میں حق سے روگرداں نہیں ہوتی یا مصیبت کے موقعہ پر جھوٹ سے سہارا نہیں لیتی۔ معاویہ نے کہا تم نے ایسا کیوں کہا وہ کہنی لگی یہ محبت حضرت علی اور اتباع حق تھا۔ معاویہ نے کہا آپ میں کوئی آثار علی نظر نہیں آتے تو سودہ نے کہا آپ کو قسم دیتی ہوں سربراہ مر گئے دم ٹوٹ گیا، حالات بدل گئے گزشتہ کو یاد نہ کریں جو بھول چکا ہے وہ یاد نہ دلائیں تو کہا نہیں آپ کے بھائی کا مقام کیسے بھول سکتے ہیں میں نے آپ کی قوم سے جو مصیبت کھائی ہیں وہ کیسے فراموش ہو سکتی ہے کہا سچ بولا آپ نے میرے بھائی کا مقام مذموم نہیں تھا ان کا مقام کسی سے پوشیدہ نہیں تھا میں وہی ہوں جس طرح خنساء نے کہا ہے، میں آپ سے اللہ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں ہمیں معاف کریں معاویہ نے کہا ٹھیک ہے ہم معاف کرتے ہیں آپکی کوئی حاجت ہے تو بتاؤ سودہ نے کہا اب تو آپ امیر وسید وسرور ہو گئے ہیں اور لوگوں کی ذمہ داری آپ کے دوش پر ہے جو آپ کے

ذمہ پر ہمارا حق ہے وہ ہمیں دے دو آپ کی طرف سے مقرر کردہ اشخاص ہم پر سخت حکمرانی کرتے ہیں ہمیں اس طرح پاؤں تلے روندا ہے جس طرح گندم کو جانوروں کے پاؤں تلے روندا جاتا ہے۔ میں اخضاء کے اشعار کی مصداق ہوں آپ کا والی بسرۃ ابن ارطاۃ آپ کی طرف سے آیا اس نے ہمارے مردوں کو قتل کیا مال کو غارت میں لیا اگر ہمارے ذمہ آپ کی اطاعت نہیں ہوتی تو ہمارے پاس عزت ومقام ہے اگر آپ اس کو عزل کریں تو ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اگر نہیں کرتے تو ہم دیکھ لیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ آپ کو ہماری کوئی پرواہ نہیں۔ معاویہ نے کہا آپ مجھے اپنی قوم سے ڈراتی ہیں ہم آپ کو اسی کی طرف پلٹائیں گے وہی حکم سنائے گا پھر سر نیچے کیا اور رونے لگی۔ اور فوراً علی کی روح پر سلام و درود بھیجا اور کہا وہ حق وحقیقت دونوں ساتھ لے گئے، معاویہ نے پوچھا کون تو کہا حضرت علی بن ابی طالب، پوچھا حضرت علی نے تمہارے ساتھ کیا کیا کہ تمہارے دل میں ان کا اتنا مقام ہے کہا میں ایک دن ان کی طرف سے منصوب والی کے خلاف انکے پاس شکایت لے کر آئی، وہ نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فارغ ہوئے تو شفقت ومہربانی سے میری طرف دیکھا، پوچھا کوئی حاجت ہے تو میں نے ان کو بتایا تو وہ رونے لگے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھایا اللہ سے خطاب کیا اور کہا اے اللہ تو میرے اور میرے والیوں کے درمیان شاہد وگواہ ہے میں نے ان کو تیری رعیت پر ظلم کے لئے نہیں کہا تھا پھر اپنی جیب سے ایک چمڑے کا ٹکڑا نکالا جس پر علی نے یہ آیت لکھی قد جائتکم بینت من ربکم (یقیناً آچکی ہے تمہارے پاس تیرے رب کی طرف سے کھلی رہنمائی) جب میرا خط تمہارے پاس پہنچے تو تم تو اپنے پاس موجود امانت ومال کو محفوظ رکھیں تا کہ میری طرف سے آنے والا تم سے وصول کرلے۔ سودہ نے کہا میں نے اس خط کو نہ لفافے میں بند کیا اور نہ اس پر مہر لگائی۔ یہ سننے کے بعد معاویہ نے فوراً حکم دیا کہ اس کے ساتھ انصاف کیا جائے تو سودہ نے کہا صرف میرے ساتھ یا میری قوم کے ساتھ بھی تو معاویہ نے کہا قوم سے تمہارا کیا واسطہ ہے تو سودہ نے کہا یہ بہت ہے۔ اگر تم نے عدل کرنا ہے تو سب کے ساتھ کرو میں اپنی قوم کے ساتھ ہوں تو معاویہ نے کہا افسوس ہے علی نے تم لوگوں کو بات کرنے کی جرأت دی ہے اور تم ان کی اس نرمی سے مغرور ہوگئے ہو تو اس نے کہا جہاں علی نے کہا ہے اگر میں جنت کے دروازے پر حاجب بنوں تو میں قوم ہمدان سے کہوں گا خوش آمدید تمہیں سلام ہو، تشریف لائیں تو معاویہ نے سودہ اور اس کی قوم دونوں کے لیے عدالت کا حکم دیا۔ اس کے بعد معاویہ نے والی کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ انصاف کرے تو سودہ نے کہا میری ذات کے ساتھ یا میری قوم کے

ساتھ ہے اگر عدالت ہے تو سب کو ملنی چاہیے۔

داری حجون ج ۲ شمارہ ۴۷۔

اخر شہ بنت اخرش ج ۲ شمارہ ۴۶۔

بکارہ حلالیہ ج ۲ ص ۱۲۱ شمارہ ۴۸ عمرو ہ بنت حارث ج ۲ ص ۲۳ شمارہ ۴۹۔

معاویہ اور ابن عباس:

ایک دن بنو ہاشم معاویہ کے پاس جمع ہوئے تو معاویہ نے ان سے خطاب کر کے کہا میری نیکیاں آپ لوگوں کے لئے بزل ہیں میرے دروازے آپ کیلئے کھلے ہیں جو کبھی بند نہیں ہونگے۔ جب میں نے اپنے اور آپ کے بارے میں اختلافات کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ لوگ اس منصب کیلئے ہم سے زیادہ سزاوار ہیں۔ اگر میں نے اس سے کوئی چیز آپ لوگوں کو دی تو یہ آپ کا حق اداء کیا اگر آپ لوگ کہیں گے ہمارے حق سے کم دیا ہماری قدر دانی نہیں کی تو اس حوالہ سے میں اس انسان مسلوب جیسا بنتا ہوں جس کی کوئی تعریف نہیں ہوتی ہے حالانکہ انصاف یہ ہے میں نے آپ لوگوں سے جنگ لڑی ہے آپ کے سائل کو بخشا ہے۔ ابن عباس اٹھے معاویہ سے کہا تم نے ہمیں کچھ نہیں دیا جب تک ہم نے سوال نہیں کیا یا جب تک دروازہ کھٹکھٹایا نہیں دروازہ نہیں کھولا اگر تمہارا خیر ہم سے کٹ جائے تو اللہ کا خیر اس سے وسیع ہے اگر ہمارے لئے دروازہ بند کرو گے تو ہمارے نفس بھی تمہارے لئے بند ہونگے اما یہ مال جو تمہارے ہاتھ میں ہے تمہیں اس سے اتنا حصہ ملے گا جو عام مسلمان کا ہے اگر ہمارا حق اس مال پر نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی تمہارے پاس نہ آتا۔ آیا یہ باتیں کافی ہیں یا کچھ اور کہوں تو معاویہ نے کہا بس کرو۔

معاویہ اور ابی الاسود:

کسی نے ابی الاسود دویلی سے پوچھا معاویہ جنگ بدر میں تھا تو انھوں نے جواب دیا ہاں لیکن دوسری طرف سے!۔

معاویہ اور انصاری: [قصص العرب ج ۴ ص ۳۷۸]

معاویہ ایک دن اپنی قوم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا اے لوگو اللہ نے قریش کو تین خصلتوں سے نوازا ہے:

۱۔شعراء ۲۱۴ ہم قریش اقربین میں سے ہیں۔

۲۔زخرف ۴۴ اس میں ہمارا نام ہے ہم پیغمبرؐ کی قوم ہے۔

۳۔ ایلاف یہ ہم ہیں۔

اس پر فوراً ایک انصاری اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا معاویہ آہستہ بولو اللہ فرماتا ہے تمہاری قوم نے جھٹلایا ہے (انعام ٦٦) پھر جب تمہاری قوم کے سامنے مریم کی مثال دی تو وہ چیخنے لگے زخرف ۵۷۔ پیغمبرؐ نے فرمایا میری قوم نے اس قرآن کو مھجور چھوڑا ہے فرقان ۳۰۔

معاویہ اور لعن علی: [قصص العرب ابراہیم شمس الدین ج ۴ ص ۵۵]

ایک دن معاویہ کے دربار میں بڑی بڑی شخصیات بیٹھی ہوئی تھیں ان میں احنف بن قیس بھی تھا۔ ایک شامی آیا اور اٹھ کر خطاب کرنے لگا اور آخر میں حضرت علی کو لعن کیا، لوگوں نے سر نیچے کیے، احنف نے بات کرنا شروع کی کہا امیر المومنین یہ جو خطیب ہے اگر اس کو پتہ چلے کہ آپ انبیاء و مرسلین پر لعن کو پسند کرتے ہیں تو یہ انبیاء و مرسلین پر بھی لعن کرے گا، اللہ سے ڈرو علی کو چھوڑو علی اپنے رب سے جا ملے ہیں، وہ اپنی قبر میں ہیں، اپنے عمل کے ساتھ اس کا سامنا کر رہے ہیں، اللہ کی قسم ہم نے ان جیسا خلق و خُلق میں پاک و پاکیزہ نہیں پایا اور نہ ان جیسا کوئی صاحب مصیبت پایا، معاویہ نے کہا تم نے میرے درد چشم کو بڑھایا تم نے غلط بات کی، اللہ کی قسم اس منبر پر جاؤ اور حضرت علی کو لعن کرو چاہے تم اپنی مرضی سے کہو یا جبری، اس نے کہا بہتر ہے مجھے آپ معاف کریں، اگر آپ مجھے مجبور کرتے ہیں تو حق ہی زبان پر جاری ہوگا معاویہ نے کہا منبر پر جا کر بولو ہم قول و فعل دونوں میں انصاف کریں گے اس نے منبر پر جا کر رب العالمین کے بعد پیغمبرؐ پر درود بھیجا اور کہا ایھا الناس معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے حضرت علی کو لعن کرو، آگاہ ہو جاؤ علی و معاویہ دونوں نے آپس میں اختلاف کیا ایک دوسرے سے جنگ لڑی، ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ ان کے ساتھ بغاوت ہوئی ہے۔ اگر میں تمہارے لئے دعا کروں تو تم لوگ امین کہو رحم کم اللہ پھر میں کہوں گا اللھم لعن انت والملائکته و رسل و جمیع خلق الباغی منھما علی صاحبه و الفئة الباغیه علی مبغا علیه آمین یا رب العالمین معاویہ نے کہا ہم آپ کو معاف کرتے ہیں آپ ممبر پر نہ جاؤ۔

سیرت سیاست وریاست معاویہ:-[تجارب الامم ص ۳۲]

حضرت عمر بن خطاب کہتے ہیں تم بار بار کسریٰ وقیصر کی سیاست 'فراست و ذہانت کا ذکر کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس معاویہ موجود ہے۔ایک دفعہ حضرت عمر جب شام پہنچے تو معاویہ سے ایک گروہ نے دستہ کی صورت میں ملاقات کی، دوسرے دن شام سے ایک اور دستہ آیا تو حضرت عمر نے کہا معاویہ تمہارے پاس صبح شام الگ الگ دستے آتے ہیں۔مجھے خبر ملی ہے تمہارے دروازہ پر حاجت مندان و نیازمندوں کی قطار لگتی ہے اور انہیں اندر نہیں آنے دیا جاتا معاویہ نے کہا یہاں دشمن نزدیک ہے ان کے جاسوس بھی موجود ہیں لہذا ہم چاہتے ہیں اسلام کی عزت نمائی کریں۔حضرت عمر نے کہا یہ ایک مکروہ عمل ہے اور دھوکہ ہے۔معاویہ نے کہا آپ جو چاہیں مجھے حکم کریں میں اس پر چلوں گا۔حضرت عمر نے کہا میں تم سے مناظرہ نہیں کرنے آیا ہوں کسی چیز میں اگر میں تمہاری عیب جوئی کرتا ہوں تو تم اُسی میں مجھے بتلا کرتے ہو میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ میں تمہیں امر کروں یا نہی کروں۔

معاویہ کی کابینہ:-[تاریخ کامل ج ۴ ص ۱۱]

۱۔معاویہ نے خلافت پر بیٹھنے کے بعد قیس بن حمزہ ہمدانی کو پولیس کا سربراہ بنایا اور پھر اسے معزول کیا۔

۲۔اسکا خاص منشی سرجون رومی تھا۔

۳۔حاجب حارث اس کے موالیوں میں سے تھا اس کا نام مختار تھا معاویہ پہلا شخص ہے جس نے خود کیلئے نگہبان انتخاب کیے۔

۴۔قضاوت کا منصب فضالہ بنت عبید انصاری کو دیا اسکے مرنے کے بعد اسکی جگہ پر ابا ادریس خولانی کو مقرر کیا۔

۵۔دفتر کا رئیس عبداللہ بن محصن حمیری تھا۔

معاویہ اور عمرو بن عاص:

عمرو بن عاص مصر سے ایک وفد کے ہمراہ معاویہ کے پاس آیا اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب ہم وہاں پہنچیں گے تو انھیں امیر المومنین کہہ کر خطاب نہیں کرنا اس طرح اس کے دل میں تمہاری ہیبت بیٹھے گی۔جب یہ لوگ شام پہنچے تو معاویہ نے اپنے حاجب سے کہا میرے خیال میں ابن نابغہ آرہا ہے اس نے اپنے ساتھیوں کے سامنے

مجھے چھوٹا دکھانا ہے لہذا جو بھی محل میں داخل ہو اس کی خوب مار پیٹ کرو انھیں میں سے ایک ابن خیاط نامی شخص تھا جب وہ داخل ہوا تو اس نے کہا اسلام علیک یا رسول اللہ باقیوں نے بھی یہی سلام کیا۔ باہر نکل کر عمرو عاص نے کہا اللہ تمہیں لعن کرے میں نے تمہیں روکا تھا کہ اسے امیر المومنین نہ کہنا اور تم نے اسے نبی بنا کر سلام کر ڈالا۔

ابوموسیٰ اشعری اور معاویہ:

ابوموسیٰ اشعری ایک کالی ٹوپی پہن کر آیا اور سلام کیا اسلام علیک یا امین اللہ تو اس نے کہا وعلیکم اسلام۔ جب واپس گیا تو معاویہ نے کہا یہ اپنے لئے والی کی خواہش لے کر آیا ہے لیکن میں اسے والی نہیں بناوں گا۔ عمرو عاص نے معاویہ سے کہا میں آپ کو زیادہ نصیحت نہیں کرتا تو معاویہ نے کہا اسی وجہ سے تم اس مقام پر پہنچے ہو۔ جویرہ بن اسماء کہتے ہیں بسر بن ارطاۃ نے حضرت علی کی مذمت کی وہاں زید بن عمر بن خطاب حاضر تھے اور ان کی ماں ام کلثوم بنت حضرت علی بھی موجود تھیں انھوں نے عصا اٹھایا اور اس کو مارا اور زید سے کہا میں نے شیخ قریش کو سید اہل شام کو مارا ہے اور بصرہ کی طرف رخ کرکے کہا حضرت علی کی شماتت کرتے ہو وہ اس کی جد ہے، یہ فاروق کا بیٹا ہے لوگوں کے سامنے آیا کوئی صبر کرے گا دونوں کو راضی کیا۔

معاویہ نے عبدالرحمٰن بن حکم سے کہا اے میرے بھتیجے تم نے شعر گانا شروع کیا ہے ایسے اشعار سے بچ کر رہو جس میں تشبیب ھجاء ہو جو کسی کریم کے لئے مشکل ہو لعین کو اکساتے ہوں، شعر اچھا نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دو۔ معاویہ سے پوچھا گیا آپ کے نزدیک کونسا آدمی زیادہ پسندیدہ ہے اس نے کہا جو لوگوں کو زیادہ پسند ہے۔ معاویہ نے کہا تین چیزیں اپنے بندوں کیلئے اللہ کی طرف سے بہترین عطیہ ہیں، عقل حلم اور علم اگر ملے تو شکر کرو اگر نہ ملے تو صبر کرو اگر غصہ آئے تو غصہ کو پی لو اگر ہو سکے تو بخش دو۔ عبداللہ بن عمیر نے کہا کسی نے معاویہ کو غصہ دلایا تو معاویہ نے کچھ نہیں کہا کسی نے کہا آپ بہت حلیم ہیں تو کہا نہیں میں لوگوں اور ان کی زبان کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہتا جب تک کہ وہ میری سلطنت کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہتے۔

معاویہ اور یمنی: [قصص عرب ج۱ص ۳۷۰]

معاویہ نے ایک یمنی سے کہا تمہاری قوم کتنی جاہل تھی یہاں تک کہ انہوں نے ایک عورت کو اپنے اوپر حاکم

بنایا۔اس نے معاویہ سے کہا میری قوم سے زیادہ آپ کی قوم جاہل ہے جب آپ کے نبیؐ نے ان کو دین کی طرف دعوت دی تو انہوں نے کہا اگر یہ دین تیری طرف سے حق ہے تو اللہ ہمارے اوپر پتھر برسائے یہ نہیں کہا کہ اگر یہ بات حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو اللہ ہماری ہدایت فرمائے۔

معاویہ اور جاریہ قدامہ:[قصص عرب ج ۴ص ۲۷۰]

معاویہ نے ایک دن جاریہ بن قدامہ سے کہا تم اپنی قوم کے پاس کتنے ذلیل ہو کہ انہوں نے تمہارا نام جاریہ رکھا جاریہ نے کہا اپنی قوم کے پاس اس سے بھی زیادہ ذلیل ہو کہ انھوں نے تمہارا نام معاویہ رکھا کیونکہ معاویہ کتیا کو کہتے ہیں تو جاریہ نے کہا چپ رہو جس ماں نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہ دل جس سے تم نے بغض کیا تھا وہ ابھی بھی میرے پاس ہے اور وہ تلوار جس سے تم سے جنگ کی تھی، وہ ہمارے ہاتھ میں ہے تم ہمیں قساوت سے ختم نہیں کر سکتے تم طاقت سے ہم پر حاکم نہیں بن سکتے تم نے ہمیں عہدو میثاق دیا ہے اس کے بدل میں ہم نے تمہاری اطاعت کی ہے اگر تم نے اپنے وعدے پر وفا کی تو ٹھیک ہے اور اگر تم منحرف ہوئے تو ہم اپنے پیچھے شدید قوی لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہیں جاریہ کی ان باتوں سے معاویہ کو غصہ آیا اور وہ کہنے لگا اللہ تم جیسے لوگوں کو زیادہ نہ کرے۔جاریہ نے کہا معاویہ بد دعا نہ کرو بلکہ نیک دعا کرو کیونکہ بری دعا خود اسکے صاحب کی طرف پلٹتی ہے۔

معاویہ اور احنف:[قصص العرب ج ۴ص ۲۷۰]

معاویہ نے ایک دن خطبہ دیا اس میں اس نے یہ آیت پڑھی کہ ہم ہر چیز اپنے خزانہ سے مقدار معلوم میں بھیجتے ہیں (حجر ۲۱) تو تم لوگ ہمیں کیوں ملامت کرتے ہو احنف نے کہا ہم تمہیں ملامت نہیں کرتے کہ اللہ کے خزانہ سے کم دیا ہے بلکہ ہم تمہیں ملامت اس لئے کرتے ہیں اللہ نے اپنے خزانہ سے جو تمہارے خزانہ میں بھیجا ہے تم اپنے اور ہمارے خزانے کے درمیان حائل ہوئے ہو۔

معاویہ اور عبداللہ بن زبیر:[قصص العرب ج ۱ص ۱۰۴]

عبداللہ بن زبیر کے باغات وزمین میں ان کے غلام کام کرتے تھے اس کے پڑوس میں معاویہ کی بھی زمین تھی جس میں ان کے غلام مزدوری کرتے تھے۔معاویہ کے غلام عبداللہ بن زبیر کی زمین و باغات میں داخل ہوئے تو

عبداللہ نے ایک خط معاویہ کو لکھا جس میں لکھا اے معاویہ! تمہارے غلام میری زمین میں داخل ہوئے ہیں انھیں روکیں ورنہ میرے اور آپ کے درمیان برا ہو گا و سلام۔ جب معاویہ کو یہ خط ملا تو اس نے خط کو پڑھا اور پھر یہ خط اپنے بیٹے یزید کو دیا جب یزید نے پڑھا تو معاویہ نے کہا بیٹا کیا کہتے ہو کیا کرنا چاہیے یزید نے کہا ایک ایسا لشکر بھیجیں جس کی ابتداء ان کے پاس اور آخر آپ کے پاس ہو اور وہ اس کا سر آپ کے لئے لائیں معاویہ نے کہا اس سے بہتر کچھ بتا دو پھر اس سے خط کو واپس لیا اور اس کا جواب لکھا۔ کہا میں نے حواری رسولؐ کے فرزند کا خط پڑھا جو چیز آپ کو بری لگی ہے وہ مجھے بھی بری لگی ہے پوری دنیا اللہ کی رضا کے مقابل میں میرے سامنے کوئی قیمت نہیں رکھتی، ہم اپنی زمین سے دست بردار ہوتے ہیں اور اسے آپ کی زمین میں شامل کرتے ہیں جس میں میرا مال و غلام سب آپ کے لئے ہیں وسلام۔ جب عبداللہ زبیر کو یہ خط ملا تو اس نے اسے پڑھنے کے بعد جواب میں لکھا امیر المومنین کا خط ملا اللہ ان کو دوام و بقاء دے کہ آپ قریش میں اس مقام پر فائز ہیں۔ جب معاویہ نے عبداللہ بن زبیر کا خط پڑھا تو اپنے بیٹے یزید کو دیا جس سے اسکا چہرہ بدل گیا۔ معاویہ نے یزید سے کہا جو شخص بخش دیتا ہے وہی سید و آقا ہوتا ہے جو حلم کرتا ہے وہی بڑا ہوتا ہے وہی خود کو برائیوں سے دور رکھتا ہے وہی اس کی طرف جھکاؤ رکھتا ہے اگر تمھیں ایسی برائیوں کا سامنا ہو تو ذہن میں رکھو اسکی دوا یہی ہے۔

شریک بن اعور اور معاویہ: [قصص العرب ج ۴ ص ۳۶۸]

شریک بن آور ایک دن معاویہ کی مجلس میں حاضر ہوا وہ ایک بدشکل انسان تھا۔ معاویہ نے اس سے کہا تم بدشکل ہو خوبصورت بدشکل سے اچھا ہے، تم شریک ہو، اللہ کے لئے شریک نہیں ہے، تمہارا باپ لنگڑا ہے سیدھا آدمی اس سے بہتر ہے، ان تمام بری صفات کے باوجود تم کیسے اپنی قوم کے سربراہ بنے تو شریک نے کہا تم معاویہ ہو، معاویہ چھوٹے کتے کو کہتے ہیں تم فرزند صخر ہو جبکہ میدان سہل پتھر سے بہتر ہے تم فرزند حرب ہو اور سلم حرب سے بہتر ہے تم فرزند امیہ ہو امیہ چھوٹے قد کی کنیز کو کہتے ہیں تو تم کیسے امیر المومنین ہو!

معاویہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتے تھے: [قصص العرب ابراہیم شمس الدین ج ۲ ص ۲۲]

کسی نے معاویہ سے پوچھا آپ اس عقل ضخیم پر کیسے پہنچے تو جواب دیا میں نے کسی پر بھروسہ نہیں کیا۔ ثعلب

کہتے ہیں معاویہ نے صفین میں اپنے لشکر کے دونوں طرف دیکھا ایک طرف جھنڈے کو جھکتے ہوئے دیکھا تو اس کو سیدھا کیا، پھر دوسری طرف دیکھا تو اس کو سیدھا کیا تو معاویہ کو اپنے کسی ساتھی نے کہا آیا آپ اتنی وقت حضرت عثمان کے زمانے میں بھی کرتے تھے تو کہا میں تو عمر کے دور سے ایسا کرتا آیا ہوں۔

ایک شخص معاویہ کے پاس آیا دربان سے کہا کہو دروازہ پر آپ کے باپ اور ماں سے منسوب بھائی آیا ہے۔معاویہ نے کہا اس سے کہو میں نہیں جانتا پھر کہا اندر بھیج دو معاویہ نے اس سے پوچھا تم کیسے میرے بھائی ہو، وہ کہنے لگا ابن آدم اور حوا کے حوالے سے، معاویہ نے غلام سے کہا اس کو ایک درہم دے دو۔اس نے کہا اپنے بھائی کو ایک درہم دیتے ہو تو معاویہ نے کہا اگر میں آدم و حوا سے پھیلے ہوئے ہر ایک بھائی کو ایک ایک درہم دوں تو مجھے کتنے درہم دینا پڑیں گے۔

والیان معاویہ:

سربراہ اسلامی کی فکر ونظر حسن نیت یا بے پروائی کا اندازہ اس کے انتخاب عمال سے کیا جاتا ہے کہ وہ کس قسم کے افراد کا انتخاب کرتے ہیں اور کسے یہ ذمہ داریاں سونپتے ہیں۔ممکن ہے ابتدائی مراحل میں ضروریات کے پیش نظر یا قابل و لائق افراد کے فقدان کی وجہ سے یا حالات یا پس منظر سے آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے کسی کا انتخاب کریں لیکن شقاوت دیکھنے کے بعد جرائم کبائر کے مرتکب افراد سے جواب طلبی نہ کرنا اور انہیں برقرار رکھنا خود سربراہ کیلئے باعث مذمت بنتا ہے۔

معاویہ کے والی: [تاریخ بن کامل ج ۳ ص ۴۱۲]

ا۔مغیرہ بن شعبہ جسے ابوعبداللہ' ابومحمد بھی کہتے ہیں، جنگ یرموک میں یہ ایک آنکھ سے محروم ہوا مغیرہ مکروفریب اور دغاو کید میں معروف تھا حضرت عمر نے مغیرہ کو بحرین کا والی مقرر کیا لیکن بحرین والوں نے اسے پسند نہیں کیا تو حضرت عمر نے اسے عزل کیا۔

۲۔معاویہ کا دوسرا والی کوفہ میں زیاد بن ابی تھا۔زیاد بصرہ اور اس کے گردونواح میں ۵۰ ہجری میں والی مقرر رہا۔جب کوفہ میں مغیرہ نے وفات پائی تو معاویہ نے کوفہ کو بھی زیاد بن ابی کے سپرد کیا زیاد چھ مہینہ کوفہ میں اور چھ مہینہ بصرہ میں

گزارتا جب کوفہ آتا تو بصرہ میں سمرہ بن جندب کو مقرر کرتا۔زیاد انتہائی ہوشمند، سخت فیصلہ کرنے والا، مکار، عاقل، با شعور، صاحب ارادہ سیاستمدار اور ذہین انسان تھا، وہ مغیرہ بن شعبہ اور ابن عباس کا کاتب رہا ہے۔ شعبی نے کہا ہے زیاد بہت فصیح و بلیغ خطیب تھا۔

۳۔بصرہ میں سمرۃ بن جندب جو زیاد بن ابیہ کی طرف سے رکھا گیا تھا جو زیاد کی غیر موجودگی میں وہاں کا والی ہوتا۔

۴۔عبداللہ بن عمرو بن غیلان۔

۵۔بصرہ میں عبیداللہ بن زیاد جسے پہلے خراسان اور بعد میں بصرہ کا ،والی بنایا گیا تھا۔

۶۔۵۵ھ میں معاویہ نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عثمان ربیعہ کو جوانکی بہن ام حکم کا بیٹا تھا کوفہ کا والی بنایا۔ ایک اہل ذمہ کو قتل کرنے کے جرم میں اسے معزول کیا اور اس کی جگہ ضحاک بن قیس کو مقرر کیا۔

عبداللہ بن سوار نے معاویہ کے حکم پر سندھ پر دو دفعہ حملہ کیا عبداللہ بن سوار یہاں قتل ہوئے پھر اس کے بعد ملھب بن ابی صفرۃ نے حملہ کیا اور لاہور تک پہنچا۔

مکر معاویہ:[شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ص]

معاویہ کی صفات میں سے ایک دھایت یعنی ہوشیاری و مکاری ہے اصمعی نے کہا ہے دھات عرب چار ہیں معاویہ، عمرو عاص، مغیر بن شعبہ، زیاد بن ابیہ۔حضرت علی نے فرمایا ہے اگر اللہ کا تقویٰ نہ ہوتا تو میں سب سے زیادہ ہوشیار ہوتا۔یعنی دھہ اور تقویٰ دو متضاد چیز ہیں دھاۃ فاجر و مکار اور عاقل کو کہتے ہیں جبکہ اہل رائے اور نیک و ابرار اور سمجھداروں کو دھاۃ نہیں کہتے۔لہٰذا حضرت ابوبکر و حضرت عمر جو صاحبان تدبیر و فراست اور رائے میں پختگی رکھتے تھے اور امور مملکت چلانے میں مدبر تھے ان کو دھاہ نہیں کہا گیا ان کی صفت میں یہ نہیں آیا۔کتاب شرح نہج البلاغہ ج ۱۵ ص ۲۷۰ پر آیا ہے معاویہ اور عمرو بن عاص نے جس کسی سے بھی معاملہ کیا حضرت علی ان کے مکر سے آشناء تھے۔ایک شخص جو صاحب تقویٰ ہے اور حلال و حرام کو سامنے رکھ کر کوئی کام کرتا ہے، وہ فریب و حیلہ و تدبیر میں ناکام ہوتا ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کذاب کے لئے جھوٹ کی کوئی حد نہیں ہوتی یا کیا جھوٹ سے بننے والی باتوں کی کوئی انتہاء ہوتی ہے جبکہ سچائی ہمیشہ بزرگی سے نکلتی ہے۔

سیاستمدار اچھے نہیں ہوتے:

معروف ہے سیاست عرب کے چار سیاستمدار تھے، ان میں معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن ابیہ تھے، اصمعی نے کہا ہے کہ سیاستمداری کو عربی میں دھی کہتے ہیں۔ عرب میں چار سیاستمدار ہیں ان میں ایک بھی متقی نہیں تھا، سیاستمدار مکار ہوتا ہے اور مکار انسان کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی۔ اگر سیاست مداروں کی کوئی مقام و منزلت ہوتی تو ان چاروں میں سے کوئی اس کی طرف سبقت لیتا اور یہ ایک دوسرے کو ذلیل و خوار کرنے پر تلے رہتے۔

واللہ ما معاویہ بأدھی منی، ولکنہ یغدر و یفجر، ولو لا کراھیة الغدر لکنت من ادھی الناس ولکن کل غدرة فجرة و کل فجر کفرة "ولکل غادر لواء یعرف بہ یوم القیامہ" واللہ ما استغفل بالمکیدة والا استغمر بالشدید.

"اللہ کی قسم معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار نہیں وہ مکر و فریب اور فسق و فجور کرتا ہے اور اگر یہ چیز مجھے ناپسند نہ ہوتی تو مجھ سے زیادہ کوئی ہوشیار نہ ہوتا۔ میر انظریہ ہے کہ ہر مکر و فریب اور ہر گناہ پروردگار کے احکام کی نافرمانی ہے ہر غادر و بے وفا کے ہاتھ میں قیامت کے دن ایک جھنڈا دیا جائے گا جس سے اسے محشر میں پہچان لیا جائے گا اللہ کی قسم مجھے نہ ان مکاریوں سے غفلت میں ڈالا جا سکتا ہے اور نہ ان سختیوں سے دبایا جا سکتا ہے"۔ (نہج البلاغہ خ ۲۰۰)

پیغمبرؐ کے بارے میں **اکرم الناس احلم الناس اجود الناس اشجع الناس** کہہ سکتے ہیں، لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ پیغمبر **امکر ناس اذھن ناس ھیں** اگر چہ پیغمبرؐ کا علم ہر مکر پر حاوی ہی کیوں نہ ہو۔

معاویہ ایک سیاست مدار اور مدبر بادشاہ تھے لیکن ان کی بادشاہت سے اسلام کا بول بالا ہوا ہو یا رعایا کے ساتھ ایک مسلمان بادشاہ کی طرف سے عادلانہ سلوک و برتاؤ کی مثال قائم ہوئی ہو ایسا نہیں ملتا۔

قدائح و مثالب معاویہ: [تاریخ اسلامی تالیف محمد شاکر ج ۴ ص ۱۷]

۱۔ معاویہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے قیمتی خوشبو لگائی، مسجد میں مقصورہ بنایا اور سب سے پہلے بیٹھ کر خطبہ دینے کی بدعت ایجاد کی۔

۲۔معاویہ نے زیاد کو خلاف سنت رسولؐ اللہ الولد للفراش اپنے باپ سے منسوب کیا پھر بصرہ و کوفہ میں اسے والی بنایا۔اس نے خراسان بحستان ہند بحرین اور عمان وغیرہ میں ظلم و جور کو روا رکھا۔

۳۔معاویہ اور اس کے والیوں نے منابر پر حضرت علی سب و شتم کو رواج دیا۔

۴۔معاویہ نے حجر ابن عدی اور ان کے ساتھیوں کو مقام عذرا میں قتل کیا،حجر بن عدی اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے تھے،وہ اپنے دور کی برجستہ شخصیات میں سے تھے۔ان کا یہ عمل مسلمانوں پر بہت گراں گزرا چنانچہ امام حسن نے ان کے اس جرم کے خلاف احتجاج کیا اور ام المومنین عائشہ نے بھی اس کی مذمت کی

۵۔وہ جبر و تشدد اور بغیر کسی کی رضایت کے اس مسند پر مسلط ہوا۔

۶۔امام شافعی نے کہا ہے چار صحابہ کی گواہی قبول نہیں معاویہ،عمرو بن عاص،مغیرہ اور ابن زیادہ۔

۷۔عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید معاویہ کے زہر سے قتل ہوا۔

۸۔معاویہ خاندان بنی امیہ کا دوسرا خلیفہ ہے اس کا بیٹا یزید تیسرا خلیفہ بنا،جس کے لیے ساٹھ ہجری میں بیعت لی گئی جس دن یزید کی بیعت ہوئی تو اہل کوفہ نے حضرت حسین کو خط لکھا اور اسکے خلاف حضرت حسین کی بیعت کی۔معاویہ کی خواہش تھی کہ وسائل ولذتوں اور عیش و نوش سے پُر کرسی کو اپنے بعد اپنی نسل میں چلائے چنانچہ اس نے یزید کو لوگوں پر مسلط کیا ہے،معاویہ کہتا تھا اگر میرے اندر یزید کیلئے خلافت کی رغبت نہ ہوتی تو میں ہدایت کے راستے کو پالیتا۔

عفو معاویہ:-[قصص العرب ج۱ص۱۰۱]

معاویہ حلم و برداشت و تحمل میں منفرد تھا اس کے صبر و تحمل کے بارے میں بہت سے اخبار و آثار موجود ہیں وہ خود کہتا تھا میں نہیں مانتا روئے زمین پر کوئی ایسا فرد ہو جس تک میرا حلم نہ پہنچے۔کوئی جاہل شخص ایسا ہو جس کو میرا عفو و حلم و برداشت نہ ہو،کوئی گناہگار نہیں جس کو میرا عفو نہ ملے،کوئی حاجت مند ایسا نہیں ہوگا جس تک میری جود و سخاء نہ پہنچے ،یہ ایک بلند مرتبہ مروت ہے۔کہتے ہیں جب وہ خلیفہ بنا تو ملک میں امن و امان قائم ہوا لوگ خوشحال ہوئے کہیں سے کوئی بے چینی اور کرب و اضطراب جیسے حالات پیدا نہیں ہوئے۔ایک دن اپنے خاص خاص اصحاب کو بلایا اور انہیں صفین کے واقعات یاد دلائے،کسی نے سچ بولا،کسی نے جھوٹ بولا کہ کون اس جنگ کے شعلے بھڑکاتا تھا اور لوگوں کو

ہمارے خلاف اکساتا تھا۔ سب نے کہا سب سے زیادہ آپ کے خلاف بھڑکانے والی ایک عورت ہے جو کوفہ میں ہے اس کا نام زرقہ بن عدی تھا۔ یہ عمداً قصد و ارادہ سے صفوں میں گھس جاتی، بلند آواز سے چیختی تھی، ان کی آواز تند و تیز تلوار کی مانند تھی علی کی آواز کوئی بزدل سنتا تو اٹھ کر جنگ کیلئے جاتا اگر کوئی جنگ سے فرار ہونے والے سنتے، واپس پلٹ کر میدان جنگ آتے۔ اس کو قبول کرنے والے جنگ کے لئے آمادہ ہوتے، اسکی باتوں سے مضطرب انسان میں استقرار آتا تھا۔

معاویہ نے ان سے کہا تم میں سے کسی کو یاد ہے وہ کیا کہتی تھی سب نے کہا ہم سب جانتے ہیں معاویہ کہنے لگا اب تم کیا مشورہ دیتے ہو سب نے کہا اس عورت کو قتل کرو یہ اس کیلئے سزاوار ہے۔ معاویہ نے کہا تم نے غلط بات کی کیونکہ اس سے میرے بارے میں مشہور ہو جائے گا کہ غلبہ اور قدرت حاصل کرنے کے بعد میں نے ایک عورت کو مار ڈالا۔ کیا تم لوگ میرے بارے میں یہ چاہتے ہو لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ چنانچہ اس نے اپنے کاتب کو بلا کر کوفہ کے والی کے نام ایک خط لکھا اور اس سے کہا زرقہ بن عدی کو اپنے عشیرہ و قبیلہ کے شہسواروں کے ساتھ میرے پاس بھیجو اور ان کے لئے تمام سفری وسائل فراہم کرو۔ جب یہ خط والی کو ملا تو وہ زرقہ کے پاس گیا اور اسے خط پڑھ کر سنایا۔ خط سننے کے بعد زرقہ نے کہا میں اطاعت سے منحرف نہیں ہوں چنانچہ انہیں ایک محمل میں سوار کیا گیا اور اس پر ایک نرم ابریشمی پردہ لگایا گیا اور اس کے ساتھ اچھا سلوک اپناتے ہوئے لایا گیا۔ جب قافلہ معاویہ کے پاس پہنچا تو معاویہ نے مرحبا اہلاً و سہلاً کہا اس کے بعد انہیں کہا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کو کیوں بلایا ہے جواب دیا، غیب صرف اللہ جانتا ہے اور کوئی نہیں۔ معاویہ کہنے لگا آپ وہی عورت تو نہیں جو سرخ اونٹ پر صفین میں سوار تھیں اور صفوں میں چیختی تھیں، جنگ کے شعلوں کو بھڑکاتی تھیں اور لوگوں کو جنگ پر اکساتی تھیں۔ کہا ہاں میں ہی وہ عورت ہوں معاویہ نے کہا آپ نے ایسا کیوں اور کس لئے کیا۔ کہنے لگی دنیا متغیر ہے حالات گزر گئے تو معاویہ نے کہا میں نے سنا ہے آپ کہتی تھیں ایھا الناس دن میں چراغ نہیں جلتا، چاند کے مقابلے میں ستاروں کی روشنائی نہیں، بیل بکری اور گائے گھوڑے کے ساتھ مسابقہ نہیں کرسکتے، لوہا لوہے سے کٹتا ہے، جو ہم سے رہنمائی لیتا ہے وہ رشد پاتا ہے جو ہم سے سوال کرتا ہے ہم اس کو حق کے بارے میں خبر دیتے ہیں، اے معشر انصار و مہاجرین صبر کرو اپنے پراکندہ کو جمع کرو عدل و انصاف کو غلبہ ملے، مومن و فاسق ایک جیسے نہیں ہوتے جنگ جنگ، صبر صبر عورت کا خضاب مہندی ہے مردوں کا

خضاب خون ہے صبر بہترین عاقبت ہے، میدان جنگ میں آجاؤ پلٹ کر مت جاؤ آج کے دن کے بعد کوئی دن نہیں ہوگا۔

زرقہ کیا آپ نے یہ باتیں نہیں کیں زرقہ نے کہاہاں میں نے ایسا کہا ہے۔ معاویہ نے کہا زرقہ جو خون حضرت علی نے بہایا ہے اس میں آپ بھی شریک ہیں تو زرقہ نے کہا امیر المومنین اس بشارت پر آپ کو مبارک ہو، اللہ آپ کو سلامت رکھے آپ جیسے لوگ نیکی کی بشارت دیتے ہیں اپنے ساتھی کے ساتھ خوش اخلاقی سے سلوک کرتے ہیں۔ معاویہ نے کہا اللہ اللہ، علی کے مرنے کے بعد بھی آپ کی یہ وفاداری مثالی ہے جب ان کے مرنے کے بعد بھی اس قدر وفادار ہیں تو انکی حیات میں کتنی ہوں گی۔ معاویہ نے کہا اپنی حاجتیں مجھے بتاؤ۔ زرقہ نے کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی سے کوئی حاجت طلب نہ کروں۔ حضرت علی کے بعد کسی سے کچھ نہ مانگوں گی۔ معاویہ نے کہا بعض نے مجھے تمہیں قتل کرنے کا مشورہ دیا ہے تو زرقہ نے کہا وہ بدترین مشیر ہیں۔ اگر آپ ان کی اطاعت کریں گے تو آپ بھی انہی میں سے ہوں گے آپ چاہیں تو ان کی اطاعت کریں ان کے ساتھ شریک ہو جائیں معاویہ نے کہا نہیں ہم آپ کو بخش دیں گے۔ آپ کے ساتھ نیک برتاؤ کریں گے آپ کا خیال رکھیں گے۔ زرقہ نے کہا یا امیر المومنین یہ کرم ہے جو قدرت ملے اور بخش دے۔ معاویہ نے اسے درہم و دینار اور ایک باغ دیا جس سے ہر سال دس ہزار درہم آمدن ہوتی تھی اور انھیں انکے وطن پہنچایا اور والی کوفہ سے سفارش کی کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کریں۔

میں اور ولی عہدیان:

آج سے دس سال قبل محترم مولانا مظہر کاظمی اپنی معیت میں جناب مرحوم یعقوب صاحب، بابر اقبال، مرحوم عباس بخاری اور عرفان حسن وغیرہ کو لے کر ہمارے ہاں تشریف لائے۔ مقصد سفر بیان کرنے کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا ہم آپ کے بارے میں بہت غور وخوض کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آپ کا کوئی فکری وارث ہونا چاہیے۔ ہم نے عرض کیا ایسا ہونا ضروری تو نہیں کہ انسان کا کوئی فکری وارث بھی ہو۔ بہت سے لوگ جلتے رہتے ہیں کہ انکا کوئی فکری وارث ہونا چاہیے یا بہت سے لوگ اس خوش فہمی میں ہوتے ہیں الحمد اللہ ہمارا وارث بن گیا ہے، ہم بھی انہی خوش فہمیوں میں اسیر تھے۔ بقول وطن پرستان وطن عزیز علی آباد میں ایک جوان خالص جو سب کا پسندیدہ تھا اسے ہم نے اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھا اور وارث محراب ومنبر بنایا لیکن آج اس نے ہی مجھے منحرف وگمراہ مشہور کیا

اور ہماری کتابیں لینے اور پڑھنے پر پابندی لگائی ہے۔

میرے آٹھ بچے ہیں جن میں سے ایک لڑکے اور دو لڑکیوں اور ایک بھتیجے کو با اصطلاح دینی درسگاہوں سے تعلیم دلوائی ہم ان کے وارث بننے سے پر امید تھے لیکن انہوں نے وارث بننے سے انکار کر دیا۔ اس تصور کی امید کی آخرت میں کیا سزا ہے ابھی تک یہ واضح نہیں ہوا لیکن اس دنیا میں اس کی کیا سزا ہو سکتی ہے، معلوم ہو چکا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث کثیرہ میں آیا ہے جو اللہ کے قانون کے خلاف امید رکھتے ہوئے کام کرینگے، انھیں مایوس ہی ہونا ہے۔ اگر فکری وارث نوحؑ کے لئے نہیں، موسیٰؑ کیلئے نہیں، حضرت محمدؐ کیلئے نہیں تو ہم اسکی کیسے توقع کر سکتے ہیں، اگر فکری وارث بنانا ضروری ہوتا تو اللہ انبیاء کیلئے بناتا۔ چنانچہ جس کسی نے اللہ کے علاوہ کسی اور سے امید باندھی، اس کا مقدمہ و انجام مایوسی کے علاوہ کچھ نہیں۔

عزائم و امیدوں کا پورا نہ ہونا دلیل باری تعالیٰ ہے وجود اس بارے میں مثال کے لیے سورہ یوسف سے اقتباس کرتے ہیں:

۱۔ حضرت یعقوبؑ نبی نے چاہا کہ ان کا فرزند اپنے بھائیوں کے حسد اور مکاریوں میں نہ پھنسے جبکہ وہ اس مصیبت سے دوچار ہوئے۔

۲۔ برادران یوسف کی خواہش تھی حضرت یعقوب کی تمام توجہ صرف انھیں کیلئے وقف ہو جائے جبکہ وہ نفرت و بیزارگی کا باعث بنے۔

۳۔ عزیز مصر کی خواہش تھی کہ یوسف ان کے فرزند بنیں لیکن ایسا نہیں ہو سکا اور با دل ناخواستہ انھیں زندان بھیجا۔

۴۔ زوجہ عزیز مصر کی خواہش تھی ان کے مکر پر پردہ پڑے لیکن ایسا نہیں ہوا اور اللہ نے خود ان کی زبان سے اقرار جرم کروایا۔

۵۔ حضرت یوسفؑ کی خواہش تھی کہ ہر حال میں تسلیم رب ہو جائیں، اللہ کی راہ میں مشکلات برداشت کریں، ان کے خواب میں بھی نہیں تھا کہ وہ مصر کے سربراہ مملکت بنیں گے۔

معاویہ کا اپنے مرض سے پہلے خطبہ:[کامل بن اثیر ج ۴ ص ۵]

معاویہ نے اپنے مرض سے پہلے ایک خطبہ میں کہا میری مثال اس فصل کی سی ہے جو کٹائی کیلئے تیار ہے۔ میری حکومت وریاست نے تم پر طول کھینچا ہم نے آپ کو تھکایا آپ نے ہمیں تھکایا۔ہم آپ سے جدائی چاہتے ہیں اور آپ ہم سے جدا ہونے کے خواہاں ہیں۔میرے بعد کوئی ایسا نہیں آئے گا جو ہم سے اچھا ہو جس طرح کہ مجھ سے پہلے والے مجھ سے زیادہ خیر پر تھے۔کہا جاتا ہے جو شخص اللہ کی لقاء سے محبت رکھتا ہے اللہ ان سے لقاء چاہتا ہے۔اے اللہ میں تیری لقاء کا خواہاں ہوں تو میری لقاء کو پسند فرما اور اس میں مجھے برکت دے چند روز نہیں گزرے کہ مرض ان پر طاری ہوا اور اسی مرض میں وفات پائی۔آخری لحات میں اپنے بیٹے یزید کو بلایا اور اس سے کہا میں نے تمہارے بدلے میں شدید مشکلات کو برداشت کیا اور امورات تمہارے لئے مرتب کئے تمہارے دشمنوں کو تمہارے لئے ذلیل کیا عرب کی گردنوں کو تمہارے سامنے جھکایا۔جتنا میں نے تمہارے لئے جمع کیا وہ کسی اور نے نہیں کیا اہل حجاز پر نظر رکھو یہ تمہاری اصل ہیں ان میں سے جو بھی تمہارے پاس آئے ان کی تعظیم وتکریم کرو جو نہیں آتے ان کی خبر لو۔اہل عراق کو دیکھو اگر تم سے ہر دن والی بدلنے کیلئے کہیں تو انکا کہا مانو کیونکہ ایک والی کو بدلنا تمہارے لئے آسان ہے کہ تم ایک لاکھ تلوار کو اپنے خلاف پاؤ۔اما اہل شام تمہارے اہل خانہ اور محل راز ہیں اگر تمہیں کسی سے دشمنی پر شک ہوا تو ان سے مدد لو جب فتحیاب ہوں تو انہیں جلدی شام واپس لاؤ اگر یہ لوگ کسی اور جگہ پر چند دن ٹھہریں گے تو ان کا اخلاق بدل جائے گا مجھے تمہاری خلافت کے بارے میں کسی سے نزاع کرنیکا خوف نہیں سوائے قریش کے جن میں حسین بن علی،عبداللہ بن عمر،عبداللہ بن زبیر،عبدالرحمٰن بن ابی بکر شامل ہیں۔جہاں تک ابن عمر ہے تو اسے عبادت نے تھکا دیا ہے اگر سب نے بیعت کی اور تنہا وہ رہے تو وہ تمہاری بیعت کرلیں گے۔حسین بن علیؑ تھوڑے سے ہلکے ہیں،اہل عراق انہیں نہیں چھوڑیں گے اور تمہارے مقابل لائیں گے اگر انھوں نے خروج کیا اور تمہیں غلبہ ملے تو ان سے درگزر کرنا انہیں معاف کرنا کیونکہ ان کیلئے ایک رشتہ خاص ہے اور ایک عظیم حق ہے محمدؐ کے توسط سے عبدالرحمان بن ابی بکر اپنے اصحاب کو دیکھیں گے کہ وہ کیا کرتے ہیں اگر وہ نکلے تو یہ بھی انکا ساتھ دیں گے،ان کالگاؤ زیادہ تر عورتوں سے ہے صاحب لہو ولعب ہیں لیکن جو شیر کی مانند ہے اور تمہیں گرانے والا لومڑی کی طرح چالاک ہے اور جسے موقعہ ملا

تو تم پر حملہ کریگا وہ ابن زبیر ہے اگر اس نے خود حملہ کیا اور تم کامیاب ہوئے تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنا لیکن جتنا ہو سکے اپنی قوم کا خون بچانا۔

تاریخ میں مورخین نے معاویہ کے جرائم کا تذکرہ کیا ہے اور خلافت اسلامی پر ان کے شب خون مارنے کا ذکر بھی کیا ہے تاریخ اسلامی محمود شاکر ج ۴ ص ۷ پر لکھتے ہیں:

۱۔اس نے طمع و لالچ خلافت میں حضرت عثمان کو محصور چھوڑا اور ان کی مدد نہیں کی اور ان کے قتل کے بعد ان کے خون کا شعار بلند کیا یہ درحقیقت ایک سیاسی حربہ تھا جس کے تحت اس نے خلیفہ اسلامی حضرت علی کے خلاف خروج کیا اور اسی شعار سے ہی وہ اقتدار پر آیا اور اقتدار پر آنے کے بعد اپنے مطالبہ قصاص کو فراموش کیا۔ معاویہ نے حضرت علی کے مصر کیلئے نامزد والی مالک اشتر کو دھقان کے ذریعہ زہر دے کر مصر پہنچنے سے پہلے قتل کروایا ۔

۲۔حضرت علی کے قاتلوں کے بارے میں اس نے کوئی آواز نہیں اٹھائی ۔

۳۔معاویہ یا ان کے بیٹے یزید نے حضرت حسن کو ان کی زوجہ کے توسط سے زہر کھلایا جو آپ کی وفات کا سبب بنا۔

۴۔معاویہ نے حجر بن عدی جیسے نیک شخص کو زیاد بن ابیہ کے کہنے پر پابند سلاسل کر کے شام بلایا اور ان کے ساتھ ۱۹ افراد کو مرج عذراء میں روک دیا اور حضرت علی سے اعلان برات کرنے کیلئے کہا اور انکے برات نہ کرنے پر انھیں انکے چھ ساتھیوں سمیت قتل کر ڈالا۔

۵۔عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید جو شام میں بہت مقام و منزلت رکھتے تھے اور اہل شام ان کی طرف خالد بن ولید کی وجہ سے رغبت رکھتے تھے، معاویہ انہیں اپنے اور اپنے بیٹے کیلئے خطرہ سمجھتا تھا اس نے ابن اثال مسیحی سے کہا کسی نہ کسی طریقے سے انھیں قتل کریں۔ اگر ان کو قتل کر دیا تو تم سے خراج معاف کریں گے۔ چنانچہ ابن اثال نے ایک شربت کے ذریعہ انھیں قتل کیا۔

۶۔معاویہ نے سنت و سیرت پیغمبرؐ کے خلاف زیاد بن ابیہ کو اپنے باپ کا بیٹا بنایا جو شریعت میں ناجائز تھا۔

۷۔معاویہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی کی شان میں جسارت کرتا تھا۔

۸۔معاویہ نے منابر پر حضرت علی پر سب و شتم کو رواج دیا چنانچہ اس کے والی بھی حضرت علی کو منابر پر سب کرتے تھے۔ یہ سنت تا دور خلافت عمر بن عبدالعزیز جاری رہی اور انہوں نے اس پر پابندی لگائی۔

۹۔معاویہ نے پہلی بار اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کا اعلان کیا۔

۱۰۔معاویہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے بیٹے کیلئے بیعت لی۔

یزید کی ولی عہدی پر نظر:

معاویہ کا ولی عہدی کے لئے یزید کا انتخاب مورخین اور اہل تحقیق کے لیے موضوع تحلیل و تحقیق و تنقید رہا ہے۔معاویہ کے ریزہ خواروں اور ضمیر فروشوں کہ جن کی آنکھوں پر حق نابینی کی پٹی بندھی ہے کہ انکا کہنا ہے معاویہ کا یہ اقدام اپنی جگہ مستحسن عمل اور دور اندیش مصلحت پر مبنی تھا وہ اپنی اس منطق کے لئے اس بات سے استدلال کرتے ہیں چونکہ قرآن و سنت محمدؐ میں انتخاب خلیفہ کے بارے میں واضح اصول وضع نہیں ہوئے اور یہ نہیں بتایا گیا انتخاب خلیفہ کیسے ہونا چاہیے۔لہذا اسکا یہ عمل مصلحت و حکمت پر مبنی تھا۔

ا۔اس کا مطلب یہ ہوگا وحدت امت کے لئے معاویہ نبی کریمؐ سے زیادہ دردمند تھا۔

۲۔معاویہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اسلام میں پہلی بار نظام منصوصیت قائم کیا،لیکن حضرت محمدؐ کے برجستہ اصحاب نے اسے مسترد کیا، نظام منصوصیت اسلام آنے سے پہلے شاہان روم و فارس میں چلتا تھا یہی سبب ان دو حکومتوں کے اندر بوسیدگی کا سبب بنا تھا۔اسلام آنے کے بعد اس نظام کو دفنایا گیا،لیکن معاویہ نے اس کو دوبارہ زندہ کیا،انکے اس نظام کو احیاء کرنے کے بعد یہ سلسلہ ختم نہیں ہوسکا بلکہ بدتر سے بدتر حالت میں چلتا رہا،یہاں تک بنی امیہ و بنی عباس کے بعد سلاطین عثمانی اور ان کے بعد ہند کے نام نہاد بادشاہان مغل سے گزرا ہے۔اس برائی کی واضح مثال شیعوں کی ہے جو اس دن سے ابھی تک اس ملت کے انتشار و پاشیدگی اور تتر و بتر ہونے کا سبب بنے ہیں،اگر اس کی مثال کسی برائی سے دیں تو وہ شراب سے دینا مناسب ہوگا جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے﴿یہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور بہت تھوڑے سے فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ فائدے سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔۔۔اللہ اسی طرح اپنی آیات کو واضح کرکے بیان کرتا ہے کہ شاید تم فکر کرسکو﴾(بقرہ ۲۱۹)۔

۳۔اگر معاویہ کا یہ اقدام صحیح تھا تو اس کے تحت امت کو گزشتہ خلفاء کو راشدین کہنے کی بجائے معاویہ اور ان کے بعد

والوں کو راشدین کہنا چاہیے۔

۴۔ولی عہدی کے ذریعے افتراق وانتشار سے بچا جاسکتا ہے یہ ایک غلط منطق ہے کیونکہ ولی عہدی نے ایسے بدترین شگاف کی مثالیں چھوڑی ہیں جنکی مثال نہیں ملتی جیسے منصور کا اپنے چچا کا قتل، امین کا مامون کو عزل کرنا، مامون کا امین کو قتل کرنا، اسی طرح جنین شکم، طفل شیر خوار، برادر کش سب اسی نظام منصوصیت سے برآمدہ چہرے ہیں، فرقوں کی ایک شاخ اسی سے نکلی ہے۔

۵۔یہ کہنا چونکہ قرآن وسنت میں خلیفہ کے انتخاب کے لیے کوئی واضح اصول نہیں ملتے ہیں اس لئے ولی عہدی میں کوئی حرج نہیں ہے درست نہیں کیونکہ اس معاملے میں نص رسول اللہ نہ ہونے کی صورت میں یہ اہل حل وعقد کی ذمہ داری ہے۔

ولی عہدی کی یہ فکروسوچ معاویہ کے اندر کب اور کس نے ڈالی یہ ایک سوال ہے نیز معاویہ نے اس پر عمل پیرا ہونے یا اسے عملی جامعہ پہنانے کیلئے کیا تدابیر و وسائل و ذرائع استعمال کئے ہیں، اکثر علماء و مورخین اور تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے یزید کی ولی عہدی کی فکر معاویہ میں مغیرہ بن شعبہ نے ڈالی ہے۔ جیسا کہ صاحب تجارب الامم مسکویہ رازی اپنی کتاب کی ج ۲ ص ۳۴ پر نقل کرتے ہیں یہ بات اس کی سوچ میں نہیں تھی بلکہ اس سوچ کا موجد مغیرہ ہے۔

اس سلسلہ میں صاحب دولۃ امویہ شیخ محمد خضری بک اپنی کتاب کے ص ۴۴۵ پر لکھتے ہیں معاویہ نے لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لینی چاہی، یہ فکر ان کے اندر مغیرہ بن شعبہ نے ڈالی وہ یزید کے پاس گئے اور ان سے کہا بزرگ اصحاب رسول اللہ ﷺ قریش کی بڑی شخصیات اور صاحب نفوذ سب چلے گئے اب ان کی اولاد ہے ان کی اولاد میں افضل واحسن عالم بہ سنت وسیاست سب چلے گئے ہیں مجھے معلوم نہیں تمہارے باپ کو کس چیز نے روکا ہے کہ وہ تمہارے لئے بیعت نہیں لے رہا تو یزید نے کہا کیا یہ ممکن ہے تو اس نے جواب دیا ہاں یزید نے اپنے باپ کو خبر دی کے مغیرہ اس طرح کہہ رہا ہے۔ معاویہ نے مغیرہ کو بلایا اور جو کچھ یزید نے کہا تھا اس کے بارے میں پوچھا۔ معاویہ نے کہا یہ کون کرسکتا ہے اس نے کہا کوفہ کیلئے میں اور بصرہ میں زیاد اسے عملی جامعہ پہنائے گا اور ان دو شہروں کے بعد کسی کی مخالفت سے نہ ڈریں۔ معاویہ نے کہا واپس جاؤ اپنے کہے پر عمل کرو اور ان لوگوں سے بات کرو جن پر تمہیں اعتماد ہے پھر ہم دیکھیں گے کیا ہوتا ہے۔ مغیرہ کوفہ گیا اور اپنے معتمد لوگوں سے بات کی جو خاص بنی امیہ نواز

تھے بنی امیہ کو چاہنے والے تھے ان سے یزید کی ولی عہدی کے بارے میں بات کی تو انہوں نے اس کو دل وجان سے قبول کیا۔مغیرہ نے ان سے کچھ افراد کو منتخب کیا اور اپنے بیٹے موسیٰ کی سرکردگی میں معاویہ کے پاس بھیجا انہوں نے معاویہ کو یزید کی ولی عہدی کی تجویز پیش کی بلکہ اس عمل کو مستحسن قرار دیا تو معاویہ نے کہا اس میں جلدی نہ کرو اپنی رائے کو اپنے پاس رکھو یہ لوگ واپس گئے اور معاویہ کا ولی عہدی کے عزم ونیت میں استحکام آیا۔

صلابی اپنی کتاب معاویہ ص ۴۰۹ پر اصمعی سے نقل کرتے ہیں مکار اور حیلہ گر' سیاستدان چار ہیں: معاویہ روایت کیلئے'عمرو بن عاص بداہت کیلئے'مغیرہ بن شعبہ مشکلہ کیلئے اور زیاد ہر چھوٹے بڑے کے لئے ۔بعض مورخین ان نظریات کو جمع بھی کرتے ہیں ان کا کہنا ہے اس فکر کا موجد معاویہ اور مغیرہ بن شعبہ دونوں ہو سکتے ہیں کیونکہ سیاسی منصوبہ بندیاں عرصہ دراز صیغہ راز میں گزرنے کے بعد جامہ عملی پہنتی ہیں پہلے تحرکات اور مشورے شروع ہوتے ہیں ممکن ہے معاویہ کا مغیرہ شعبہ کو معزول کر کے اس کی جگہ سعید بن عاص کا تقرر اس لئے ہو کیونکہ جو بھی ہو وہ اس خاندان کا فرد ہے وہ معاویہ کی آرزوؤں اور امیدوں پر زیادہ پورا اتر سکتا ہے۔دوسری طرف مغیرہ خود مکار وہوشیار سیاستمدار تھا وہ جانتا تھا اگر ان سے بطور مستقیم یہ کام لیتے تو شاید وہ بھاری بھرکم مطالبہ کرتے اس لئے اس نے سعید بن عاص کو نامزد کرنا چاہا۔

معاویہ چاہتا تھا مغیرہ کے بدلے میں سعید بن عاص کو والی بنائے جب یہ خبر مغیرہ کو پہنچی تو مغیرہ معاویہ کے پاس آیا اور اپنے عہدے سے استعفیٰ پیش کیا، پھر یزید کے پاس گیا اور یزید کے سامنے ولی عہدی کی تجویز کو پیش کیا۔جب معاویہ کو یہ خبر ملی تو اُس نے مغیرہ کو اپنے دربار میں بلایا اور اسے دوبارہ کوفہ کا والی بنایا اور یزید کی ولی عہدی کیلئے کام کرنے کے لئے کہا۔اس نے کہا آپ نے دیکھا حضرت عثمان کے بعد کتنا اختلاف وانتشار رہا ہے اور کتنی خون ریزی ہوئی ہے، یزید آپ کیلئے اچھا خلف ہے اگر آپ کے بارے میں کوئی حادثہ پیش آیا تو یزید کو نامزد کریں تا کہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں آپ کی جانشینی سے خون نہ بہہ جائے ،فتنہ نہ ہو جائے۔

صلابی کا کہنا ہے یہ تحلیل اپنی جگہ درست نہیں کیونکہ مغیرہ نے ۵۰ ہجری میں وفات پائی جبکہ فکر ولی عہدی یزید ۵۶ ہجری میں منظر عام پر آئی ۔صلابی کہتے ہیں تاریخ میں کوئی ایسی نقل نہیں دیکھی جہاں سے معاویہ کے ذہن میں فکر ولی عہدی یزید ابھری ہو۔یہ فکر ان کے پاس ۵۰ ہجری کے بعد آئی ہے جب میدان صحابہ کبار یعنی سعد بن ابی

وقاص، سعید بن یزید بن عمرو اور امام حسن سے خالی ہوا تب یزید لشکر مسلمین کی قیادت کرکے قسطنطنیہ گیا اور وہاں قسطنطنیہ کو محاصرہ میں لایا اس دن سے معاویہ نے یزید کی خلافت کیلئے تمہید باندھنا شروع کی، بعض مورخین سفیانیوں کا کہنا ہے کہ یزید سے جنگ قسطنطنیہ سے کامیاب واپس آنے کے بعد معاویہ نے یہ فیصلہ کیا ہے یہ درست نہیں کیونکہ قیادت جنگی اور قیادت سیاسی میں فرق ہے۔

صاحب تاریخ اسلامی محمود شاکر اور رصلابی کا خیال ہے کہ صورت حال ایسی نہیں بلکہ خود معاویہ کی سوچ و دور اندیشی اور مصلحت کا تقاضا تھا۔ معاویہ اپنے وقت کا نامدار سیاست مدار و مدبر انسان تھا ایسے رجحانات جو ہر والد کے ذہن میں آتے ہیں معاویہ جیسی شخصیت کیسے ان سے بے خبر رہ سکتی تھی وہ اس کیلئے کسی کی تجویز کا محتاج نہیں تھا معاویہ نے اپنے دور کے نوابغ عمرو بن عاص، زیاد بن ابیہ اور خود مغیرہ بن شعبہ کو ذلیل خوار کردیا تھا چنانچہ دنیا میں اکثر و بیشتر والدین اپنے بیٹوں کی دنیا بنانے کے لئے اپنے لئے طبقات جہنم خریدتے ہیں اس سے بہت کم لوگ محفوظ رہتے ہیں معاویہ جس نے اپنے دور کے مکار عمرو بن عاص کی سازش کو ناکام بناتے ہوئے ان کے وفد سے یا رسول اللہ کہلوایا وہ معاویہ کیسے اس سے بے خبر رہ سکتا تھا۔

جب معاویہ نے چاہا یزید کے لئے بیعت لے تو اس نے زیاد بن ابیہ کو مشورے کیلئے بلایا تو زیاد نے عبید بن کعب نمیری سے مشورہ کیا۔ زیاد نے کہا معاویہ یزید کیلئے ولی عہدی کی بیعت لینا چاہتا ہے اور وہ ڈرتا ہے عام مسلمان اس سے نفرت کریں کیونکہ یزید کا کردار اس سے ہم آہنگ نہیں ہے بہتر ہے امیر المومنین کو یہ خبر پہنچائیں وہ اس میں جلدی نہ کریں۔

زیاد نے عبید سے کہا ہم نے تمھیں اس لئے بلایا کہ امیر المومنین نے مجھ سے یزید کی بیعت کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے وہ ڈرتے ہیں لوگ اس کو مسترد نہ کریں اور چاہتے ہیں لوگ ان کی اطاعت کریں، یزید کا اسلام سے وابستہ ہونا ضروری ہے جب کہ یزید اوباش اور آزاد ہے تم امیر المومنین سے ملو اور انھیں یزید کے بارے میں آگاہ کرو لیکن تم ان سے آہستہ بات کرنا اس میں جلدی نہ کرنا۔ دیر سے کسی چیز کو درک کرنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ جلدی کر کے ہاتھ سے جائے۔

عبید اس سے کہنے لگا اپنی رائے سے معاویہ کو ناراض نہ کرو اس کے بیٹے کی دشمنی کو مت مول لو۔ میں یزید

سے ملوں گا اسے خبر دوں گا کہ امیر المومنین نے آپ کے بارے میں بیعت لینے کیلئے مشورہ کیا ہے اور ڈرتے ہیں کہ کہیں لوگ آپ کے خلاف نہ ہو جائیں اس لیئے زیاد چاہتا ہے جو چیز لوگوں کیلئے باعث نفرت و ناراضگی ہے اسے آپ پہلے چھوڑیں تاکہ لوگوں کو آپ کے بارے میں کہنے کی کوئی بات نہ ملے اس طرح بیعت مکمل ہو جائے اور امیر المومنین کو جو ڈر ہے وہ بھی ختم ہو جائے۔ زیاد نے کہا تم نے تیر نشانے پر لگایا ہے اللہ پر بھروسہ کرکے جاؤ اگر توفیق ہوئی تو یہ ایک بڑا احسان ہے اگر غلطی ہو گئی تو دھوکہ نہیں ہوا۔

خالد بن سعید نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے جب معاویہ نے یزید کی بیعت لینی چاہی تو اہل شام سے کہا امیر المؤمنین کی موت نزدیک ہے آپ لوگ کیا مشورہ دیں گے میرے بعد صاحب امر کس کو ہونا چاہیے تو اہل شام نے کہا عبدالرحمٰن بن خالد کو نامزد کریں اس پر وہ چپ رہا۔

عبدالرحمٰن بن خالد بیمار ہوا تو ابن اثال نے طبیب کو بلایا جو روم کا بڑا طبیب تھا اس نے انہیں ایک شربت پلایا جس سے وہ مر گیا۔ عبدالرحمٰن کے بھائی نے شکایت کی تو معاویہ نے ابن اثال کو ۱۲ ہزار درہم کی بجائے ۶ ہزار درہم دیئے۔ خود یزید نے معاویہ سے اس بات کا مطالبہ کیا۔ جب ۵۳ ویں ہجری آئی تو معاویہ نے چاہا اس کے لئے بیعت لے لیں تو زیاد بن ابیہ کو لکھا ان سے مشورہ لیا کہ میں چاہتا ہوں یزید کیلئے بیعت لے لوں تو زیاد نے معاویہ کے خط پہنچنے کے بعد عبید بن کعب نمری کو لکھا کہ اس موضوع میں وہ ان کو مشورہ دے دیں ان سے کہا امیر المومنین نے مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے کہ وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ یزید کی بیعت لیں اور اسے خلافت کے لئے نامزد کریں مجھے ڈر ہے کہ لوگ ان کو پسند نہیں کریں گے، مجھ سے وہ مشورہ لے رہے ہیں۔ امر اسلام بہت پیچیدہ و بڑا ہے یزید سادہ، لاابال اور بے پرواہ انسان ہے خاص کر کے وہ شکار میں مصروف رہتا ہے آپ جا کر امیر المومنین سے ملیں اور میرا مشورہ ان تک پہنچا دیں اور یزید کی حرکات سے ان کو آگاہ کریں۔ جب معاویہ نے زیاد سے مشورہ لیا تو وہ اس کام کے خطرے کے پیش نظر نہیں چاہتا تھا کہ معاویہ کو کوئی نصیحت کرے بلکہ اس نے عبیداللہ بن کعب نمیری کے ذریعہ اپنی طرف سے ایک پیغام معاویہ کو زبانی بھیجا یہ اس کی احتیاطی تدبیر تھی تاکہ تحریری خبر فاش نہ ہو جائے۔

معاویہ نے پہلے مرحلے میں اس بات پر سوچنا شروع کیا کہ یزید کو اگر ولی عہد بنایا جائے تو اس راہ میں کیا کیا رکاوٹیں بن سکتی ہیں ان اشخاص کو سامنے لایا سب سے پہلے خود شام کے لوگوں سے نظر خواہی کی تو اہل شام نے

عبدالرحمٰن بن خالد فتوحات کثیرہ و شہسوار کے بیٹے کی تجویز دی شذرات الذہب ج ۱ ص ۵۰ حوادث ۴۰ ہجری میں لکھا ہے جس پر معاویہ نے پہلے ہی اسے زہر دے کر ختم کیا' تاریخ میں آیا ہے دوسرے مرحلہ میں امام حسن جو صلح نامہ کے تحت خود معاویہ کے دستخط سے ولی عہد مقرر ہوئے تھے انھیں ہٹایا جائے چنانچہ انہوں نے اشعث کے ذریعہ زہر دے کر امام حسن قتل کیا۔

معاویہ و حسین:۔[تاریخ اسلام ووفیات مشاہیر واعلام شمس الدین ذھبی متوفی ۷۴۸ ج ۵ ص ۳ حوادث ۶۱ ہجری]

ذہبی لکھتے ہیں جب معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کیلئے بیعت لی تو ان کی بیعت سے انکار کرنے والوں میں امام حسین تھے۔ اہل کوفہ امام حسین کو معاویہ کے خلاف خروج کرنے کی دعوت دے رہے تھے آپ اسے مسترد کر رہے تھے یہاں تک کہ بعض لوگ محمد بن حنفیہ سے متوسل ہوئے اور ان سے قیادت کرنے کی درخواست کی آپ نے بھی انکار کیا محمد بن حنفیہ امام حسین کے پاس آئے اور اہل کوفہ کی طلب کو ان تک پہنچایا تو امام نے فرمایا قوم ہمیں کھانا چاہتی ہے' ہمارا خون بہانا چاہتی ہے امام حسین اس حالت محزون و مغموم میں مستغرق رہتے تھے کہ کسی قسم کا فیصلہ نہیں کر پاتے تھے اور کبھی عدم قیام کو ترجیح دیتے تھے اور کبھی ان کی دعوت کو قبول کرنے کی طرف میل کرتے تھے۔

اسی دوران کوفہ سے میسّب بن نجبہ فزاری کی قیادت میں ایک وفد آیا اور امام حسین سے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے آپ کی رائے اور آپ کے بھائی کی رائے میں اختلاف تھا حضرت نے فرمایا انشاء اللہ میرے بھائی کو ان کی حسن نیت پر اجر دے گا اور مجھے ظالمین سے جنگ و جہاد کرنے کی نیت پر اجر دے گا۔ والی مدینہ مروان بن حکم نے معاویہ کو لکھا مجھے محسوس ہوتا ہے میں مطمئن نہیں ہوں، حسین کسی فتنے کے انتظار میں ہیں، کسی نہ کسی دن حسین سے آپ کا سامنا ہوگا معاویہ نے امام حسین کو لکھا جس انسان نے اللہ کو سامنے رکھ کر اپنا دست اطاعت دیا ہے، عہد کیا ہے، وہ لائق و سزاوار ہے کہ اپنے وعدے پر پابند رہے مجھے خبر ملی ہے۔ اہل کوفہ میں سے کچھ گروہ آپ کو اختلاف کی طرف دعوت دے رہے ہیں اہل عراق وہی لوگ ہیں۔ جنہیں آپ جانتے ہیں کہ انھوں نے آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے اللہ سے ڈریں اور اپنے عہدو پیمان کو یاد رکھیں اگر آپ نے کوئی حیلہ و چارہ جوئی کی زحمت کی تو میں بھی کروں گا۔ امام حسین نے ان کو ایک خط لکھا تمہارا خط مجھے ملا لیکن جو خط تم تک پہنچا ہے وہ اس مضمون کے خلاف ہے

میں نے تم سے جنگ کا ارادہ نہیں کیا ہے اور نہ تمہارے خلاف لوگوں کو اکسایا ہے لیکن اس ترک جہاد پر اللہ مجھ سے راضی ہو مجھے اس کی کوئی امید نہیں۔ اس امت میں اگر کوئی فتنہ کی بات ہے تو تمہارے تسلط سے زیادہ اور کوئی فتنہ نہیں ہوسکتا ہے۔

معاویہ کو جب خط ملا تو اس نے کہا وہ ہمارے ساتھ شیر جیسا مقابلہ کرتے ہیں، جویرہ بن عثمان نے نافع بن شیبہ سے نقل کیا ہے ایک دن امام حسین مکہ میں معاویہ سے ملے، آپ نے ان کی سواری کی ذمام کو موڑا اور بہت دیر تک ان سے بات کی معاویہ نے اپنی سواری کا رخ موڑا تو یزید نے کہا جو آدمی آپ کی سواری کا رخ موڑتا ہے آپ اس کی طرف کیوں جاتے ہیں تو معاویہ نے کہا چھوڑ دو شاید نہ موڑوں تو اس میں مفسد دہ نقصان ہوگا۔

تمہیدات معاویہ:

تمہیدات ولی عہدی: [تاریخ اسلامی محمود شاکر ج ۴ ص ۱۰۶]

اجتماعات سیاست میں سرپرست کی جانشینی کے حوالے سے عوام میں تین گروہ ملتے ہیں:

۱۔ جن کے مفادات نامزدگی میں ہوتے ہیں وہ اس ذریعے سے اپنا نام بنانا چاہتے ہیں۔

۲۔ جن کے مفادات دوبارہ عوام کی طرف رجوع کرنے میں ہوتے ہیں ان کا کہنا ہے اسے عوام پر چھوڑیں۔

۳۔ ایک گروہ بے رائے ہوتا ہے جو کسی بھی قسم کی رائے کو دینے سے گریز کرتے ہیں، وہ دونوں طرف سے خطرہ محسوس کرتے ہیں۔

حاضرین نے معاویہ کی نامزدگی کا معارضہ نہیں کیا، اس کے خلاف مزاحمت نہیں کی، امت نے نہیں کہا ایک ایسی شخصیت کو معین کریں جو آپ کی ذاتی خواہشات سے دور رہو اور کسی خاص خاندان سے وابستگی کی شرط نہ رکھیں۔

تقریب ولی عہدی یزید: [قصص العرب تالیف جات مولیٰ ج ۳ ص ۲۹]

معاویہ نے والیوں کو لکھا ہر شہر سے ایک گروہ انکے پاس آئے۔ معاویہ اپنے محل میں براجمان ہوا اور اپنے خاصہ سے کہا یزید کے بارے میں اظہار رائے کریں۔ سب سے پہلے ضحاک بن قیس اٹھے اس نے کہا یا امیر المومنین آپ کے بعد لوگوں کے لئے ایک والی چاہیے جہاں وہ صبح و شام ان کی طرف رجوع کریں اللہ نے فرمایا ہے وہ ہر آن

میں نئی شان میں ہے یزید فرزند امیر المومنین اپنی شرف خاندانی اور اعتدال سیرت کے حوالہ سے علم میں ہم سب سے زیادہ عاقل اور عالم ہے آپ انھیں اپنا ولی عہد بنائیں تا کہ ہم آپ کے بعد ان کی طرف رجوع کریں۔

انکے بعد عمر بن سعید اٹھا کہا ایھا الناس یزید وہ ہے جس سے آپ نے اپنی امیدیں وابستہ کی ہیں اگر آپ انکی وسعت عدلی کی طرف جائیں گے ان کی طرف رخ کریں گے تو آپ کو بے نیاز کرے گا یہ بلند ترین بزرگی کا مالک ہے امیر المومنین کا خلف ہے۔معاویہ نے کہا ابا امیہ بیٹھو آپ نے بہت اچھے انداز اور تفصیل کے ساتھ رائے دی اس کے بعد یزید بن مقفع اٹھا معاویہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا اگر یہ ہلاک ہو جائیں پھر یزید کی طرف اشارہ کر کے کہا اگر اس کا کوئی انکار کرے تو تلوار کی طرف اشارہ کیا معاویہ نے کہا بیٹھو تم سید خطباء ہو۔پھر احنف بن قیس نے کہا یا امیر المومنین آپ یزید کے دن و رات سے واقف و آگاہ ہیں سر و اعلانیہ سے واقف ہیں وہ کہاں جاتا ہے اور کہاں سے آتا ہے آپ جانتے ہیں اگر آپ کے اس عمل میں اللہ کی رضایت ہے اس امت کی مصلحت ہے تو لوگوں سے مشورہ نہ کریں اگر آپ یزید کو اس کے خلاف پاتے ہیں تو اس کی دنیا میں معاونت نہ کریں آپ آخرت کی طرف جارہے ہیں اسکے بعد لوگوں نے یزید کی بیعت کی شام و عراق میں بیعت مکمل ہوئی تو معاویہ نے مروان بن حکم جو مدینہ میں تھا اس کو لکھا اہل مدینہ کو یزید کی بیعت کی طرف دعوت دیں کیونکہ اہل شام و عراق نے اس پر اتفاق کیا ہے ان کی بیعت کی ہے۔مروان نے اہل مدینہ کو معاویہ کا خط سنایا اور کہا امیر المومنین موت کے نزدیک ہیں ان کی ہڈیاں جواب دے رہی ہیں وہ ڈرتے ہیں کہیں اللہ کا حکم نہ آجائے اور لوگ بغیر راعی رہ جائیں وہ چاہتے ہیں لوگوں کے لئے کوئی امام نصب کریں لوگوں نے کہا اللہ امیر المومنین کو توفیق دے وہ ایسا کریں۔اس نے معاویہ کو حالات سے آگاہ کیا جواب میں معاویہ نے کہا اب یزید کا نام لے لو۔

مروان نے یزید کا نام لیا اور کہا یہ سنت ابا بکر ہے اس پر عبد الرحمٰن بن ابی بکر نے کہا تم نے جھوٹ بولا ابا بکر نے اہل و عشیرہ کو چھوڑا اور خلافت کو کسی اور خاندان میں دیا تھا جس کا دین و امانت سب جانتے تھے اور تم نے امت محمد کے لئے ایسے فرد کو انتخاب کیا جو کہ اہل بھی نہیں اور خاندان سے بھی ہے تم نے جھوٹ بولا اور معاویہ نے بھی جھوٹ بولا ہے۔کیا تم ہمارے درمیان روم کی سنت کو زندہ کرو گے جہاں ایک ہرقل مر جائے تو اس کی جگہ دوسرا ہرقل آجاتا ہے۔مروان نے کہا ایھا الناس یہ متکلم وہ ہے جس کی شان میں اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے اذ قال والدین اف لکما

سورہ الاحقاف ۔ ۱۷ تو عبد الرحمٰن نے کہا اے ذرقہ ہمارے بارے میں آیت قرآن کی تاویل کرتے ہو پھر امام حسین اٹھے، امام حسین عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر سب نے بیعت یزید کو مسترد کیا۔ مروان نے معاویہ کو تفصیل سے لوگوں کے ردِعمل سے آگاہ کیا جب معاویہ کو ان حالات کی خبر ملی تو وہ خود ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ آیا۔ جب مدینہ کے قریب ہوا لوگ اس کے استقبال کے لئے نکلے جب ان کی نظر حسین پر پڑی تو کہا مرحبا سید شباب المسلمین پھر عبد الرحمٰن بن ابی بکر کیلئے کہا مرحبا شیخ قریش اور اس کے سید و فرزند صدیق ابن عمر کے لئے کہا مرحبا صاحب رسول اللہ فرزند فاروق پھر زبیر کیلئے کہا مرحبا ابن حواری رسول اللہ۔ ہر ایک کیلئے سواری لائی گی یہاں تک کہ وہ مکہ آیا۔ اس نے ایک منبر کعبہ سے قریب نصب کیا اور حسین، عبد الرحمٰن بن ابا بکر، ابن عمر، ابن زبیر سب کو جمع کیا اس نے ابن زبیر سے کہا اپنے کلام سے ہماری حمایت کرو میری مخالفت نہ کرو ابن زبیر نے اس سے کہا ہم آپ کو تین چیزوں میں سے ایک کو اپنانے کا اختیار دیتے ہیں: پہلا آپ اس پر عمل کریں جس پر رسول اللہ نے عمل کیا کہ پیغمبر چلے گئے کسی کو خلیفہ نہیں چھوڑا آپ بھی اس امر کو لوگوں پر چھوڑیں وہ خود منتخب کریں گے۔ دوسرا ابا بکر کی طرح ایک ایسے فرد کے سپرد کریں جو قریش کی آخری پشت سے ہو، اپنے فرزندوں اور اپنی قوم سے کسی کو منتخب نہ کریں یا تیسرا عمر کی سیرت پر چلیں چھ رکنی شوری بنائیں اور انہی میں سے انتخاب کریں معاویہ نے کہا اس کے علاوہ آپ لوگ کیا کہتے ہیں لوگوں نے کہا ہم وہی کہتے ہیں جو ابن زبیر نے کہا ہے معاویہ نے کہا اللہ کی قسم جس کسی نے میری بات کو رد کیا، وہ یہاں سے سالم نہیں جائے گا اس کا سر بدن سے جدا ہوگا ان سرکردہ افراد کے قریب دو دو آدمی کھڑے کر دیئے اور حکم دیا جس کسی نے میری بات کے خلاف کوئی بات کی فوراً اس پر حملہ کرو اور اسے قتل کر دو۔

اس کے بعد معاویہ منبر پر آیا، اہل شام اس کے گرد جمع ہوئے حمد و ثناء کے بعد کہا ہم نے لوگوں کی باتیں سنیں جو زیادہ مشکل و معیوب ہیں حسین و عبد الرحمٰن بن ابی بکر اور ابن زبیر اور ابن عمر مسلمانوں کے رئیس ہیں، ان کے بڑے خاندان ہیں، ہم ان سے کٹ کر کوئی فیصلہ نہیں کرتے، میں نے ان کو دعوت دی ہے تو سب نے میری بات سن لی ہے اور میرے سامنے جھک گئے ہیں آپ لوگ بیعت کریں اور تسلیم کریں۔

لوگوں نے ان کی ملامت کی کہ آپ لوگ کیوں چپ رہے تو انھوں نے کہا ہم نے بیعت نہیں کی بلکہ انہوں نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا۔ معاویہ حج کے لئے ۵۶ھ کو گیا اور مروان کو بلا کر کہا حسین کے بارے میں کچھ مشورہ دو

تو اس نے معاویہ کو مشورہ دیا کہ حسین کو اپنے ساتھ لے جاؤ انھیں اہل عراق سے دور رکھو تو معاویہ نے کہا تم چاہتے ہو کہ تم ان سے راحت میں رہو اور ساری مصیبت میری گردن پر پڑے۔ اگر تم ان کو ناراض کرو گے تو تم نے صلہ رحمی کاٹی ہے اگر تم نے صبر کیا تو تم کو کسی مصیبت پر صبر کرنے کا اجر ملے گا۔

پھر سعید ابن عاص کو بلایا ان سے کہا مجھے حسین کے بارے میں مشورہ دو اس نے کہا میرے خیال میں آپ ان کے بارے میں نہ ڈریں آپ کیلئے ان کی طرف سے کوئی خوف نہیں ہے حسین کو اپنے حال پر چھوڑیں وہ جہاں سے پانی پینا چاہتے ہیں پینے دیں جہاں جانا چاہتے ہیں جانے دیں آسمان تو ان کے ساتھ نہیں جائے گا معاویہ نے کہا تم نے صحیح بات کی۔ اے بنی امیہ میں تمہیں اختیار دینا چاہتا ہوں جب تک تم اپنی سلطنت کی تعظیم کرو گے یہ حکومت تم سے نہیں جائے گی، اگر ہر ایک نے اس کے لئے آرزو کی تو اطراف میں موجود عبد المطلب کی اولاد اور خاندان والے تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور لوگ کہیں گے آل رسول اللہ خلافت تمہارے لئے ہے جو منجنیق کے پتھر جیسی ہے جو آگے جائے گا پیچھے پلٹ کر نہیں آئے گا۔

معاویہ نے ساتھ ہی دیگر والیوں کو یزید کی تعریف و ستائش میں لکھا اور ان سے کہا تم لوگ وفد کی صورت میں ہمارے پاس آؤ اور ہمیں یزید کے بارے میں تجویز دو۔ ان میں محمد بن عمر بن حزم مدینہ سے آئے احنف بن قیس بصرہ سے محمد بن عمرو نے معاویہ سے کہا ہر راعی اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے آپ دیکھو کس کو امت محمد پر مسلط کرتے ہو کس کو راعی بناتے ہو جب لوگ جمع ہوئے تو معاویہ نے ضحاک بن قیس فہری سے کہا میں کچھ کہوں گا جب میں چپ ہوں جاؤں تو تم لوگوں کو بیعت یزید کی طرف دعوت دینا اور مجھ سے مطالبہ کرنا جب معاویہ منبر پر آیا اور لوگوں سے مخاطب ہوا اسلام کی عظمت کو بیان کیا اور خلافت کے مقام و منصب کو بیان کیا، حق خلافت کو بیان کیا اور اولی امر کی اطاعت کو بیان کیا پھر یزید کی صفات اور مناقب کو بیان کرنے کے ساتھ اس کی سیاست شناسی کو بیان کیا پھر اس کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ ضحاک نے اپنی جگہ سے اٹھ کر حمد و ثناء کے بعد کہا یا امیر المومنین لوگوں کے لئے آپ کے بعد ایک والی ہونا چاہیے ہم نے آزمائش کی، یزید ہم میں سب سے افضل ہے اسے ہی ولی عہد بنائیں۔ معاویہ نے احنف بن قیس سے کہا یا ابا بحر آپ کچھ کہیں تو احنف بن قیس نے کہا اگر سچ بولوں تو آپ سے ڈر ہے اگر جھوٹ بولوں تو اللہ سے خوف ہے۔ آپ امیر المومنین ہیں آپ یزید کے دن و رات سے واقف ہیں وہ کہاں جاتا ہے کہاں سے آتا

ہے آپ اللہ اور امت کیلئے ان کو اچھا سمجھتے ہیں تو کسی سے مشورہ نہ کریں اگر آپ اسے اہل نہیں سمجھتے تو آپ دنیا کو اس کیلئے نہ چھوڑیں آپ آخرت کی طرف جارہیں اس کے گناہ میں معاون نہ بنیں، ہماری کوئی حیثیت نہیں ہمیں صرف اطاعت کرنی ہے۔

ولی عہدی معاویہ: [دولۃ امویہ ص ۴۴۷]

شیخ محمد خضری بک معاویہ کو امت کے انتشار وافتراق واختلاف سے بچانے کا داعی پیش کرتے ہیں، وہ اسکی چند توجیہات پیش کرتے ہیں:

۱۔جب دین وشریعت میں انتخاب حاکم کیلئے کوئی قاعدہ واصول وضع نہیں اور اہل حل وعقد نے ازخود کسی کو نامزد کیا تو خود خلیفہ کا اپنے مرنے سے پہلے کسی فرد کو انتخاب کرنے میں کیا حرج ہے بلکہ اس سے اختلاف کا خاتمہ ہوتا ہے جو امت پر حاکم جور سے بہتر ہے جس سے امت منتشر اور اختلافات کا شکار ہو جائے۔

۲۔معاویہ نے اس میں استبدادی روش اختیار نہیں کی اور نہ امت سے ہٹ کر کوئی فیصلہ کیا بلکہ اطراف واکناف سے وفود ونمائندوں نے خلیفہ وقت سے تقاضہ کیا کہ آپ اپنے بیٹے کو اپنے بعد کیلئے خلیفہ معین کریں تو معاویہ نے اپنے بیٹے کو اپنی طرف سے معین کیا۔یہ دونوں باتیں قابل نقد وانتقاد ہیں جیسے:۔

۱۔اسلام میں لوگوں کے حقوق ان کے حدود حدود تصرف معین ہیں اور یہ چیزیں اسلام میں واضح صورت میں بیان ہوئی ہیں لیکن اسے کون نافذ کرے گا کیا اس کی صفات اور شرائط بیان نہیں ہوئیں یا اسلام میں کوئی نظام حقوق اور حدود کا تعین ہی نہیں ہوا۔یہاں دو فارمولے ہیں۔

۱) ایک فارمولہ یہ ہے نبی کریم جنھوں نے ایک طویل عرصہ حقوق وحدود کو نافذ کیا دیکھیں کہ آپؐ یہ کیسے نافذ کرتے تھے۔اسی طرح نبی اکرمؐ کی صفات سے قریب فرد کو اس کیلئے منتخب کرنا چاہیے۔

۲) جب حدود وقیود دین میں موجود ہیں تو جس کو نفاذ کیلئے منتخب کریں گے اگر اس کی شرائط وصفات بیان نہیں ہوئیں تو یقیناً اس شخص کو انتخاب کریں گے جو ان حدود وحقوق سے عارف وآشنا ہوگا اور اس پر خود پابند ہونے کا عزم وارادہ رکھتا ہوگا لہٰذا یہ کہنا دین وشریعت میں اس کا تعین نہیں ہوا یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے ٹھیک ہے فرد خاص کا ذکر نہیں لیکن یہ بات

تو روز روشن کی طرح واضح وعیاں ہے کہ اسلام وشریعت کو صرف شخص نافذ کرسکتا ہے جو اسلام شناس او راسلام پر کاربند ہو۔لہذا اسلام شناس اور قرآن وسنت پر دوسرے سے زیادہ عمل کرنے والا اور چھوٹی بڑی تمام برائیوں سے دور رہنے والا ہی منصب خلافت سنبھالنے کا اہل ہوگا،وہی جو شخص اسلام سے آگاہی نہ رکھتا ہو اور لا ابالی بلکہ منہیات اسلام میں مصروف ومشغول رہتا ہو تو ایسے فرد کی نامت کی طرف سے اور نہ ہی حاکم کی طرف سے نامزدگی صحیح ہے۔

۲۔آپ کا یہ کہنا کہ اطراف واکناف سے وفود آئے اور انہوں نے یہ تجویز دی یزید اس منصب کیلئے لائق وسزاوار وصالح ہے اور ہم سے وہ کہیں بہتر ہے امت میں اس جیسا کوئی نہیں یہ ایک جھوٹ ہے۔ان لوگوں نے سرکاری تملق چاپلوسی ذاتی مفادات یا خود حاکم کی دھمکی اور طمع ولالچ کی بنیاد پر یہ رائے دی چنانچہ خلفاء بنی امیہ اپنی اولادوں کو نامزد کرنے کے لئے پہلے کو معزول کرنے میں مخالفت کرنے والوں کو فورا برطرف اور قتل یا حبس کرتے تھے ورنہ ان مشیروں سے کئی گناہ بہتر ذوات موجود تھیں اور وہ سب اس فکر کے مخالف تھے۔

۳۔اس فکر کے حامیوں نے کہا ہے کہ یہ عمل امت کو افتراق وانتشار سے بچانے کیلئے بہتر ہے جبکہ بدترین جسارت آمیز نتائج نے اس ولی عہدی کے نظام سے جنم لیا اور یزید کو ولی عہد بنانے پر اسلام ومسلمین کو نے انتہا نقصانات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

یہ منطق انتہائی بے ہودہ بے بنیاد بلکہ خلاف عقل ونقل ہے کہ انتخاب خلافت کے بارے میں صریح ہدایات نہیں آئیں لہذا خلیفہ وقت کو یہ حق پہنچتا ہے وہ از خود ولی عہد منتخب کرے کیونکہ انسانوں کے جان ومال کے بارے میں فیصلہ کا حق اسے ہے۔

۱۔عام انسان پر یا اس کی جان ومال ومقدرات پر فیصلہ کرنے کا حق دو اطراف میں سے ایک کو حاصل ہے،اس سلسلے میں تیسرا کوئی فریق نہیں ہے۔

۲۔حق صرف اللہ کو ہے لہذا قرآن کریم میں اطیعوا اللہ آیا ہے اطاعت صرف اللہ ہی کی ہے یا وہ جس کی اطاعت کرنے کا حکم دے اس کی اطاعت ہے۔

۳۔اس قاعدے کے تحت جسے نقصان اٹھانا ہے فائدہ بھی اسی کو ہونا چاہیے،حکومتوں میں نقصان عوام کا ہوتا ہے کیونکہ ان کی کمائی سے وہ حاکم بنتے ہیں لہذا فائدہ بھی انہی کو حاصل ہونا چاہیے یعنی حاکم کا عوام کی طرف سے منتخب ہونا

ضروری ہے۔

۴۔خلیفہ کو اپنے بعد کسی کو نامزد کرنے کا حق اس وقت بہتر اور جائز ہو سکتا ہے جب وہ غیر جانبدار رہ کر یہ فیصلہ کرے اور اس میں جانبداری کا شائبہ تک نہ ہو، جیسا کہ خلیفہ اول نے اپنے خاندان میں وارث ہوتے ہوئے کسی اور خاندان سے انتخاب کیا ہے یا خلیفہ دوم نے کمیٹی تشکیل دی اور یہ حق انکے سپرد کیا۔

۵۔قوم کی برگزیدہ و برجستہ شخصیات کے مشورے کے خلاف نامزدگی کے بعد امت اسلامی نے اسے غیر احسن قرار دیا کیونکہ اس عمل نے امت میں ہمیشہ کے لیے ملت کی مختاریت کے دروازے بند کر کے استبدادی دروازہ کھولا۔

۷۔ولی عہدی کی برائی کا سلسلہ تنہا حاکموں تک نہیں رہا بلکہ اس نے حاکم کے خاندان میں بھی شگاف وخونریزی اور حسد و کینہ کا دروازہ کھولا۔

۸۔اس عمل سے آزادی اصلاح اہلیت وصلاحیت جیسے تصورات ہمیشہ کے لیے مدفون ہوئے یہاں تک کہ نابالغ اور طفل شیر خوار بھی اس ولی عہدی کی چھت میں داخل ہوئے۔

ولایت عہد: [تاریخ دولۃ امویہ ص]

حکومت واقتدار بنی امیہ میں کسی قسم کی جمہوریت انتخاب ملت اور شراکت امت نامی کوئی چیز نہیں ملتی اور نہ ہم انھیں سلطان عادل اور محبوب ملت کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بزور طاقت وقدرت یہاں تک پہنچے ہیں مثلاً معاویہ بن ابی سفیان، مروان بن حکم، یزید بن ولید، مروان بن محمد نے اپنی طاقت وقدرت سے اقتدار حاصل کیا۔ معاویہ کو اہل شام نے منتخب کیا ان کی ذریعہ ان کے پشت پناہی میں اور ان کے بازو سے ان کیلئے دیگر علاقے تسخیر ہوئے جسے بعد میں اجماع امت کا نام دے دیا گیا۔ اسی طرح مروان شام کے بعض حصوں پر نصف اہل شام کے توسط سے غالب آیا۔ اس کے باقی حصہ پر بعد میں عبد الملک بن مرواں نے اپنی طاقت وقدرت سے اقتدار حاصل کیا۔ یزید ثالث نے اپنے چچازاد ولید بن یزید کے خلاف خروج کیا اسے قتل کیا اور خود اس پر قابض ہوا۔ مروان بن محمد نے یزید بن ثالث کی موت کے بعد از خود اپنی طرف دعوت دی ایک گروہ نے اس کی بیعت کی اور بعض نے اس کی مخالفت کی یہاں تک اس کی حکومت انہی کے ہاتھوں ختم ہوئی۔

ان کے ہاں ولی عہدی میں بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ خلیفہ اپنی حیات میں اپنے ولی عہد کیلئے اپنی طاقت و قدرت اور استبداد سے بیعت لیتے تھے جوں ہی خلیفہ مر جاتا تو دوبارہ برائے نام پہلے عہد کی تائید و تاکید میں ایک رسمی بیعت لی جاتی پہلے اس مرحلہ میں خود بنی امیہ کے خاندان کے امراء برسر اقتدار شراکت داروں سے بیعت لیتے تھے پھر اپنے قائدین لشکر کے ذریعہ بیعت لیتے تھے اور دارالخلافہ میں بیعت مکمل ہونے کے بعد دیگر علاقوں کے امراء سے بیعت لیتے پھر یہ امراء اپنے ماتحت علاقوں کے امراء سے بیعت لیتے۔ابتداء میں بیعت کا مضمون یہ تھا خلیفہ کے فرمان کو سنیں گے انکی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے۔اللہ کی کتاب قرآن اور سنت رسولؐ پر عمل کریں گے لیکن یہ طریقہ بیعت بھی اس وقت ختم ہوا جس وقت مسلم بن عقبہ مری نے اہل مدینہ سے بیعت لیتے وقت کہا کہ ہم بیعت کرتے ہیں کہ ہم سب یزید کے غلام ہیں یزید کو حق ہے کہ ہماری جان و مال و اولاد سب پر حکمرانی کرے۔بزور طاقت و قدرت برسر اقتدار آنے والوں کے چہرے عامۃ الناس کیلئے مکروہ و مبغوض ہوتے ہیں لہٰذا یہ حکمران عوام کی زبان کھلنے سے خوفزدہ رہتے ہیں اس لئے وہ عوام اور اپنے درمیان حجاب در حجاب قائم کرتے ہیں،اس سلسلے میں اب تک کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔اگر ہم ان کے اقتدار کا خلفائے راشدین کے اقتدار سے موازنہ کریں گے تو دنیا کو پتہ چلے گا کہ خلفائے راشدین کس صفت کے انسان تھے۔

آپ خلفائے راشدین کے اقتدار میں آنے کے بعد عوام سے ان کے پہلے خطاب کے کلمات سنیں اور ان کے عوام سے ارتباط کے بارے میں دیکھیں تو نہ خلفاء اور عوام کے درمیان حجاب پائیں گے اور نہ ان تک رسائی میں کوئی رکاوٹ جبکہ انکے بالمقابل خلفائے اموی کا دور دیکھیں تو معلوم ہوگا جس طرح بادشاہوں تک رسائی مشکل ہوتی ہے اسی طرح ان خلفاء تک پہنچنا بھی انتہائی مشکل تھا،حضرت عمر بن خطاب منبر پر کہتے تھے اگر تم میں سے کسی نے میرے اندر کراہت و برائی دیکھی تو اسے سیدھا کر دے۔خلفائے راشدین بازاروں میں جا کر لوگوں کو امر و نہی کرتے اور ناپ تول کو دیکھتے تھے جبکہ عبدالملک بن مروان جب اقتدار پر آیا تو اس نے اپنے ابتدائی خطبہ میں کہا آج سے کوئی مجھے تقویٰ کا حکم دے گا تو میں اس کی گردن اڑاوں گا۔

معاویہ ابن ابی سفیان کے بارے میں تحفظات:

۱۔معاویہ نے اپنے باپ کے ساتھ دعوت اسلام کی مزاحمت میں ایک طویل عرصہ گزارنے کے بعد فتح مکہ کے موقع پر بادل نخواستہ اسلام قبول کیا اور وہاں سے مدینہ آیا اس طرح دس سال بعد صحابہ کی فہرست میں شامل ہوا۔

۲۔معاویہ نے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان بن عفان جو خاندان بنی امیہ سے تعلق رکھتے تھے کو اپنی خلافت کی خواہش میں دشمنوں کے نرغے میں تنہا چھوڑا اور ان کی کسی قسم کی معاونت نہیں کی۔

۳۔معاویہ کے خلیفہ مسلمین کے خلاف خروج روز روشن کی طرح واضح ہے جہاں انھوں نے حضرت علی کو بغیر کسی ثبوت کے انتقام خون عثمان کا نشانہ بنایا۔

۴۔معاویہ نے خلیفہ مسلمین امام حسن کے خلاف بغاوت کی اور طاقت وقدرت اور دھوکے سے امام حسن کو صلح کرنے پر مجبور کیا۔

۵۔معاویہ نے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو مرج عذرا میں قتل کیا۔

۶۔معاویہ نے زیاد ابن ابی کو شریعت اسلام کے ثابت شدہ حکم کے خلاف اپنے باپ سے منتسب کیا۔

۷۔معاویہ نے امام حسن کے ساتھ جو صلح کے نکات طے ہوئے تھے خود ان کے بقول سب کو پاؤں کے نیچے روندنے کا اعلان کیا۔

۸۔معاویہ نے پہلی بار نظام خلافت کو موروثی بنانے اور نسل میں چلانے کے لیے نظام ولی عہدی کو امت کی رضایت کے بغیر نظام خلافت میں شامل کیا۔

۹۔معاویہ نے اپنے بعد خلافت کو اپنے خاندان میں رکھنے کی خاطر عبدالرحمن اور امام حسن کو زہر دے کر قتل کیا۔

ان نکات کو سامنے رکھنے کے بعد معاویہ کے پاس کون سے کارنامے تھے جن کی بنیاد پر وہ خلیفہ مسلمین قرار پائے اور صاحب وحقدار تجلیل وتکریم قرار پائے۔

معاویہ کی موت: [تاریخ دولۃ اسلامی ص۱۰۳]

معاویہ کو جمادی الآخر میں شدید مرض لاحق ہوا، یزید اس وقت شہر سے غائب تھا اس نے اس وقت دو

آمیوں کو بلایا اور ان کے ذریعے یزید کو وصیت کی جس میں یزید سے خطاب کیا:

"اے بیٹے میں نے تمہاری سختیاں اور مشکلات سب کو اپنے کاندھے پر لے کر تمام امور کو تمہارے لیے آسان بنا دیا ہے۔اہل حجاز کی طرف دیکھو یہ تمہاری اصل ہیں ان کا احترام کرو اہل عراق اگر تم سے ہر دن والی بدلنے کا کہیں تو بدل دینا کیونکہ ایک والی کو بدلنا تمہارے لیے آسان ہے کہ ایک لاکھ تلوار کے خلاف جنگ کرو۔اہل شام سے اپنے دشمن کے خلاف مدد لو اہل شام تمہارے رموز و اسرار ہیں۔میں تمہاری خلافت کے بارے میں ان قریشیوں کے علاوہ کسی سے خوف نہیں رکھتا جن میں حسین ابن علی،عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن زبیر شامل ہیں۔عبد اللہ ابن عمر ایک ضعیف انسان ہے عبادت نے اسے کمزور کر رکھا ہے یہ لوگوں کی اکثریت کو دیکھیں گے اگر اکثریت تمہاری بیعت کرے گی تو وہ تمہاری بیعت کریں گے لیکن حسین کو اہل عراق نہیں چھوڑیں گے وہ ان کو گھر سے نکالیں گے اگر تمہیں کامیابی حاصل ہوئی تو ان سے صرف نظر کرو وہ تمہارے صلہ رحم سے ہیں تمہارے اوپر ان کا بڑا حق ہے وہ رسولؐ کے قریب ہیں۔

خلیفہ بن خیاط لکھتے ہیں مجھے جویرہ بن اسماء نے کہا ہے انھوں نے بعض شیوخ اہل مدینہ سے گفتگو کرتے ہوئے سنا ایک دن معاویہ نے یزید کو بلایا اور اس سے کہا تمہیں ایک دن اہل مدینہ کا سامنا کرنا ہے اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کا مقابلہ مسلم بن عقبہ سے کرنا کیونکہ ہم اسے آزما چکے ہیں۔جب اہل مدینہ نے یہ کام کیا تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو ان کی طرف روانہ کیا۔

حاکم کی خوبیاں اور خامیاں:

ایک حاکم کو اچھا نیک و صالح کہنے اور سمجھنے کیلئے کس معیار اور کسوٹی سے گزارنا ضروری ہے یا وہ کون سے معیارات ہیں جن سے صحیح اور غلط کی پہچان ہو سکے۔عقل و منطق کے تحت صحیح و صالح حاکم و حکومت کی شناخت دو چیزوں میں ہے۔

۱۔حاکم قانون کا پابند و پاسدار ہو اور معاشرے میں قانون کی نگرانی و پاسداری کرے۔قانون نافذ کرنے میں افراط و تفریط کا رویہ نہ اپنائے۔

۲۔تمام رعایہ بشمول حکومتی انتظامیہ و کابینہ سب کو مساوی عدالت مہیا کرے۔

۳۔ مخالفین و معارضین، حکومت و حاکم کو چیلنج کرنے والوں اور حکومت کی مزاحمت کرنے والوں کو یا بغاوت کرنے والوں کو قانون کے اندر رہتے ہوئے سزا دے۔
قانون سے بالاتر تشدد اور انتقامی کاروائیاں نہ کرے یا غصہ آمیز سزا نہ دے حتیٰ مجرمین کو بھی سزا قانون کے اندر رہتے ہوئے دی جائے۔
۴۔ مصلحت اجتماعی کو مصلحت افرادی پر مقدم رکھے۔ اس قسم کے حاکم تاریخ میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔
نوشیروان کو عادل بادشاہ کے نام سے متعارف کرایا جاتا ہے لیکن اس کے وزراء اور فوجی قائدین جس طرح مملکت کی دولت سے مستفید اور لطف اندوز ہونے کے ساتھ ذخیرہ اندوزی کرتے لیکن احتساب سے بالاتر ہوتے تھے۔ لہٰذا حکومت کی خرابی اور بُرائی میں ایک یہ بات بھی مدنظر رکھی جاتی ہے کہ آیا حکومتی انتظامیہ اور کابینہ جو اخراجات کرتی ہے وہ ضرورت کے تحت ہوتے ہیں یا ان کی عیاشیاں اور ذخیرہ اندوزیاں اتنی زیادہ ہوگئی ہیں جن کا حساب نہیں لگایا جا سکتا۔ لہٰذا ان کی کوئی عقلی و قانونی سند نہیں ہے۔
تاریخ بشریت میں صحیح حاکم کا کامل نمونہ رسول اللہؐ ہیں اور ان کے بعد اصحاب برجستہ ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے وہ آپس میں رحمدل ہیں اور کافرین کے لئے سخت ہیں۔ ان کے ادوار حکومت میں قانون کا نفاذ حاکم و رعایا کے لئے یکساں تھا۔ وہ خود قانون کے پاسدار بھی تھے اور قانون کے نفاذ میں عدالت کو بھی مدنظر رکھتے تھے۔ ان میں خلیفہ اوّل خلیفہ دوم اور خلیفہ چہارم شامل تھے۔ لیکن خلیفہ سوم کے بارے میں تاریخ میں ہے ان کے ابتدائی چھ سال امن و امان سے گزرے ہیں لیکن ان کی نرم مزاجی اور بڑھتے ہوئے غنائم جنگی اور مالیات و خراج میں ضرورت سے زیادہ تقسیم شامل ہے جبکہ شخصیات برجستہ کا لوگوں سے گھل مل کر رہنے اور ان پر کوئی نگرانی نہ کرنے والوں کا محاسبہ نہ کرنے کا عمل نقائص و عیب میں شمار ہوتا ہے۔ ایک حاکم کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، ان کی اسی نرمی او رمال میں ضرورت سے زیادہ تقسیم میں شخصیات کی آزادی نے لوگوں میں آپ کی حکومت کے خلاف اٹھنے کی جرأت و جسارت پیدا ہوئی۔ اگرچہ قرآن و سنت میں ان کے اس عمل کی واضح مخالفت نہیں ملتی ہے لیکن حاکم کے لئے ضروری ہے احتمال خطرات سے بھی بچاؤ کیا جائے لیکن اپنی دیگر خوبیوں کی بناء پر یہ دور راشدین میں شامل ہیں جبکہ اس کے بعد دور ضلالہ تھا۔

دور ضلالہ میں امیر معاویہ سے لے کر آخری خلیفہ عباسی تک سوائے اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے خلفاء و وزراء کی ذخیرہ اندوزیاں اور حکومت کے حامیوں کی خواہشات اور درخواست کو پورا کرنے کی کوئی حدود و قیود نہیں تھیں۔ یہ وہ عیب اور نقص ہے جو دور ضلالہ کے تمام حکمرانوں میں موجود تھا۔ بطور مثال اگر چہ حضرت عثمان کے دور میں بیت المال کی تقسیم میں خرابیاں موجود تھیں لیکن ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کے پاس کتنا مال و دولت جمع تھا اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔

دور ضلالہ کے حکمرانوں نے اپنے مخالفین کو دبانے کے لئے قانون کی حدود سے باہر ہو کر قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی مخالفت کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کافر دشمن کو بھی عدالت سے محروم نہ کیا جائے۔ وہ مخالفین پر تشدد برتتے تھے اور انتقامی جذبہ رکھتے تھے بطور مثال معاویہ نے اپنے مرتے وقت اپنے بیٹے یزید کو یہ نصیحت کی تھی کہ دیکھو ہم نے اہل عراق کی تمام شکایات کے باوجود بصرہ میں ثمرہ بن جندب اور کوفہ میں زیاد بن ابیہ کو طویل مدت تک ان پر مسلط رکھا تا کہ ہماری حکومت ان کی وجہ سے خطرات سے محفوظ رہے جو کہ معاویہ کی رحمدلی و نرم دلی اور عفو و درگزر کے دعویٰ پر سیاہ داغ ہے۔ بیت المال مسلمین کے حوالے سے معاویہ کی اپنی زندگی بھی اسراف و تبذیر پر مبنی تھی اور وہ حکومت کے حامیوں کو بھی کثیر مال دیتا تھا بطور مثال اپنے اقتدار کے دوام و بقاء کی خاطر وہ عمرو ابن العاص سے مصر کے خراج سے کچھ نہیں لیتا تھا، اس نے مصر کو اس کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ لہٰذا مصر کے خراج سے مرکز کو کچھ نہیں ملتا تھا۔

زوجات اور اولاد معاویہ:

ا۔ میصون بن بجدل کلابی سے یزید پیدا ہوا بعض کا کہنا ہے اس سے ایک بیٹی بھی پیدا ہوئی ہے۔

۲۔ فاختہ بن قرضہ بن عبد عمر بن نوفل بن عبد مناف سے عبدالرحمٰن اور عبداللہ پیدا ہوئے، کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن چھوٹی عمر میں وفات پا گیا۔

۳۔ نائلہ بن عمارہ کلابیہ جسے اس نے طلاق دی۔

یزید کے قیادتِ لشکر میں امام حسین کی شرکت:

تاریخ بن عساکر ج ۴ میں ہاشم معروف لکھتے ہیں کسی مؤرخ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ امام حسین اس جنگ میں شریک تھے سوائے ابن کثیر کے، ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں ایک جنگ کا تذکرہ کیا ہے جو ۴۹ھ میں لڑی گئی، اس جنگ میں ابن عباس' ابن عمر' ابن زبیر اور ابوایوب انصاری بھی تھے۔ اس جنگ میں شریک برجستہ مسلمانوں میں سے کسی نے اس جنگ میں شرکتِ حسین کے حوالے سے کوئی تصدیق نہیں، اس جنگ میں ابوایوب نے وفات پائی' اور وہ وہیں دفنائے گئے۔

علی ای حال نصوص تاریخی میں کسی اور جگہ سے اس کی تائید نہیں ہوتی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام حسین اس جنگ میں اس لئے شریک نہیں ہوئے کیونکہ اس کا قائد یزید تھا اور اس جنگ کو گردش دینے والا معاویہ تھا کیونکہ اہل بیت قائد کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ اہل بیت اسلام کی سربلندی چاہتے تھے، قائد صالح ہو یا فاسد ہو' اس کا اہل ہو یا نا اہل۔ درحقیقت حسین اس دور میں معاویہ سے اتصال میں نہیں تھے آپ شام میں آمد و رفت نہیں کرتے تھے لہٰذا اگر یہ نقل ثابت ہوجائے کہ حسین ایک سپاہی کی حیثیت سے اس جنگ میں شریک تھے اور یزید اس کی قیادت کر رہا تھا تو پھر بھی جنگ میں قیادت کسی کا خلیفہ مسلمین ہونے کی صلاحیت واہلیت کو ثابت نہیں کرتی چنانچہ اسامہ قائد لشکر تھے جبکہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و دیگر اصحاب بزرگ اس لشکر میں شامل تھے لیکن قائد لشکر ہونے کے باوجود کسی وقت بھی اسامہ امیدوار خلیفہ نہیں بنے، اس کے علاوہ حضرات ابوبکر و عمر، عمرو بن عاص کی قیادت میں بھی جنگ میں شریک ہوئے۔

سیاست مداران دور دوم مسلمین:

احنف بن قیس: [مفردات حضارہ ص ۱۱۶]

احنف بن قیس بن حصین مری تمیمی کنیت ابو بحر ہے۔ بعض نے کہا ہے ان کا نام ضحاک یا صغر ہے جبکہ احنف ان کا لقب ہے کیونکہ یہ لنگڑا تھا' حلم میں صاحب ضرب المثل تھا وہ خود اپنے حلم کے بارے میں کہتا تھا میں حلیم نہیں ہوں لیکن میں حلیم بنتا ہوں۔ ان کا قبیلہ بنی تمیم کے سرور آقا اور عقلاء میں شمار ہوتا تھا، وہ فصیح و بلیغ سیاستمدار تھا۔ پیغمبرؐ

کے دور میں بصرہ میں پیدا ہوئے لیکن پیغمبرؐ کو نہیں دیکھا ۔حضرت عمر بن خطاب نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا احنف کو نزدیک کریں ان سے مشورہ کریں ان کی بات سنیں ۔انہوں نے ابو موسیٰ کے ساتھ خراسان کی جنگ میں شرکت کی اسی طرح کاشان' اصفہان' مصرات' مروہ اور سمرقند کی جنگوں میں شریک ہوئے جنگ جمل میں اس لئے شریک نہیں ہوئے تا کہ اپنی قوم کو فریق مخالف کے گروہ میں شرکت سے روکیں لیکن صفین میں شریک ہوئے ، صفین میں ابو موسیٰ اشعری کے حکم بننے کی مخالفت کی جب معاویہ کی حکومت مستحکم ہوئی تو معاویہ کی ملامت کی اور معاویہ سے تلخ کلامی کی ۔معاویہ سے کہا ہمارے دلوں میں جو بغض تم نے پایا اور وہ تلواریں جن سے ہم تم سے لڑتے تھے وہ ابھی نیام میں ہیں اگر جنگ نزدیک ہو جائے گی تو وہ نیام سے باہر آئیں گی پھر غصہ میں اٹھ کر چلے گئے ۔کسی نے معاویہ سے پوچھا اس کی ان باتوں پر آپ نے کیوں صبر کیا تو معاویہ نے کہا یہ اگر ناراض ہو جائے تو سمجھو بنی تمیم کے ایک لاکھ آدمی ناراض ہو گئے ۔

مصعب بن عمیر جب عراق میں امیر تھے تو یہ احنف کے دوست تھے ۔یہ کوفہ میں آئے اور مصعب بن عمیر کے پاس وفات پائی ان کی موت پر مصعب نے کہا عزم و ارادہ ان کے ساتھ چلا گیا ۔یہ ۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۷۲ ہجری تک زندہ رہے ۔

سیرہ اعلام نبلاء ص ۸۹ پر شعبی سے نقل کرتے ہیں ابو موسیٰ اشعری نے بصرہ سے ایک وفد حضرت عمر کے پاس بھیجا ان میں احنف بن قیس بھی تھے ہر ایک نے اپنی ذات کے بارے میں بات کی لیکن احنف نے جو سب سے آخر میں بات کرنے والے تھے حمد و ثناء کے بعد کہا کہ یا امیر المومنین اہل مصر فرعون کے درجہ پر پہنچے ہیں ، اہل شام اور ان کے صاحب قیصر کے مرتبہ پر پہنچے ہیں اور اہل کوفہ کسریٰ کی منزل پر پہنچ چکے ہیں ۔

حجر بن عدی: -[سیرہ اعلام نبلاء ج ۳ ص ۴۶۲ شمارہ ۹۵]

حجر بن عدی ابن جبلہ بن عدی بن ربیعہ بن معاویہ الاکرمین بن حارث بن معاویہ الکندی جنھیں حجر خیر بھی کہتے ہیں ' کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے انہوں نے پیغمبرؐ کو دیکھا ہے لیکن پیغمبرؐ سے روایت نقل نہیں کی جبکہ حضرت علی اور عمار سے نقل کرتے ہیں ۔جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے اور مرج عذراء کو فتح کیا ۔جب کوفہ میں زیاد والی بن کر آیا تو

اس نے حجر کو بلا کر کہا میں آپ کو جانتا ہوں آپ اور میں دونوں محبت علی پر متفق تھے اب حالات بدل گئے ہیں میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اس سے صرف نظر کریں کہ میں آپ کے خون کا ایک قطرہ بہاؤں اپنے خون اور زبان کو بچاؤ آپ کا مقام بلند ہوگا آپ کے تمام حوائج برآوردہ ہوں گے لیکن مجھے پتہ ہے کہ آپ جلد باز ہیں خود کو ان پست لوگوں سے بچاؤ ان کے ساتھ نہ چلو اگر آپ نے مجھے ہلکا سمجھا تو میں بھی آپ کو ہلکا سمجھوں گا۔ حجر نے کہا میں نے سمجھ لیا اور وہاں سے چلے گئے ۔اس کے بعد شیعہ ان کے پاس آئے اور ان سے پوچھا آپ سے کیا کہا آپ نے انھیں تمام بات چیت بتائی۔ آپ کے پاس شیعوں کی رفت و آمد جاری رہی وہ آپ کو اپنا شیخ مانتے اور جب آپ مسجد میں آتے تھے تو یہ لوگ بھی آپ کے ساتھ ہی مسجد میں آتے تھے۔

عمرو بن عاص:۔[کلام ۸۳ شرح ابن ابی الحدید ج۶ ص ۲۸۱]

عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن حسیس بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر اور کنیت ابا عبد اللہ ہے اس کا باپ عاص بن وائل نبی کریمؐ کا استھزاء کرنے والا اور آپ کو اذیت پہنچانے والا تھا اسکے بارے میں یہ آیت اتری ہے ﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ ''آپ سے جو لوگ مسخرا پن کرتے ہیں ان کی سزا کیلئے ہم کافی ہیں'' (حجر ۹۵) عاص بن وائل اسلام میں ابتر کے نام سے پہچانا جاتا ہے کیونکہ اس نے قریش سے کہا جلد ہی یہ ابتر مر جائے گا اور اس کا ذکر بھی ختم ہوگا کیونکہ پیغمبرؐ کا کوئی فرزند نہیں تھا جس سے آپ کا سلسلہ جاری رہتا چنانچہ کہتے ہیں اسی وجہ سے سورہ کوثر نازل ہوئی خود عمر بن عاص پیغمبر کو مکہ میں اذیت دیتا اور شتم کرتا تھا، وہ آپ کے راستہ میں پتھر رکھتا تا کہ جب رات کو آپ کعبہ کی طرف نکلیں تو اس سے ٹکرا جائیں عمرو بن عاص ان میں سے ایک ہے جنہوں نے پیغمبرؐ کی بیٹی زینب کو ہجرت کرتے وقت ڈرایا اور ان کے محمل کو اپنے نیزے سے یہاں تک ہلایا کہ ان کا حمل سقط ہو گیا جب یہ خبر پیغمبرؐ کو پہنچی تو آپ کو تکلیف ہوئی۔

واقدی نے لکھا ہے عمرو بن عاص نے پیغمبرؐ کی ہجو کی یہ مکہ کے بچوں کو ہجو سکھاتا جو پیغمبرؐ کے سامنے چیختے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا عمرو بن عاص نے میری ہجو کی ہے اللہ اسکو اتنا دور کرے جتنی اس نے میری ہجو کی ہے۔ حدیث میں آیا ہے جب پیغمبرؐ مسجد الحرام میں نماز پڑھ رہے تھے تو نضر بن حارث، عقبہ بن موت اور عمرو بن عاص

تینوں نے مل کر ایک اونٹ کی اوجھڑی کو پیغمبرؐ کے سر پر گرایا پیغمبرؐ نے صبر کیا اور اپنے سجدہ میں روئے اور ان کے حق میں نفرین کی یہاں تک کہ فاطمہ زہرا روتی ہوئی آئیں اور اس اوجھڑی کو پھینکا پھر پیغمبرؐ اٹھے اور فرمایا باری تعالی! میں مظلوم ہوں، میری مدد فرما، پھر گھر تشریف لے گئے یہ واقعہ حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد رونما ہوا۔ عمرو بن عاص کو اہل مکہ نے نجاشی کے پاس بھیجا تا کہ وہ مہاجرین کو وہاں آنے سے منع کریں اور جعفر بن ابی طالب کو قتل کریں کیونکہ انھوں نے ان کے خلاف باتیں کی ہیں۔ ان کی ماں کا نام نابغہ ہے زمخشری نے کتاب ابرار میں لکھا ہے نابغہ عمرو بن عاص کی ماں ہے یہ قبیلہ انزعہ کی کنیز تھی جو اسیر ہو کر آئی تھی۔ اسے عبد اللہ بن جدعہ تمیمی نے مکہ میں خریدا یہ عورت نابغہ تھی پھر اسے آزاد کیا، اس سے عمرو پیدا ہوا۔

مبرد نے لکھا ہے عمرو بن عاص مکہ میں داخل ہوا تو قریش کے ایک گروہ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے ان سے کہا آپ سب میرے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے تو انھوں نے کہا ہم آپ اور آپ کے بھائی ہشام بن عاص کے بارے میں بات کر رہے تھے کہ آپ دونوں میں کون افضل ہے عمرو نے کہا ہشام مجھ پر تین درجے فضیلت رکھتا ہے:

ا۔ ان کی ماں بنت ہشام بن مغیرہ ہے جبکہ میری ماں کو آپ سب جانتے ہیں نابغہ ہے۔

۲۔ وہ میرے باپ کے نزدیک محبوب تھا اور تم جانتے ہو باپ کی بیٹے سے محبت کی کیا مرتبت ہوتی ہے۔

۳۔ اس نے ہم سے پہلے اسلام قبول کیا اور شہید ہوئے ہم باقی ہیں۔

امام حسن اور قریش کی شخصیات میں عمرو بن عاص، ولید بن عقبہ بن ابی موت، عتبہ بن ابی سفیان بن حرب، مغیرہ بن شعبہ کے درمیان مناظرات ہوئے ہیں۔

عمرو بن عاص و خالد اور سہیل انتہائی شرمندگی کی حالت میں فتح مکہ سے کچھ دیر پہلے مدینہ میں آئے اور پیغمبرؐ کے سامنے تسلیم ہونے کا اعلان کیا۔ انھوں نے کہا ہم آپ کی بیعت اس شرط پر کرتے ہیں کہ اللہ ہمارے گزشتہ گناہوں کو بخش دیں پیغمبرؐ نے فرمایا بیعت کریں اللہ گزشتہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

عمرو بن عاص حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی دور میں مسلمان ہوا، نبی اکرمؐ نے جنگ سلاسل میں اسے امیر بنایا اور ابا بکر اور عمر کو ان کا معاون و مددگار بنایا پھر انہیں عمان میں والی بنایا۔ جنگ شام میں حضرت عمر کے دور

میں انہیں رئیس الجیش بنایا گیا۔اس نے قنسرین کو فتح کیا حلب و منبج اور انطاکیہ والوں سے مصالحت کی۔حضرت عمر نے اسے فلسطین میں والی بنایا پھر اس نے مصر کو فتح کیا اور وہاں کا والی بنا۔حضرت عثمان نے اپنے دور میں اسے معزول کیا۔جب حضرت علی اور معاویہ کے درمیان جنگ چھڑی تو عمرو بن عاص ،معاویہ کے ساتھ تھا۔معاویہ نے ۳۸ ہجری میں اس کو مصر کا والی بنایا اور ۶ سال تک ان سے خراج کو معاف کیا اس نے وہاں سے بہت مال و دولت جمع کیا۔کتاب بیان وتبیان میں حضرت عمر بن خطاب سے نقل ہے اگر حضرت عمر بن خطاب کسی کو اپنے تر ددیانی میں دیکھتے تو کہتے اس کا اور عمرو بن عاص کا خالق ایک ہے کتب حدیث میں ان سے ۳۹ حدیث مروی ہیں۔

عمرو بن عاص کو پیغمبرؐ نے زاد سلاسل جو کہ بلاد قزاعہ میں تھا ۳۰۰ لشکر کی قیادت میں بھیجا اس جنگ کو زاد سلاسل اس لئے کہا گیا ہے کہ یہاں جانے والے ڈر گئے اور رسول اللہﷺ کو دوبارہ لکھا ہماری مدد کریں۔پیغمبرؐ نے ۲۰۰ کا لشکر اور بھیجا جس میں اہل شرف وفضیلت اور سوسابق اسلام' مہاجرین و انصار شامل تھے جس میں ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے۔ان پر ابا عبیدہ بن جراح کو امیر بنایا جب یہ عمرو کے پاس پہنچے تو عمرو نے کہا ہم تمہارے امیر ہیں آپ ہماری مدد کے لئے آئے ہو تو ابوعبیدہ نے کہا نہیں، میں امیر ہوں ان کا جو میرے ساتھ ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں آپ ان کے امیر ہیں،عمرو نے اس کا انکار کیا تو ابوعبیدہ نے کہا پیغمبرؐ نے مجھ سے عہد لیا ہے اگر عمرو کے پاس پہنچ کے بعد ایک دوسرے پر اتفاق ہوا تو ٹھیک ہے اگر آپ کی مخالفت کرے تو مجھے حکم دیا ہے میں تیری اطاعت کرو۔عمرو نے کہا میں آپ کی مخالفت کروں گا تو ابوعبیدہ نے قیادت ان کے سپرد کی اور ان کے پیچھے نماز پڑھی یہ لوگ ۵۰۰ آدمیوں پر مشتمل تھے۔پیغمبرؐ نے وہاں سے واپسی پر اسے عمان میں والی بنایا یہاں تک کہ رسول اللہﷺ نے وفات پائی۔

حضرت عمر بن خطاب نے یزید بن ابی سفیان کی وفات پر فلسطین اور اردن میں اسے والی بنایا اس کے بعد معاویہ کو دمشق 'بعلبک' بلقاء میں اور سعید بن عامر بن جزیم کو حمص میں والی بنایا انکے بعد پورا شام معاویہ کو دیا اور عمرو عاص سے کہا وہ مصر جائے اور وہیں پر والی رہے یہاں تک کہ عمرو نے وفات پائی۔دورخلافت حضرت عمر میں عمرو نے شام کی جنگوں میں شرکت کی اور مصر کو فتح کیا اور اس امید میں کہ یہاں کی عمارت اور حکومت اسے ملے گی عمرو کے دل میں حب ریاست واقتدار نے گھر کر لیا کہ گویا پیاسا انسان چشمہ تک پہنچنے والا ہے۔اس کی ظاہری بود وباش نقل و

حرکت اور چلنا پھرنا سب اس کی عکاسی کرتے تھے گویا یہ ریاست وعمارت کیلئے ہی خلق ہوا ہے ۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب نے ایک دن اسے آتے ہوئے دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا گویا ابی عبداللہ زمین پر امیر بن کر چلنے کیلئے پیدا ہوا ہے یہ اس کی خواہش تھی جو پوری ہوئی ۔ اس نے اپنی اس خواہش کے حصول کے لئے ہر قسم کے حوادث کا مقابلہ مکروفریب سے کیا ۔ جب حضرت عمر بن خطاب کو اسکی عیش ونوش کا پتہ چلا کہ وہ کس حد تک تجاوز کر چکا ہے تو اسے ہدایت جاری کی کہ اپنی حدود میں باقی رہے ۔ آخر میں حضرت عمر نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا اور کہا اس کے مال کو تقسیم کریں نصف اس کے لئے رکھیں اور باقی بیت المال کے لئے مدینہ بھیجیں ۔ عمرو بن عاص نے اہل اسکندریہ پر دعویٰ کیا کہ انھوں نے نقض عہد کیا ہے ۔ پھر ان کی طرف گیا ان سے جنگ لڑی فتح حاصل کی اور ان کے بعض کو اسیر کر کے لائے اس پر حضرت عثمان ان سے ناراض ہوئے کیونکہ حضرت عثمان کو ثابت نہیں ہوا کہ انھوں نے نقض عہد کیا ہے یا نہیں انھوں نے اسیروں کو واپس کرنے کا کہا اس طرح عمرو کو وہاں سے حضرت عثمان نے معزول کیا اور ان کہ جگہ پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرخ عامری کو والی بنایا ۔ یہی چیز عمرو بن عاص اور حضرت عثمان بن عفان میں اختلاف کا سبب بنی عمرو وہاں سے فلسطین گیا اور وہاں قیام کیا اور کبھی کبھی مدینہ آتا ۔

عمرو بن عاص معاویہ کی خدمت میں :[قصص العرب ج ۲ ص ۳۶۸ شمارہ ۱۴۹]

جب حضرت علی بصرہ سے واپس کوفہ پہنچے تو معاویہ کو بیعت کی طرف دعوت دی ۔ دعوت نامہ جریر بن عبداللہ بجلی کے ساتھ بھیجا ۔ عبداللہ بجلی شام پہنچا اور اسے خط دیا معاویہ پریشان ہو گیا اور ادھر ادھر سوچنے لگا اور جریر کو جواب دینے میں ٹالتا رہا یہاں تک کہ اہل شام کے بڑوں سے بات کرنا شروع کی کہ ہم حضرت عثمان کے خون کا انتقام لیں تو انھوں نے معاویہ کا ساتھ دینے کا عہد دیا ۔ اس نے اپنے بھائی عتبہ بن ابی سفیان سے مشورہ کیا تو عتبہ نے کہا عمرو بن عاص سے مدد لیں آپ جانتے ہیں عمرو بن عاص کتنا مکار سیاست دان ہے اس نے حضرت عثمان کو چھوڑا ہے تو آپ کو بھی چھوڑے گا لیکن اگر آپ اسکے دین کی قیمت دیں تو وہ آپ کو اپنا دین فروخت کرنے کیلئے تیار ہو جائے گا کیونکہ وہ صاحب دنیا ہے ۔ معاویہ نے اسے خط لکھا آپ جانتے ہیں حضرت علی وطلحہ وزبیر کے مسائل کہاں پہنچے ہیں ، مروان بن حکم اہل بصرہ سے شکست کے بعد کچھ لوگوں کو لے کر ہمارے پاس پہنچے ہیں ساتھ ہی جریر بن عبداللہ بجلی علی کی طرف

سے بیعت لینے کیلئے آئے ہیں میں نے خود کو آپ کے لئے روک کر رکھا ہے جلدی آجائیں آپ سے صلاح و مشورہ کرنا ہے خود کو ہم سے دور نہ رکھیں، جب یہ خط عمرو بن عاص کو ملا تو اس نے اپنی اولاد سے مشورہ کیا اس نے اپنے بیٹوں عبداللہ بن عمرو اور محمد بن عمرو سے کہا آپ دونوں کی کیا رائے ہے کہ میں معاویہ کے پاس جاؤں یا نہیں تو عبداللہ نے کہا میری رائے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے وہ آپ سے راضی ہو کر گئے دونوں خلیفہ بھی آپ سے راضی تھے عثمان قتل ہوئے آپ ادھر نہیں تھے آپ اپنے گھر میں رہے۔ معاویہ کا ساتھ آپ کے مقام میں اضافہ نہیں کرے گا عمرو عاص کے بیٹے عبداللہ بن عمرو عاص کے بارے میں زرکلی ج ۴ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں وہ صحابی رسول تھے مکہ میں عباد میں شمار ہوتے تھے پڑھنا جانتے تھے سریانی زبان سے واقف تھے۔ باپ سے پہلے مسلمان ہوئے پیغمبرؐ سے سنی باتوں کو لکھنے کی اجازت لی اور انتہائی عبادت گزار انسان تھے۔ جنگ یرموک میں اپنے باپ کے پرچم دار تھے صفین میں معاویہ کے ساتھ تھے معاویہ نے انھیں کوفہ میں کچھ عرصہ کے لئے والی بنایا جب یزید خلیفہ بنا تو عبد اللہ نے اس کی بیعت سے انکار کیا اور روپوش ہو گیا۔ آخر عمر میں نابینا ہوا ان سے منسوب ۷۰۰ احادیث ہیں۔ پھر محمد نے کہا میری رائے یہ ہے کہ آپ قریش کے صاحب رائے شیخ ہیں ایسے مسائل میں اہل شام کو آپ کا فیصلہ درکار ہے، اہل شام سے ملنا چاہیے اور ان کا ساتھ دینا چاہیے بنی امیہ حضرت عثمان کے خون کے لئے اٹھیں گے تو عمرو بن عاص نے کہا اے عبداللہ تم نے میرے دین کی بات کی ہے جبکہ محمد نے میری دنیا کی بات کی ہے۔

شقاوت عمرو بن عاص: [قصص العرب ج ۲۱ شمارہ ۸۴]

معاویہ نے زیاد کو لکھا وہ عبداللہ بن ہاشم بن عتبہ کو پابند سلاسل کر کے شام روانہ کرے، زیاد نے اس کے حکم پر انھیں زنجیر میں باندھ کر دمشق روانہ کیا اور معاویہ کے سامنے حاضر کیا اُس وقت عمرو بن عاص وہاں حاضر تھا معاویہ نے عمرو بن عاص سے کہا، کیا انھیں جانتے ہو تو اس نے کہا نہیں معاویہ نے کہا انکے باپ صفین میں اشعار پڑھتے تھے عمرو کو یاد آیا فوراً کہا، اگر کسی گندی زمین میں کوئی سبزی اگتی ہے تو اس کی بو نفوس میں رہتی ہے، امیر المومنین یہ قبضہ میں ہے اس کی گردن کی رگوں سے خون ٹپکنا چاہیے۔

کلمات عمرو بن عاص:- [شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۶ ص ۳۲۱]

کہتے ہیں کتب میں بعض کلمات حکمی عمرو بن عاص سے منسوب ہیں:

ان میں سے ایک یہ ہے تین چیزوں سے میں کبھی نہیں تھکتا ایک میرے ساتھ رہنے والے جو میری باتوں کو سمجھتے ہیں دوسرا میرا لباس جو مجھے چھپاتا ہے اور میری سواری جو مجھے اٹھاتی ہے۔

جب قمیض عثمان کو منبر پر لٹکایا گیا اور اہل شام اس پر روئے تو معاویہ اسے منبر پر رکھنا چاہتا تھا لیکن عمرو بن عاص نے کہا یہ قمیض یوسف نہیں ہے اگر لوگ یہ دیکھتے رہیں گے تو سوال ہوگا کیوں عثمان کو قتل کیا گیا' کس نے قتل کیا ہزاروں سوالات پیدا ہونگے اور نتیجہ وہاں پہنچ جائے گا جو تم نہیں چاہتے بہتر ہے اس کو اٹھاؤ اور جب موقعہ آئے تو دکھاؤ۔ عمرو عاص کہتا ہے میں نے کبھی کسی کے پاس اپنا راز فاش کیا تو اس کی ملامت کا میں خود مستحق ہوں کیونکہ اس کے سینہ سے زیادہ میرا سینہ اس کے لئے تنگ ہو رہا تھا اس کا کہنا ہے عاقل وہ نہیں جو خیر و شر میں تمیز کرتا ہے بلکہ عاقل وہ ہے جو دو شر میں سے کون سا اچھا ہے اس کی تمیز کرتا ہے۔

عمرو عاص نے حضرت عائشہ سے کہا کاش! آپ جمل کے دن قتل ہو جاتیں تو عائشہ نے کہا اللہ تم کو ختم کرے، کیوں، کس لئے اس طرح کہتے ہو؟

اپنی اولادوں سے کہا علم کو طلب کرو، اگر تم بے نیاز ہو تو تمہارا جمال ہوگا اگر تم فقیر ہو تو تمہارے لئے مال ہو گا۔ اس نے کہا امیر عادل بہتر ہے برستی ہوئی بارش سے' حملہ کرنے والا شیر بہتر ہے سلطان ظالم سے' سلطان ظالم بہتر ہے دائمی فتنہ سے' مردوں کی لغزش جبران ہوتی ہے لیکن زبان کی لغزش ویران کرتی ہے۔ اس انسان سے راحت طلب کرو جس کی کوئی عقل نہیں۔

حضرت عمر نے عمرو عاص کو لکھا بحر کسے کہتے ہیں تو اس نے کہا ایک بڑا خلق عظیم ہے جس پر خلق ضعیف سوار ہوتا ہے ایک کیڑا ہے جو لکڑی پر چلتا ہے۔

حضرت عثمان منبر پر خطبہ دے رہے تھے تو اس نے کہا یا عثمان آپ نے یہ ساری غلطیاں کی ہیں آپ منحرف ہوئے تو قوم بھی منحرف ہوئی آپ معتدل ہو جاؤ یا خلافت سے الگ ہو جاؤ۔ اسکے کلام میں سے ہے: بھوکے کریم اور

'پیٹ بھرے لئیم سے ڈرو' کریم حملہ کرتا ہے جب بھوک لگتی ہے لئیم حملہ کرتا ہے جب پیٹ بھر جاتا ہے۔ عجز سستی سے ملی ہوئی ہے۔ ان دونوں کے درمیان سے ندامت نکلتی ہے بزدلی سستی سے ملتی ہے بزدلی اور سستی کے درمیان سے محرومیت نکلتی ہے۔ بزدلی جب سستی سے ملتی ہے تو بزدلی اور سستی کے درمیان سے محرومیت نکلتی ہے۔

عبداللہ بن عباس نے نقل کیا ہے میں عمرو بن عاص کے پاس اس وقت پہنچا جب وہ حالت احتظار میں تھا تو اس نے کہا یا ابا عبداللہ میں موت کے وقت کسی عاقل کو دیکھنا چاہتا ہوں تا کہ اس سے پوچھوں آپ کو موت کیسے ملتی ہے۔ پھر کہنے لگا آسمان زمین پر گرنے والا ہے میں آسمان اور زمین کے درمیان میں ہوں میں ایک سوئی کے سراخ سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہوں اللہ مجھے اپنی طرف لے یہاں تک کہ تم راضی ہو جاؤ۔ اس نے ۴۸ یا ۵۱ ہجری میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

مغیرۃ بن شعبۃ: [اعلام زرکلی ج ۷ ص ۲۷۷]

مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود ثقفی کنیت ابو عبداللہ سیاست مدار حکمران قیادت اور قائدین میں سے تھے کہتے ہیں وہ رائے میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے حدیبیہ' یمامہ' قادسیہ' نہاوند' ہمدان اور شام کی جنگوں میں شرکت کی یرموک میں نابینا ہوئے۔ حضرت عمر کی طرف سے بصرہ میں والی ہوئے۔ عثمان نے انھیں کوفہ میں والی بنایا پھر وہاں سے معزول کیا۔ معاویہ نے انھیں کوفہ میں رکھا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ شعبی نے کہا وقت کے سیاست مدار چار ہیں مغیرہ فکر و سوچ میں عمرو بن عاص مشکلات کے لئے' مغیرہ بداہت کیلئے' زیاد ہر چیز کے لئے۔ مغیرہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے اسلام علیکم یا امیر المومنین کو وضع کیا۔

[شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲۰ ص ۸] لکھتے ہیں اکثر بغداد والے انھیں فاسق گردانتے ہیں جب عروۃ بن مسعود حدیبیہ میں پیغمبرؐ کے پاس آیا تو دیکھا پیغمبرؐ کے سر پر تلوار لے کر کوئی کھڑا ہے اس نے پوچھا یہ کون ہے تو کہا یہ تمہارے بھائی کا بیٹا مغیرہ ہے۔ اس نے کہا اے غدار تم یہاں ہو میں ابھی تک تمہاری برائی کو نہیں بھول سکا۔ ابو الفرج علی بن حسین اصفہانی نے آغانی میں نقل کیا ہے مغیرہ نے اپنے اسلام کے بارے میں نقل کیا ہے کہ میں بنی مالک کے گروہ کے ساتھ موقوقس بادشاہ مصر کے پاس سکندریہ پہنچا ہم نے وہاں کے بادشاہ کے لئے تحفہ تحائف

دیئے۔

میرے نفس میں آیا یہ لوگ طائف جائیں گے وہاں وہ اپنی باتیں کریں گے کہ بادشاہ نے ہمارے ساتھ کیا کیا اور میری قوم کو بھی خبر دیں گے۔ سب مجھے جھوٹا دکھائیں گے اور ذلیل کریں گے۔ میں نے فیصلہ کیا میں ان سب کو قتل کروں گا۔ وہ میرے پاس شراب لائے اور مجھے شراب پینے کے لئے کہا، میں نے کہا میرے سر میں درد ہے۔ آپ لوگ بیٹھیں میں آپ کو پلاتا ہوں انھیں میرے بارے میں کوئی شک نہیں ہوا۔ میں نے ان کو برتن بھر بھر شراب دی شراب کے نشے نے ان سب کو غافل کر دیا اور ان کا ہوش ختم ہو گیا تو میں نے تلوار لے کر سب کو قتل کیا اور ان کا تمام مال اپنے ساتھ لے کر مدینہ آ گیا۔ مسجد میں پیغمبر کو دیکھا ابوبکر ان کے پاس تھے وہ مجھے جانتے تھے کہا عروہ کے بھائی تم کہاں سے آئے ہو کیسے آنا ہوا تو میں نے کہا میں شہادت دیتا ہوں اللہ کی وحدانیت کی اور محمدؐ کی رسالت کی پیغمبرؐ نے کہا الحمد اللہ ابوبکر نے کہا مصر سے آئے ہو تو جواب دیا ہاں کہا جو تمہارے ساتھ تھے وہ کہاں گئے تو میں نے سارا قصہ سنایا کہا ہم دین شرک پر تھے میں نے اپنے ساتھیوں کو قتل کیا۔ ان کا مال لایا ہوں اور پیغمبرؐ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں کہ وہ خمس لے لیں، کہا یہ مشرکین سے لیا ہو مال غنیمت ہے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا تمہارا اسلام قبول ہے لیکن خمس قبول نہیں یہ غدر ہے اور غدر میں خیر نہیں ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے ان کو اُس وقت قتل کیا جس وقت میں مشرک تھا اور جب میں آپ کے پاس پہنچا تو میں مسلمان ہوں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا تمہارے گناہ کی بخشش ہے اس نے تیرہ آدمیوں کو قتل کیا اور ان کا سب مال لوٹ لیا تھا۔ جب یہ خبر طائف میں پہنچی تو دونوں قبیلے آپس میں لڑے یہاں تک کہ میرے چچا عروۃ بن مسعود نے تیرہ آدمیوں کا دیہ دیا۔ یہی مطلب تھا اس بیان کا جب عروہ نے حدیبیہ کے دن کہا اے غدار میں تمہاری برائی کو چھپا رہا ہوں۔ جس انسان کے اسلام لانے کی یہ حکایت ہو اور اس انسان کا انجام یہ ہو کہ جو منابر پر لعن حضرت علی کرے یہاں تک کہ وہ مرتے وقت تک حضرت علی پر لعن کرتا رہا، اس کی عمر فسق و فجور سے بھری ہوئی تھی اس نے فاسقین سے دوستی رکھی اور اللہ کی اطاعت سے دور رہا ایسے انسان کا اسلام سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔

مغیرہ اور معاویہ:

مغیرہ نے معاویہ کو خط لکھا میں بوڑھا ہو چکا ہوں ،میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اگر آپ مصلحت سمجھتے ہیں تو مجھے معزول کریں۔معاویہ نے جواب دیا آپ کا خط مجھے ملا جس میں آپ نے شکایت کی اللہ کی قسم آپ کی عمر کو کسی اور نے نہیں کھایا ہے، آپ نے کہا قریش نے میری زندگی کھائی جبکہ اگر تمہارے پاس کوئی خیر ہے تو قریش سے ہی لی ہوئی ہے۔آپ نے کہا آپ کو معزول کروں تو یہ کام میں کرسکتا ہوں اگر آپ سچے ہیں تو میں آپ کی مدد کروں گا اگر مجھے دھوکہ دے رہے ہیں تو میں نے بھی آپ کو دھوکا دینا ہے۔جب مغیرہ معاویہ کے دروازے پر پہنچا تو اس کا کاتب سعید بن عاص کے پاس گیا اور انہیں کوفہ کا والی بننے کی رغبت دلائی جب یہ خبر مغیرہ کو ملی تو یہ اس پر گراں گزری، اس پر وہ یزید بن معاویہ کے پاس گیا اور اس کو بیعت کی پیشکش کی، یزید معاویہ کے پاس گیا اور مغیرہ کی باتیں اس کو سنائیں، معاویہ نے مغیرہ کو بلایا اور ان کو اس شرط کے تحت دوبارہ والی بنا کر کوفہ بھیجا کہ وہ یزید کیلئے بیعت لیں گے۔

مغیرہ بن شعبہ حکومت معاویہ میں عراق کے لئے سب سے پہلا والی ہے ان کی سیاست وحکومت رفق و مدارات پر مبنی تھی وہ عافیت اور حسن سلوک وسیرت کا حامی تھا، اس نے خواہشات کے اسیر لوگوں کے اسرار کو فاش نہیں کیا بلکہ ان کی حرکات کو نظر انداز کیا چنانچہ اسے خبر ملتی تھی کہ فلاں فکر شیعہ رکھتا ہے فلاں فکر خوارج کا حامی ہے تو مغیرہ کہتا تھا اللہ کا فیصلہ ہے لوگ آپس میں اختلاف کریں، انشاءاللہ وہ جلد ہی اپنے بندوں کے درمیان اختلاف کا فیصلہ کرے گا۔ان کی اس سیرت کی وجہ سے شہر میں امن وسکون تھا لیکن اس آزادی سے استفادہ کرتے ہوئے خوارج ایک دوسرے سے ملتے تھے، وہ جہاں ملتے تھے، نہروان میں قتل ہونے والے بھائیوں کا ذکر کرتے اور کہتے سکوت وخاموشی سے بیٹھنا دھوکہ ہے اور اہل قبلہ مسلمانوں سے جنگ لڑنا باعث اجر وثواب ہے چنانچہ خوارج نے اپنے آپ کو تین افراد کے سپرد کیا ایک مستورد بن تمیمی تیم رباب سے، دوسرا حیان بن زبیان سلمی اور تیسرا معاذ بن جوین بن حصین طائی۔

ان تینوں نے مل کر شوریٰ کے بعد مستورد بن القہ کو اپنا رئیس بنایا جو سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھا۔انہوں نے اپنی تمام تیاریاں مکمل کیں اور شعبان ۴۳ ہجری کو نکلنے کا فیصلہ کیا، اسی اثناء میں رئیس پولیس نے مغیرہ کو خبر دی کہ یہ قوم

حیان بن زبیان کے گھر میں جمع ہے اور شعبان کی پہلی کو خروج کرنے والے ہیں اس پر مغیرہ نے رئیس شرطہ کو حکم دیا وہ دار حیان کا محاصرہ کریں اور ان میں موجود افراد کو میرے سامنے لائیں۔ رئیس شرطہ نے گھر کا محاصرہ کیا اور وہاں موجود افراد کو گرفتار کر کے لایا، مغیرہ نے ان سے کہا یہ کام تم نے کیوں کیا ہے، تم کیوں مسلمانوں میں اختلاف پھیلاتے ہو تو انہوں نے کہا ہم نے ایسا کچھ نہیں کیا حالانکہ یہ لوگ جھوٹ بولتے تھے۔ خوارج کی صفات میں ہے وہ گناہ کبیرہ کرنے والے کو کافر سمجھتے ہیں اور خود جھوٹ بولتے ہیں۔ مغیرہ نے کہا مجھے جو خبر ملی ہے وہ سچ ہے، تمہارے ہی لوگوں نے میرے سامنے ان باتوں کی تصدیق کی ہے، انہوں نے کہا ہمارا یہاں جمع ہونا اس وجہ سے تھا کہ حیان بن زبیان کی قرات قرآن ہم سے بہتر ہے، ہم ان کے پاس قرآن سیکھنے کیلئے جمع ہوتے ہیں۔ ان سب کو مغیرہ نے جیل میں بھیجا، وہ لوگ ایک سال تک جیل میں رہے۔ پھر جو باقی تھے انہوں نے ان کو نکالنے کیلئے کوشش کی، مغیرہ کو خبر ملی مستورد اور ان کے ساتھی انہی دنوں میں پھر خروج کریں گے، وہ لوگ ایک شخص پر اتفاق کر چکے ہیں تو اس نے اٹھ کر اہل کوفہ سے خطاب کیا، تم لوگ جانتے ہو میں ہمیشہ تمہاری عافیت چاہنے والا ہوں، تمہارے لیے ہر قسم کی اذیت و آزار سے پرہیز کرتا ہوں، اللہ کی قسم میں ڈر رہا ہوں کہیں تمہارے احمقوں کے اعمال کے نتائج تمہارے ذمہ نہ پڑیں۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہیں احمقوں کے گناہ کی گرفت میں نیک لوگ بھی نہ آ جائیں اپنے بیوقوفوں کو روک کر رکھو، مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارا ایک گروہ شہر میں قیام کرنے والا ہے۔ ہر وہ شخص جو عربوں میں اختلاف پھیلاتا ہے میں اس شہر میں اس کو سختی سے عذاب دوں گا اور بعد والوں کے لئے مثال قائم کروں گا۔

اس پر بعض نے ایک دوسرے کو دیکھنا شروع کیا، امیر نے کہا میں اس لئے اٹھا ہوں تا کہ اتمام حجت کروں تو معاقل بن قیس ریاحی اٹھے، انہوں نے کہا اے امیر آپ کو اس قوم کا نام پتہ ہے، اگر وہ ہم میں سے ہیں تو ہم ان سے نمٹ لیں گے اور اگر کسی اور خاندان سے ہیں تو آپ اپنے فرمانبرداروں کو حکم دیں، وہ ان سے مقابلہ کریں گے اور یا ہر قبیلہ اپنے احمقوں کے سرگرم افراد کو آپ کے پاس لائے تو اس نے کہا مجھے کسی کا نام نہیں بتایا گیا لیکن مجھے اتنا بتایا گیا ہے کہ ایک گروہ قیام کرنے والا ہے۔ معاقل نے کہا اللہ آپ کی خیر کرے، میں اپنی قوم کے ساتھ نکلوں گا اور آپ کی مدد کروں گا، ہر قوم کا رئیس آپ کا ساتھ دے گا، مغیرہ منبر سے اترا اور روسا کو پیغام بھیجا اور کہا ہر قوم مجھے ضمانت دے اور جہاں جہاں تمہیں شبہ ہو، انھیں پکڑ لو۔ روسا و عشائر کو ایسے لوگوں کی سرکوبی کیلئے کہا جو شہر میں فتنہ و فساد

چاہتے ہیں۔

مغیرہ پہلا شخص ہے جس نے بصرہ میں رواتب کے لئے دفتر بنایا تھا، وہ کوفہ میں حضرت عمر بن خطاب کی طرف سے والی رہے۔جس وقت حضرت عمر کو قتل کیا گیا وہ وہاں والی تھے پھر معاویہ کے دور میں وہاں معاویہ کی طرف سے والی رہے اور یہیں گھر بنایا اور یہیں پر ۵۰ ہجری کو ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔

زیاد بن ابیہ:[فوات الوفیات ج ا ص ۴۱۸]

اس کے باپ کا نام عبید اور ماں کا نام سمیہ تھا یہ حارث بن کلدہ ثقفی جو اپنے دور میں اہل طائف میں طبیب عرب تھے،ان کی کنیز تھی، اس نے سمیہ کو اپنے ایک رومی غلام عبید کی زوجیت میں دیا۔یہ اور مختار دونوں پہلی ہجری میں پیدا ہوئے۔ان دونوں نے پیغمبرؐ کو نہیں دیکھا تھا۔یہ حضرت ابوبکر کے دور میں مسلمان ہوا۔ابوموسیٰ اشعری جب بصرہ میں والی رہے، یہ ان کے کاتب بنے اور اس کے بعد عبداللہ بن عامر، ابن عباس، مغیرہ بن شعبہ کے بھی کاتب رہے، یہ حضرت علی بن ابی طالب کے چاہنے والوں میں سے تھے وہ حضرت علی کی طرف سے فارس کے والی تھے۔حضرت علی کے قتل کے بعد اس نے معاویہ سے صلح کی اور معاویہ کے شیعوں میں شامل ہو گیا۔

مغیرہ بن شعبہ کے بعد معاویہ نے انھیں بصرہ اور کوفہ دونوں کا والی بنایا۔زیاد نے ابتداء ہی سے حضرت علی کے شیعوں پر تشدد کیا، اسی زیاد نے معاویہ کو حجر بن عدی کے قتل کا مشورہ دیا، اس نے امام حسن سے بدزبانی کی جس پر معاویہ ناراض ہوئے۔زیاد اپنے دور کا جنگجو اور سفاک انسان تھا۔اس دور میں زیاد اور حجاج دونوں سفاکوں میں شمار کئے جاتے تھے، زیاد فصیح و بلیغ خطیب بھی تھا، ابوموسیٰ نے اس کو اپنا نمائندہ بنا کر حضرت عمر کے پاس بھیجا، حضرت عمر نے اس کو عالم بہ قرآن، عامل بہ فرائض پایا، حضرت عمر نے اس سے پوچھا اپنے رواتب کو کہاں خرچ کرتے ہو، اس نے کہا اس سے ایک کنیز خریدی پھر اس کو آزاد کیا جس پر حضرت عمر خوش ہو گئے، اس نے حضرت عمر کے سامنے جلولہ کی فتح کا ذکر کیا حضرت عمر نے اسے واپس ابوموسیٰ اشعری کے پاس بھیجا اور ان کے حق میں سفارش کی۔زیاد نے جمل میں حاضر نہ ہونے پر حضرت علی سے معذرت کی۔وہ سردیوں میں بصرہ اور گرمیوں میں کوفہ جاتا تھا، اس نے عراق میں ۹ سال حکومت کی، اس دور میں اس نے ایک اینٹ بھی دوسری اینٹ پر نہیں رکھی۔

ابی ملکہ کہتا ہے میں امام حسن کے ساتھ طواف کر رہا تھا، کسی نے آپ سے کہا زیاد کو قتل کیا گیا تو آپ کو برا لگا تو میں نے پوچھا آپ کو کیوں افسوس ہوا تو امام نے کہا قتل مقتول کے لیے کفارہ گناہ ہے۔ زیاد نے معاویہ کو لکھا میں نے اپنے بائیں ہاتھ سے بصرہ کو چلایا ہے، میرا دایاں ہاتھ خالی ہے یعنی حجاز، یمامہ، بحرین مجھے دے دو۔ ابن عمر نے دعا کی زیاد کو قتل کی موت نصیب ہو چنانچہ اس کی انگلی میں طاعون آیا ایک جمعہ نہیں گزرا وہ ۵۳ ہجری میں قتل ہو گیا۔ جب اس کی خبر عبداللہ عمر کو ملی تو اس نے کہا نہ اس کے لیے دنیا باقی رہی، نہ ہی آخرت اس کو ملی۔ زیاد عرب کے مشہور مکار انسانوں میں سے تھا ابن حزم نے کتاب فصل میں کہا ہے، نہ اس کا عشیرہ ہے، نہ اس کا نسب ہے اور نہ اس کیلئے دین میں سبقت ہے۔

استلحاق زیاد: [روض المناظر تالیف محبّ الدین شحنۃ متوفی ۸۱۵]

زیاد کا نسب ایک غلام رومی سے ملتا ہے لیکن معاویہ نے اسے ابوسفیان کا بیٹا قرار دیا جو عام بنو امیہ کو گراں گزرا۔ معاویہ نے اس کو بصرہ کوفہ، خراسان، بجستان، ہند، بحرین، عمان تمام جگہوں پر یک بعد دیگر والی بنایا۔ اس نے ظلم و فسق و فجور کیا، اس کے ظلم اور فسق و فجور سے معاویہ کی حکومت کو استحکام ملا، معاویہ اور اس کے والیان کھلے عام منابر پر سبّ علی کرتے تھے۔ حجر بن عدی جب بھی علی کے لئے سبّ سنتے تھے وہ ان کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے اور علی کی مدح سرائی کرتے تھے، ان کا یہ کردار اس وقت بھی چلا جب کوفہ میں زیاد والی ہوا تو زیاد نے اس کو روکا اور ان کو معاویہ کے پاس بھیجا معاویہ نے ان کو اور ان کے آٹھ ساتھیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، وہ قریہ عذرا میں قتل کئے گئے۔
سلطان عماد الدین نے امام شافعی سے نقل کیا ہے انہوں نے ربیع سے کہا ہے چار افراد کی گواہی قبول نہیں یعنی معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ اور زیاد ہیں۔

مالک اشتر: [نہج الحیاۃ نشر موسسہ نہج البلاغہ ص ۲۰۰]

اعلام زرکلی ج ۵ ص ۲۵۹ مالک بن حارث بن بغوث نخعی معروف الاشتر اپنی قوم کے رئیس اور مرد شجاع تھے، جنگ یرموک میں ان کی آنکھ گئی وہ محاصرۂ عثمان میں شریک تھے۔ کوفہ میں سکونت رکھتے تھے حضرت علی کی جنگوں میں شریک رہے۔ حضرت علی نے آپ کو مصر کا والی بناتے وقت آپ کو اصول حکومت تحریر کر کے دیئے۔ نہج البلاغہ نمبر ۳

کتب ۱۴۔

محمد بن ابی بکر:۔[اعلام زرکلی ج ۶ ص ۲۲۳]

محمد بن ابی بکر کی ماں اسماء بنت عمیس خثعمی زوجہ جعفر طیار ہے۔ جنگ موتہ میں قتل ہونے کے بعد وہ ابوبکر کے عقد میں آئیں ،ان سے محمد پیدا ہوئے۔ آپ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ذوالحلیفہ میں پیدا ہوئے ،حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد اسماء حضرت علی کے عقد میں آئیں محمد بن ابی بکر جمل میں پیادہ لشکر کے ساتھ رہے، صفین میں شامل رہے۔ حضرت عثمان کے محاصرہ کے دوران گھر میں داخل ہونے والوں میں شامل تھے مالک اشتر کے قتل کے بعد آپ کو مصر کا والی بنایا گیا تو عمرو عاص نے ایک لشکر ان کی طرف روانہ کیا اور ان سے جنگ لڑی۔ محمد نے ایک گاؤں میں پناہ لی ،وہاں سے ان کو اسیر کر کے ایک مردہ گدھے کے چمڑے میں لپیٹ کر جلایا گیا۔ ان کے سر کو معاویہ کے پاس بھیجا گیا یہ پہلا سر ہے جسے اسلام میں اٹھا کر بازار میں پھرایا گیا۔ جب یہ خبر حضرت عائشہ کو ملی کہ ان کا بھائی قتل ہو گیا تو وہ بہت غمزدہ ہوئیں، ان کی اولاد کو اپنی تربیت میں لیا تفسیر طبری ج ۶ ص ۵۸۔ ۶۱ تک ،ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۴، ابن کثیر ج ۷ ص ۳۱۳ میں آیا ہے حضرت عائشہ بہت پریشان ہوئیں اور ان کیلئے دعا کی اور معاویہ اور عمرو عاص کے حق میں نفرین کی نہج البلاغہ ج ا ص ۱۱۴۔ ج ص ۱۲۷۔ معاویہ اپنے دور حکومت میں جب حضرت عائشہ کے پاس آئے تو حضرت عائشہ نے معاویہ سے پوچھا، اگر میں اس وقت اپنے بھائی کا قصاص لوں تو کون آپ کو بچائے گا تو معاویہ نے کہا میں آپ کی پناہ میں ہوں۔

یزید بن معاویہ:

خاندان ابی سفیان سے دوسرا خلیفہ یزید بن معاویہ ہے'یزید بن معاویہ'معاویہ کی زوجہ بحدل کلبی سے پیدا ہوا جو ایک دیہات نشین عورت تھی وہ شہر نشینی برداشت نہیں کرتی تھی لہذا واپس اپنے گاؤں چلی گئی 'یزید کی پرورش گاؤں میں ہوئی، وہ فصیح و بلیغ شاعر تھا۔ یزید نے اپنی زندگی بادیہ گاؤں میں'چراگاہوں میں سیر و سیاحت'شکار حیوان بازی میں گزاری۔ یزید لہو و لعب و شکار میں مستغرق رہتا اور اجتماعیات'سیاسیات'قیادت و رہبری امت'قضاوت جیسے مسائل سے اجنبی تھا۔ وہ اپنی بچگانہ مصروفیات و مشغولیات میں ہی مصروف تھا جب اس کی عمر ۲۶ سال ہوئی تو اس

کے باپ نے اسے ان چیزوں سے باز رکھنے کی کوشش کی اور اسے ایک لشکر میں قسطنطنیہ بھیجا وہ بادل نخواستہ اس میں شامل ہوا، جلد ہی اپنی پہلی سیرت پر واپس آیا، اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اس کا خلافت اسلامی کے لئے نا اہل ہونا خود بنی امیہ کے خاندان اور ان کے چاہنے والوں کے لئے بھی ایک طے شدہ حقیقت تھی۔ کوئی وہم وگمان بھی نہیں کرتا تھا یہ بھی خلیفۂ مسلمین بن سکتا ہے لیکن انھیں معلوم تھا اب سیاست میں جائز و ناجائز نہیں ہوتا، یہاں نا اہل ہی اہل بنتا ہے۔ چنانچہ اس وقت بنی امیہ کی بعض قد آور شخصیات بھی خلافت کی طرف امید لگائے ہوئے تھیں، لیکن ان کی امیدوں پر اس وقت پانی پھر گیا جب معاویہ نے اپنی عمر کے تقاضے کو دیکھ کر ضروری سمجھا کہ اپنے بیٹے کے اقتدار کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو یکے بعد دیگر مختلف طور و طریقے سے ہٹایا جائے اور وہ اس کیلئے سرگرم ہوا۔

جس دن معاویہ فوت ہوا، اس دن یزید حمص میں تھا وہ وہاں سے فوراً شام آیا، پہلے باپ کی قبر پر گیا، پھر دمشق گیا اور وہاں سے خضراء گیا جو دارالسلطنت تھا۔ اس نے لوگوں سے خطاب کیا اور لوگوں نے اس کی بیعت کی، پھر عواصم اسلامی کے امراء کو خطوط لکھے گئے، سب نے اس کے لئے بیعت کی لیکن حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر نے اس کی بیعت سے انکار کیا تھا لیکن جو بیعت جبری اس کے باپ نے لی تھی اس پر اسے تشویش تھی کیونکہ عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی دونوں بیعت نہ کرنے پر اصرار رکھتے تھے۔

یزید جس وقت خلیفہ بنا اس وقت مدینہ میں ولید بن عتبہ بن ابی سفیان والی تھا مکہ میں عمر بن سعید بن عاص، بصرہ میں عبیداللہ بن زیاد، کوفہ میں نعمان بن بشیر والی تھا لیکن یزید کی تمام تر توجہ ان لوگوں سے بیعت لینے پر مرکوز تھی جنہوں نے معاویہ کو یزید کی ولی عہدی کی تجویز کو مسترد کیا تھا اس نے ولید کو ایک خط میں معاویہ کی موت کی خبر دی اور ایک چھوٹا سا خط اس میں ضمیمہ کیا جس میں لکھا حسین، عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر سے بیعت لو اور اس میں انھیں کسی قسم کی مہلت نہ دو۔ یہ خبر پڑھ کر وہ پریشان ہوا، اس پر یہ خبر گراں گزری اس نے مروان بن حکم کو بلایا۔

مروان نے مشورہ دیا ابھی ہی ان کو بیعت کیلئے بلاؤ اگر بیعت کی تو ان کو چھوڑو ورنہ یہیں پر ان کی گردن مارو قبل اس کے کہ ان کو معاویہ کی موت کی خبر ہو جائے، اگر انھیں پتہ چلے گا تو ہر ایک اپنی جگہ اٹھے گا اور مخالفت شروع کرے گا اور ہر ایک اپنی طرف لوگوں کو دعوت دے گا اما عبداللہ بن عمر جنگ نہیں لڑے گا جب تک ان کو چھیڑیں گے نہیں تو ولید نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو حسین اور ابن زبیر کے پاس بھیجا، وہ دونوں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ان

سے کہا، امیر آپ لوگوں کو بلا رہا ہے تو انھوں نے کہا جاؤ ہم آئیں گے، ابن زبیر نے حسین سے کہا، اس وقت ہمیں کیوں بلایا ہے حالانکہ اس وقت وہ وہاں نہیں بیٹھتے ۔حسین نے کہا شاید ان کے طاغی مر چکے ہیں، اس لئے ہمیں بلایا ہے تا کہ یہ خبر فاش ہونے سے پہلے ہم سے بیعت لے لیں ،عبد اللہ بن زبیر نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے ۔عبداللہ بن زبیر نے پوچھا آپ کیا کریں گے تو حسین نے جواب دیا اپنے جوانوں کو جمع کریں گے، ان کے پاس جائیں گے ، جوانوں کو دروازے پر رکھیں گے اور خود اندر جائیں گے۔

امام حسین نے اہل بیت کو جمع کیا اور ولید کے دروازے پر گئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا میں اندر جا رہا ہوں، اگر میں نے تم کو بلایا یا میری آواز بلند ہو تو تم سب اندر داخل ہو جانا ، یہ فرما کر امام داخل ہوئے ،سلام کیا، مروان بیٹھا ہوا تھا، امام نے کہا تعلقات کا اچھا ہونا بہتر ہے کٹ کر رہنے کی بجائے صلح فساد سے اچھی ہے ۔ولید نے معاویہ کی خبر موت سنائی اور یزید کی طرف سے طلب بیعت کا پیغام سنایا ۔امام نے کلمہ استرجاع پڑھا، معاویہ کیلئے رحمت کی درخواست کی پھر فرمایا جہاں تک بیعت کی بات ہے ہم جیسے نہ چھپے ہوئے بیعت کرتے ہیں اور نہ تم اس پر اکتفاء کرو گے، جب بیعت کیلئے آپ باہر نکلو گے اور لوگوں کو دعوت دو گے تو ہمیں بھی بلانا۔

ولید عافیت چاہتا تھا ولید نے کہا فی امان اللہ ۔مروان نے کہا ابھی اگر یہ یہاں سے نکل گئے تو آپ کی بیعت نہیں کریں گے پھر آپ کا ہاتھ ان تک نہیں پہنچے گا یہاں تک کہ قتل عام ہو گا، بہتر ہے انھیں یہیں روکو، اگر بیعت کریں تو ٹھیک ورنہ گردن مارو ، یہ سن کر امام کو غصہ آیا کہا اے ذرقا تم مجھے قتل کرو گے یا ولید ،تم نے جھوٹ بولا تم نے غلط کیا یہ کہہ کر امام وہاں سے نکلے تو مروان نے ولید سے کہا تم نے میری مخالفت کی ہے اب دوبارہ حسین تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا تو ولید نے کہا میں نہیں چاہتا کہ میں حسین کو قتل کروں صرف اس بات پر کہ وہ بیعت نہیں کریں گے، وہ شخص جس پر خون حسین کا حساب ہو گا اس کا میدان عمل قیامت کے دن خفیف ہو گا تو مروان نے طنز میں کہا اگر ایسا ہے تو تم حق پر ہو تم نے سچ کہا ہے ۔امام حسین دوسری رات ۲۸ رجب المرجب ۶۰ ہجری کو اپنے اہل وعیال سمیت مکہ روانہ ہوئے ،۳ شعبان کو مکہ پہنچے اور زوار و طائفین و مقیمین کا مرکز توجہ بنے ۔۸ ذی الحجہ ۶۰ ہجری کو اہل کوفہ کے اصرار پر انکی طرف روانہ ہوئے ، دروازۂ کوفہ کربلاء میں آپ کو روک دیا گیا ۔یہاں تک کہ امام حسین کربلا میں شمر بن ذی الجوشن کے ہاتھوں جبکہ بعض کا کہنا ہے سنان بن انس نخعی یا خولی بن یزید کے ہاتھوں شہید ہوئے جس کا ذکر کسی سننے

والے کیلئے قابل برداشت نہیں، اس سے انسان پر لرزہ طاری ہوتا ہے۔جب آپ کا سر اقدس شام پہنچا تو یزید کے سامنے رکھا گیا اور شمر نے واقعات وحالات سے یزید کو آگاہ کرتے ہوئے کہا، حسین اپنے خاندان کے ۱۸ افراد اور ۶۰ شیعوں کے ساتھ تھے ۔ہم حسین کے مقابل میں نکلے اور ہم نے ان سے کہا یا امیر عبید اللہ بن زیاد کے سامنے تسلیم ہو جاؤ یا جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔انہوں نے جنگ کو انتخاب کیا، ہم نے صبح سویرے ان پر حملہ کیا اور ہر طرف سے انھیں محصور کیا، ان سب کو قتل کیا، ان کے اجساد کو ادھر چھوڑ کر آئے ۔ کہتے ہیں ایک راوی کا کہنا ہے جب یزید نے یہ باتیں سنیں تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اس نے کہا افسوس میں تمہارے لئے راضی تھا مگر حسین کے قتل کے بغیر، ابن مرجانہ پر لعنت کرو، اگر میں اس جگہ ہوتا تو حسین کو معاف کرتا پھر اس نے اہل بیت حسین کو اپنے گھر میں رکھا علی بن حسینؑ کو دربار میں دسترخوان پر دعوت دی پھر اس نے علی بن حسین کو مدینہ کی طرف روانہ کیا۔

۶۳ ہجری میں اہل مدینہ نے والی مدینہ کو خلافت سے خلع کیا چنانچہ یزید کے حکم پر مسلم بن عقبہ مری کی قیادت میں ایک لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوا جس نے تین دن تک مدینہ کو اپنے لشکر کے لئے مباح گردانا اور آخر میں ان سے یزید کے غلام اور بندہ ہونے پر بیعت لی گئی ۔ مسلم بن عقبہ نے قتل عام کیا، اس واقع میں کئی اصحاب اور انکی اولادیں قتل ہوئیں۔

یزید ۲۶ ہجری کو پیدا ہوا، رجب ۶۰ ہجری کو اس کی بیعت ہوئی اور ربیع الاول ۶۴ ہجری میں مر گیا۔اس کی مدت حکومت ۳ سال ۸ مہینہ ۲۲ دن ہے۔اس پر اسکے بیٹے معاویہ نے نماز جنازہ پڑھائی، مرتے وقت یزید کی عمر ۳۸ سال تھی اس کی خلافت ۳ سال ۹ مہینہ رہی'زرکلی کہتے ہیں اس کی تمام تر توجہ رغبت لہو ولعب اور شعر گوئی پر تھی ۔[حیات حیوان الکبری ج ۱ص ۹۱]

تحفظات بر یزید ابن معاویہ:

ولی عہدی یزید برائے خلافت کے لئے تحفظات و نگارشات ضروری اور ناگزیر ہیں لیکن نگارشات لکھتے وقت جذبات واحساساتِ عصبیات کی زد میں آکر اصول مقررہ قرآن وسنت کی حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ قرآن ہمیں حکم دیتا ہے فیصلہ کرتے وقت دشمن کو بھی عدل وانصاف فراہم کرو اور عدالت کے تقاضوں سے تجاوز نہ کرو'

اسے ترازو قرآن وسنت سے گزارنا ضروری ہے، اس حوالے سے یزید مسند اقتدار پر کیسے قابض ہوا نیز قابض ہونے کے بعد اس نے کن کن جرائم کا ارتکاب کیا، اسے دیکھتے ہیں:

اباحہ مدینہ: [تاریخ خیاط ص ۱۴۷]

وہب بن جریر سے نقل ہے ۶۲ ہجری میں عثمان بن محمد مکہ سے واپس مدینہ آئے تو ایک مہینہ کے بعد انہوں نے ایک وفد یزید بن معاویہ کی طرف بھیجا جس میں عبداللہ بن ابی عمرو بن حفظ بن مغیرہ مخزومی، محمد بن عمر بن حزم انصاری اور ایک مرد بنی سراخہ بن عدی بن کعب قریش سے تھا، یہ لوگ واپس مدینہ پہنچے اور یزید پر لعن و سب وشتم شروع کی اور اس سے برات کا اعلان کیا، جویرہ بن اسماء کہتے ہیں بعض اہل مدینہ سے سنا ہے شام میں یزید کے پاس جانے والوں میں عبداللہ بن حنظلہ اور ان کے آٹھ فرزند بھی تھے یزید نے خود عبداللہ بن حنظلہ کو ایک لاکھ درہم دیئے اور انکے بچوں میں سے ہر ایک کو دس ہزار درہم کے علاوہ کپڑے اور دیگر اشیاء دیں، جب مدینہ پہنچے تو عبداللہ بن حنظلہ کے پاس لوگ ملنے آئے اور لوگوں نے کہا کیا خبر ہے تو انہوں نے کہا ہم ایک ایسے مرد کے گھر سے واپس آئے ہیں کہ اگر میرے پاس کچھ بھی نہ ہو تو میں تن تنہا اسکے خلاف جہاد کروں گا، لوگوں نے کہا ہمیں خبر ملی ہے کہ یزید نے آپ کو انعامات و کرامات سے نوازا ہے، انہوں نے کہا یہ سب میں نے اسلئے قبول کیا تا کہ اس مال سے لوگوں کو یزید کے خلاف دعوت دوں، اس پر سب نے ان کی بیعت کی۔

یزید نے اپنی خلافت کے استحکام کی خاطر مدینۃ الرسول کی جسارت واہانت کرنے کا حکم دیا، حرمت اسلام و مسلمین کو پامال کیا اور جس قدر محرمات کا ارتکاب ہوسکتا تھا، محاصرے کے دوران کیا گیا۔ یزید نے اللہ کے گھر کو اپنے اقتدار کی خاطر آگ بگولوں کا نشانہ بنایا اور اللہ کے گھر میں شگاف اور جلاؤ گھیراؤ کیا۔

یزید نے اپنی خلافت کے ابتدائی خطبہ اور اپنے منصوبات کا اعلان کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنی خلافت کے لیے خطرات کی نشاندہی کرتے ہوئے اصحاب برجستہ چشم و چراغ اسلام کو نشانہ بنایا یزید نے والی مدینہ کو لکھا حسین سے بیعت لو یا حسین کا سر بھیجو، اس کی یہ منطق قرآن وسنت میں کہیں نہیں ملتی اور نہ سیرت گذشتگان میں بیعت کے مقابل کسی کی جان لی گئی تھی، خود امیر المومنین علی جنہیں امت مسلمہ خلیفہ راشد کہتی ہے، ان کے دور خلافت

میں بہت سے افراد نے حضرت کی بیعت نہیں کی، خود یزید کا باپ معاویہ بھی ان میں شامل تھا، اس کے باوجود معاویہ حضرت علی کی حکومت میں حفظ وامان میں رہا۔

یزید کی خلافت سے ملنے والے مصائب وآلام کربلا تک نہیں رکے جس میں اس نے امام حسین کو ۶۱ھ میں شہید کیا بلکہ اس نے مدینہ منورہ کو بھی ویران کیا جرم رسول اللہ ؐ کا احترام ملحوظ نہیں رکھا اور انھیں کراہت کی نظروں سے دیکھا کیونکہ سن ۶۲ھ میں اہل مدینہ متفق ہوئے کہ یزید کو اس کی بے دینی کی بنیاد پر خلافت سے ہٹایا جائے چنانچہ انہوں نے یزید کے والی عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے خارج کیا، یزید نے مسلم بن عقبہ کو جو کہ عرب کا شقی اور مکار انسان تھا دس ہزار سواروں کے ساتھ مدینہ بھیجا اس نے مدینہ کا محاصرہ کیا اہل مدینہ نے خندق کھودی ان کے درمیان سخت جنگ چھڑی، اس میں فضل ابن عباس، ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب اور بعض دیگر اشراف وانصار قتل ہوئے، اہل مدینہ نے لشکر یزید کے مقابل میں شکست کھائی، پھر مدینہ کے لوگوں کی جان و مال وناموس کو ۳ دن تک مباح قرار دیا۔ قتل وغارت گری اور ظلم و جنایت سب روا رکھا، اس وجہ سے لوگوں نے عقبہ کو مسرف کا لقب دیا۔ یہ واقعہ اسلام ومسلمین کے لئے سب سے زیادہ بدترین واقعہ تھا جس میں اصحاب رسول میں سے بہت سے افراد شہید ہوئے باقی ماندہ افراد سے بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں۔ مسلم بن عقبہ نے یزید سے محبت کی خاطر یہ سب کچھ کیا۔ یہ واقعہ ۲۷ ذی الحجہ کو واقع ہوا، اس دن کو حرۃ کہتے ہیں۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو جس نے مدینہ کی ہتک حرمت کی تھی، مکہ جانے کا حکم دیا جہاں عبداللہ بن زبیر پناہ لئے ہوئے تھے اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے رہے تھے لیکن راستہ میں مسلم بن عقبہ مر گیا تو یزید نے لشکر کی قیادت حصین بن نمیر کے حوالے کی۔ اس نے مکہ کا محاصرہ کیا تو زبیر بھی وہاں سے نکلے اور ان دونوں کے درمیان جنگ چھڑی، اس دوران یزید کے مرنے کی خبر آئی تو حصین نے مناسب سمجھا کے وہ ابن زبیر کیلئے بیعت لے لیکن ابن زبیر نے انکار کیا پھر حصین اور اس کا تابع لشکر شام گیا اور مکہ کا حصار ٹوٹ گیا، اس جنگ میں منجنیق اور دیگر چیزیں بھی استعمال ہوئیں جس سے کعبہ کی دیواریں جل گئیں تھیں۔

قتل حسین میں یزید وحسین کے وکیلوں کے دلائل:

وکلاء یزید بن معاویہ بطور مثال غزالی، ابن عربی وصلابی اور ان کے ہم فکر وہم خیالوں کا کہنا ہے قتل حسین

میں یزید کو ملوث کرنا، ذمہ دار ٹھہرانا اور اس کی بنیاد پر اسے لعن و شتم کا نشانہ بنانا از روئے شریعت جائز نہیں ہے، وہ اس کے لئے متعدد دلائل پیش کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں یزید اس حد تک حسین سے سلوک پر راضی نہیں تھا، کبھی کہتے ہیں ابن مرجانہ نے جلد بازی کی، کبھی کہتے ہیں اس نے اہل بیت سے حسن سلوک کیا ہے یا کہتے ہیں اس نے توبہ کی ہے۔ قاضی ابن عربی کے نظریہ کے تحت امام حسین کا یہ قیام بے جا تھا اور کسی بھی حاکم وقت کے خلاف قیام درست نہیں ہے اگر قیام کریں تو خون رائیگاں ہوگا۔ قتل ان کے بقول اپنے جد کی تلوار سے ہوا تو اس صورت میں عاملین قتل بے قصور ہونگے یزید بے قصور ہوگا اور وہ مستحق لعن بھی قرار نہیں پائے گا۔ اس کے بالمقابل میں حسین بن علی کے وکیلوں کا کہنا ہے امام حسین کا نظریہ حاکم کے احکامات سے تصرفات دائرہ نہی از منکر میں آتا ہے۔ امام حسین یزید کے انتخاب خلیفہ منتخب ہونے پر پہلے ہی ناقد تھے یزید نے پہلے ہی آپ سے حق آزادی کو چھین کر اپنی بیعت سے مشروط کیا تھا جو کہ قرآن و سنت کے علاوہ خلفاء راشدین کی بھی سنت و سیرت کے خلاف تھا۔ آپ مجبور تھے اپنا خانہ و آشیانہ چھوڑ کر حرم الٰہی میں پناہ لیں، جب آپ کو وہاں بھی پناہ نہیں ملی تو آپ نے مکہ بھی چھوڑا یہاں تک کہ میدان کربلا میں آپ نے مذاکرات کی دعوت دی اور اپنی عدم مزاحمت پر یزید کو وعدہ دیا اور خود یزید سے بات چیت کا مطالبہ کیا اس کے باوجود آپ کو قتل کیا گیا جس پر یزید نے کوئی جواب طلبی نہیں کی بلکہ لشکر والوں کو انعامات سے نوازا۔ یزید پہلے دن سے ہی حسین بن علی کے بارے میں تشدد کا قائل تھا اور آخر تک قتل حسین، اسارت حسین سب کا حکم اُس کی رضایت و اجازت کے مطابق انجام پایا ہے۔ کہیں سے کوئی اشارہ نہیں ملتا جس کی بنیاد پر یزید کو بے قصور ٹھہرایا جائے۔ ہم یہاں پر تاریخ کے اُن صفحات کو سامنے لائیں گے جو صفحات تاریخ میں مدون ہیں جس طرح دیگر مسائل کی تلاش میں ہم انہی صفحات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں بھی ہمارا قاضی نقل تاریخ ہوگا جب تک کہ کوئی دلیل محکم اس قطعہ تاریخ کو مسترد نہ کرے۔

تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۵۰، ۶۱ ہجری کے حوادث میں لکھتے ہیں معاویہ نے پندرہ رجب کو وفات پائی اور اس کے بعد یزید کے لئے بیعت لی گئی، اُس وقت بصرہ میں عبید اللہ بن زیاد، کوفہ میں نعمان بن بشیر، مدینہ میں ولید بن عتبہ بن ابی سفیان اور مکہ میں عمرو بن سعید بن عاص والی تھا۔ یزید نے ولید کو خط لکھا جس میں معاویہ کی تعریف و تمجید کے بعد اُس کی موت اور اپنی جانشینی کے اعلان کی خبر دی اور ایک چھوٹے سے صفحے پر علیحدہ سے لکھا حسین، عبد اللہ بن

عمر،عبداللہ بن زبیر سے بیعت لیں۔اس میں کسی قسم کی سستی،نرمی سے گریز کریں بیعت لینے میں شدت کو اختیار کریں یہاں تک کہ بیعت ہو جائے۔

۱۔یزید کا حسین سے بیعت لینے میں پہلے دن سے راہِ تشدد اپنانا۔

۲۔ولید نے مروان کو مشورہ کیلئے بلایا اور اس حکم کے طریقہ عمل پر مشورہ کیا کہ ان سے بیعت کیسے لی جائے تو مروان نے کہا فوراً انھیں بلائیں اور بیعت اور دخول در اطاعت کے لئے کہیں،اگر قبول کریں تو صحیح،اگر نہیں کرتے تو ان کی گردن اڑا دیں قبل اس کے دوسروں کو پتہ چلے۔

۳۔جب حسین بن علی دربارِ ولید میں پہنچے تو آپکو معاویہ کی موت کی خبر دی گئی،آپ نے کلمہ استرجاء پڑھا اور ان کے لئے دعا کی اور کہا جہاں تک بیعت کی بات ہے اس کے بارے میں میں چھپکے سے بیعت کرنے والا نہیں ہوں اور نہ ہی تم اس پر اتفاق کرو گے بہتر ہے جب عام لوگوں سے بیعت لو گے تو ہمیں بھی بلا لینا،ولید اس پر راضی ہوا لیکن مروان نے کہا ابھی چھوڑو گے تو ان پر کبھی قدرت نہیں پاؤ گے جب تک قتل کا بازار گرم نہ ہو جائے،انھیں یہیں پر روکیں یا ان کا سر بدن سے جدا کر دو۔پھر انہوں نے بار بار امام حسین کا پیچھا کیا،بار بار آپ کو بلانے کیلئے آدمی بھیجے طبری میں لکھا ہے ۲۸ رجب کی رات کو امام حسین مدینہ سے نکلے،جب امام حسین مکہ پہنچے اس وقت عمرو بن سعید بن عاص والی تھا۔

۴۔تاریخ طبری میں ج ۴ص ۲۵۸ پر لکھتے ہیں جب حسین کے نمائندے مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے اور لوگوں سے بیعت لی گئی اور وہاں موجود نعمان بن بشیر نے اس بیعت اور سرگرمی کے بارے میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی،یزید کے ہمنوا اور ہم خیالوں نے نعمان بن بشیر کے اس نرم رویہ کی شکایت یزید سے کی تو یزید نے اپنے باپ کے مشیر سرجون رومی کے مشورہ پر عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا والی بنایا اور اسے حکم دیا کہ مسلم بن عقیل کو تلاش کرے اور جہاں ملیں انھیں قتل کریں۔

۵۔تاریخ طبری ج ۵ص ۲۸۵ پر ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں جب عبید اللہ نے مسلم اور ہانی کو قتل کیا ان دونوں کے سروں کو ہانی بن ابی حیہ ہمدانی اور زبیر بن عروہ تمیمی کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ ایک خط میں لکھا مسلم اور اس کے پناہ دہندہ ہانی بن عروہ مرادی کو ہم نے قتل کیا ہے،ان دونوں کے سر ہانی ابی حیہ ہمدانی اور زبیر بن عروہ تمیمی کے ساتھ بھیج رہے ہیں۔دونوں امیر کے مطیع و فرمانبردار ہیں مزید حالات کی تفصیل امیر المومنین ان سے پوچھیں،یہ دونوں ہر

چیز سے واقف وآگاہ ہیں اور ساتھ ہی صادق وسمجھدار ہیں۔
جب یہ خط یزید کو ملا تو اس نے عبید اللہ کو لکھا جو ہم چاہتے تھے تم نے وہی کام کیا، تمہارا اقدام مردانہ اور شجاعت مندانہ ہے تم نے استقامت اور جرات دکھائی ہے۔ تم نے میری امید اور تمناؤں کو جلا بخشی، تمہارے نمائندہ سے مزید حالات سے آگاہی ہوئی، مجھے خبر ملی ہے کہ حسین بن علی عراق کی طرف متوجہ ہیں تمام جاسوسوں کو سرحدوں پر تعینات کریں، جہاں بھی کوئی شبہ ہو، اس پر سختی کریں اور لڑنے والے سے لڑیں اور مجھے روزانہ کی بنیاد پر حالات سے آگاہ کریں۔
۶۔تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۵۲ پر لکھتے ہیں عبید اللہ بن زیاد نے سرہائے مقدس حسین وشہدا اور اہل وعیال کو شمر بن ذالجوشن کی سرکردگی میں شام بھیجا۔ علی بن حسین نے پورے راستہ میں ان دونوں سے بات نہیں کی جب دروازہ یزید تک پہنچے تو محافظ نے حسین بن علی کی شان میں جسارت کی، سر حسین واصحاب حسین یزید کے سامنے رکھے تو یزید نے کہا اگر میں وہاں ہوتا تو آپ کو قتل نہ کرتا، یہ جملہ سن کر یحییٰ بن حکم جو مروان بن حکم کا بھائی تھا، اُس نے کہا اس وقت ابن زیاد وعبدی کا نسب پھیل رہا ہے لیکن آل مصطفی کی نسل قتل ہو رہی ہے، اس پر یزید کو غصہ آیا اُس نے یحییٰ بن حکم کے سینہ پر مکا مار کر کہا خاموش ہو جاؤ۔
۷۔دربار یزید میں جب شام کے اشراف کو بلایا اور اہل بیت کو داخل کیا گیا تو یزید نے علی بن حسین سے کہا تمہارے باپ نے میرے رحم کو قطع کیا، میرے حق کی ناشناسی کی، میری سلطنت میں میری مزاحمت کی تو اللہ نے انھیں جو سزا دی وہ آپ نے دیکھی ہے۔ امام سجاد نے یہ آیت پیش کی ﴿اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا﴾ ”وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے“ (زمر ۴۲) تو اس کے جواب میں یزید نے کہا یہ جو مصیبت آپ کو پہنچی ہے آپ کے ہاتھوں کا کسب ہے۔
۸۔ج ۸ ص ۳۵۳ پر لکھتے ہیں اسیروں میں ایک حضرت علی کی فاطمہ نامی بیٹی تھی، ایک شامی نے یزید سے کہا یہ لڑکی مجھے دے دو تو فاطمہ ڈر گئی تو زینب نے اس شامی سے کہا تم نے جھوٹ بولا، یہ حق نہ تم کو ہے نہ تمہارے امیر کو۔ یہ سن کر یزید نے غصہ میں آکر کہا یہ حق مجھے حاصل ہے اور میں ایسا کر سکتا ہوں۔ حضرت زینب نے فرمایا یہ حق تمہیں حاصل نہیں مگر یہاں تک کہ تم اعلان کرو کہ تم اسلام سے نکلے ہو اور کسی اور دین پر ہو، یہ جواب سن کر وہ غصہ میں آیا اور زینب سے کہا تم اس طرح سے مجھ سے مقابلہ کرتی ہو، دین سے تمہارا باپ اور تمہارا بھائی نکلا ہے تو زینب نے فرمایا میرے

باپ اور میرے بھائی اور میرے جد کے دین سے تم اور تمہارا باپ اور تمہارا جد مسلمان ہوئے ہیں، جب وہ غصہ میں آیا تو زینب نے فرمایا تم امیر ہو جس قدر دشنام دے سکتے ہو دو اور اپنی سلطنت کی قدرت دکھاؤ۔

معاویہ اور یزید پر لعنت:

معاویہ کے فضائل و مناقب و مثالب و مطاعن کے بارے میں وارد روایات ضد و نقیض پر مبنی ہونے اور ایک دوسرے سے تضاد کے علاوہ اسناد میں بھی کسی غیر جانبدار محقق اور عالم دین کے لیے قابل قبول نہیں ہیں، ہر ایک اپنی حدیث منقول کو حجت گردانے پر تلا ہوا ہے، ہم دونوں روایات کو ایک طرف رکھ کر معاویہ اور یزید کے مسلمہ اور ناقابل انکار جرائم کو پیش کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت عثمان کے نام سے حضرت علی سے جنگ، علی کے خلاف معاذ آرائی، امام حسن کو لشکری طاقت کے ذریعے خلافت سے تنزل کی دعوت، علی پر سب و شتم کا رواج اور یزید کی ولی عہدی کا عمل جو کہ نا قابل انکار معصیت ہے، اسی طرح یزید کا قتل حسین، تاراجی مدینہ اور احتراق بیت اللہ بھی ایک کھلا جرم و جنایت ہے، یہ دونوں منصب خلافت مسلمین پر رہے ہیں اور ان کے بعد بھی ان کے خاندان والے یکے بعد دیگرے اس اقتدار پر فائز رہے ہیں تو یقیناً ان کے چاہنے والے، ان کا دفاع کرنے والے اور ان کے حق میں فتویٰ دینے والے، ان کے جرم و جنایت کو ہلکا دکھانے والے اور مخالفین کو مطعون کرنے والے ضرور ہوں گے۔ تاریخ میں یہود و نصاریٰ سے لے کر ابھی بھی حکومت کے حق میں سلطنت نواز بھی رہے ہیں اور حکومت مخالف بھی، لہٰذا ابھی بھی حکومت کے حق میں بھی علماء ہیں اور مخالفت میں بھی لیکن حکومت نواز علماء حکومت کی پشت پناہی، مالی طاقت و قدرت اور اجتماعی و سیاسی حیثیت کی وجہ سے حکومت مخالف علماء پر برتری رکھتے ہیں لیکن جہاں حکومت مطعون ملت ہو اور جہاں مسلمان یہ سمجھتے ہوں کہ یہ حکومت اسلام و مسلمین کے حقوق پامال کر کے ظلم و جبر و تشدد کی راہ اپنائے ہوئے تھی، وہاں حکومت مخالف علماء حکومت نواز علماء پر برتری رکھتے ہیں لہٰذا جن علماء نے یہاں حکومت کے حق میں یا مخالفت میں فتویٰ دیا ہے اس کا تاریخی پس منظر دیکھنا ضروری ہے یہ دونوں علماء حلال و حرام، جائز اور ناجائز دونوں میں جھکاؤ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایسے دونوں طرح کے فتاویٰ جاری رہتے ہیں، یہ فتاویٰ حکومتی مفاد سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ان دونوں فتاویٰ کی حیثیت نہیں ہوتی لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے اس مقدمہ کو قرآن و سنت کی طرف لے جائیں۔ یہ

ایک ایسا مقدمہ ہے جو سرکاری عدالت گاہوں میں چلتا رہتا ہے جسے کچھ دیر تک بند رکھتے ہیں اور حکومت جب چاہتی ہے، اسے اٹھاتے ہیں۔لعن وسبّ معاویہ و یزید اسی قسم کے مقدمے سے تعلق رکھتا ہے۔چونکہ سابقہ دور میں اس کو جائز گردانے والے یا ناجائز گردانے والے علماء تقسیم شدہ رہے۔حکومت نواز اور حکومت مخالف انھوں نے جواز وعدم جواز کو قرآن اور سنت رسولؐ سے انتساب نہیں کیا ہے اور رسول اکرمؐ کے بعد قرآن وسنت پر عمل کرنے کی کوئی مثال ملتی ہے تو وہ خلفاء راشدین کا دور ہے،ان کے دور میں بھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی ہے حتیٰ جمل وصفین ونہروان میں جہاں ایک طرف حضرت علی تھے تو دوسری طرف حضرت علی کے مخالف تھے۔لشکر علی کے ہاتھوں قتل ہونے والوں نے حضرت علی اور ان کے لشکر پر سب وشتم کا رواج روا رکھا۔لہٰذا یہ سبّ وشتم دشمن کی تسلی وتشفی اور مخالفین کے لئے دل بہلانا ہو سکتا ہے یہ اسلام و مسلمین کے فائدے میں نہیں بلکہ یہ امت کو فساد و جھگڑے میں پھنسانے اور فساد کو دوام بخشنے کا سبب ہے اس سے بڑھ کر یزید پر لعن اور سبّ وشتم کا ایک نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ بعض کو یزید پر لعن بھیجنے والوں کی ضد میں سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کہنے کا جواز بنا ہوگا۔اب یہاں اہل فکر و دانش کے لئے انصاف وعدالت دینے کا لمحہ ہے کہ کس کو کس پر لعن وسب وشتم کرنے کا حق ہے اور کس کو رضی اللہ عنہ کہنے کا۔

امت اسلامی یا مسلمانوں کی برگشت قرآن وسنت پیغمبر اکرمؐ کی طرف ہے۔مسلمانوں کے اندر آپس میں جہاں کہیں کسی بھی بنیاد پر فرقے کی صورت میں یا گروہ گرائی یا قومی عصبیت کی وجہ سے یا جس شکل وصورت میں بھی اختلاف ہو جائے تو اس کو معاشرے کے اہل حل وعقد حل نہ کرنے کی صورت میں علماء وفقہاء کی طرف برگشت کرتے ہیں جو دین وشریعت کی ترجمانی میں مفتی ومفسر ومبین ہیں اگر اس سے بھی اختلاف ونزاع حل نہ ہو یا ختم نہ ہو تو اگلے مرحلے میں قرآن وسنت نبی کریمؐ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے چنانچہ آیت میں بھی یہی ہے۔فان تنازعتم ردا الاللہ ورسول (نساء ۵۹) علی ابن ابی طالب نے ردالی اللہ کو قرآن کی طرف رجوع کرنا اور ردبا رسول اللہ کو ردبا سنت یعنی سنت رسولؐ کی طرف رجوع کرنا کہا ہے۔

سب ولعن معاویہ ویزید امت کے اندر عرصہ دراز سے اختلاف ونزاع کا مسئلہ ہے بعض وجوہات کی بنا پر اس کا حل ہونا بعید اور نزاع کا بڑھنا قرین وقریب نظر آتا ہے۔اب تک اس نزاع کو باقی رکھنے کا جواز سب فقہاء وعلماء کے فتاوٰی ہیں۔جن لوگوں نے سب وشتم سے منع کیا ہے اور اسے ناجائز گردانا ہے،ان کی دلیل یہ ہے کہ یزید

کا دور خیر القرون ہے یعنی دورِ رسالت سے قریب کا دور ہے اور دورِ رسالت سے قریب کا دور، دُور کے دور سے افضل و برتر ہے تو اسی طرح قریب دور کے لوگ بھی افضل ہیں وہ طعن وطنز وتنقید سے بالاتر ہیں۔انھوں نے یزید سے سرزد اعمال کو اُس کے کارکنوں اور نمائندوں پر چھوڑ کر اُسے بے قصور گردانا ہے جبکہ لعن وسبّ کرنے والوں کی منطق یہ ہے کہ یزید نے مستحق لعن اعمال انجام دیئے ہیں اور ایسے اعمال بجالانے والوں پر قرآن وسنت میں لعن آیا ہے۔لیکن یہ سبّ وشتم سے متعلق جو آیات ہیں، ان کی تطبیق کرنے والے رسولؐ اللہ تھے اور آپؐ کے قریب ذوات اہل بیت و اصحاب تھے ،رسول اکرمؐ اور اہل بیت واصحاب نے کسی کا نام لے کر سبّ وشتم کیا ہو اس کی کوئی مثال ونمونہ نہیں ملتا ہے۔

لعن بر خلفاء معاویہ اور یزید:

بعض افراد یزید بن معاویہ پر لعن وسبّ شروع کرتے ہوئے اس کے باپ اور خاندان بنی امیہ سے آگے بڑھتے ہوئے خلفاء تک جاتے ہیں۔خلیفہ اول اور خاص کر خلیفہ دوم پر ختم ہو جاتی ہے۔لعن وسبّ نام لیکر جائز و ناجائز ہونے کے حوالے سے امت اسلام میں دو انتہاء پسند گروہ مقابل ہیں جن کے درمیان افہام وتفہیم ناممکن ہے۔اس فعلِ قبیح سے امت اسلامی کس قدر خسارے میں گئی، وہ ناقابل جبران ہے۔حکومت اسلامی کے قیام میں اعلاء کلمہ حق کے نفاذ کا ناممکن ہونا، امت کے اسی انتشار ناگزیر پر منتہی ہوتا ہے، گزرنے والے اس خسارے سے ملحق ہو چکے ہیں، ابھی تک امت اس کا خمیازہ بھگت رہی ہے،سوال ہے کہ کیا آنے والی نسل کسی حقیقت پر پہنچ پائے گی یا نہیں؟ اس حوالے سے جواب مثبت اور منفی دونوں کا محکم دلائل سے استناد کرنا ناممکن ہے،اس کی بنیادی وجہ ہے کہ امت نے اس متنازعہ مسئلے کو قرآن وسنت سے حل کرنے کی بجائے فقہاء ومجتہدین کے فتووں سے حل کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ یہ فقہاء اور مجتہدین مختلف سیاسی ، اجتماعی اور مذہبی حکمرانوں کے نرغے میں ہوتے ہیں بلکہ ابھی تو یہ عوام الناس کے شدید قسی القلبی کی زد میں ہوتے ہیں۔

ابو المعالی جوینی کہتا ہے پیغمبر اکرمؐ نے اصحاب میں سے کسی پر لعن وسبّ کرنے سے منع کیا ہے یا ان کے درمیان اختلافات کو اٹھانے سے منع کیا ہے۔آپ نے فرمایا میرے اصحاب کو میرے لئے چھوڑ و۔اگر تم کوہ احد کے

برابر سونا اللہ کی راہ میں انفاق کرو گے تو ان اصحاب کی ایک مد کے برابر نہیں ہو گا اور نہ نصف کے۔ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ بہترین صدی وہی ہے جو میری صدی سے ملتی ہو، ہر صدی جو ہم سے قریب ہے وہی بہتر ہے۔

قرآن کریم میں صحابہ، تابعین کی تعریف آئی ہے۔ ابی الحسن بصری کے پاس جمل وصفین کا ذکر ہوا تو انھوں نے کہا وہ ایسا خون ہے جس سے ہماری تلواریں پاک ہیں تو ہم کیوں اپنی زبان کو اس خون سے نجس کریں۔ اگر ان میں سے کسی نے غلطی کی ہے تو ان کی غلطی کو رسول اکرمؐ کے احترام اور مروت میں بخشنا چاہیے، اسے نظر انداز کرنا چاہیے، جن جن کو تم برا کہتے ہو ان کا انتساب رسولؐ اللہ سے ہے، حضرت عائشہ آپؐ کی زوجہ ہیں، زبیر آپؐ کا پھوپی زاد ہے طلحہ جس نے آپ کو بچایا ہے۔ پھر یہ دیکھنا چاہیے کون سی چیز ہماری ذمہ داری ہے، کیا ہم پر واجب ہے کہ کسی مسلمان پر لعن کریں، اس لعن وبرات میں کیا ثواب ہے، اللہ قیامت کے دن مکلّف سے یہ نہیں پوچھے گا کہ تم نے لعن کیوں نہیں کیا بلکہ پوچھے گا کہ لعن کیوں کیا۔ اگر ایک انسان نے ایک عمر گزر جانے کے باوجود ابلیس پر لعن نہیں کیا تو یہ عاصی و گناہگار نہیں ہو گا۔ انسان کے حق میں لعنت کی بجائے استغفار کرنا زیادہ بہتر ہے۔ پھر ایک عادی اور عام انسان کو امورات خاصہ میں دخل نہیں دینا چاہیے، یہ لوگ اس امت کے قائدین ہیں، ہم آج گری ہوئی پست قوم ہیں، کیا یہ برا نہیں کہ ایک پست انسان رعیت امور مملکت کے دقائق میں دخل دے۔ معاویہ ان کا رشتہ دار ہے، ان کی بہن پیغمبرؐ کی زوجہ ہے ام حبیبہ کے احترام میں معاویہ کی عزت کرنی چاہیے۔ یہ آیت ابوسفیان کے شان میں نازل ہوئی ہے، ممتحنہ ۷۔ یہ تھے ابو المعالی جوینی کے تاریخ میں تاثرات۔

جن لوگوں نے اصحاب پیغمبرؐ کو یا ان کے بقول تابعین وسلف کے کسی جرم و جنایت اور غلطی کو اٹھانے سے منع کیا ہے اور جس کے لئے انھوں نے قیل وقال سے استدلال کیا ہے ان سے مودبانہ گزارش ہے کہ جب کوئی روایت متنازع ہو جائے تو اس کو ڈنڈے سے نہیں منوانا چاہیے بلکہ اسے متفق علیہ بنانے اور تسلیم کروانے کیلئے قرآن اور سنت قطعیہ مسلمہ سے استناد کرنا ہو گا اور دیکھنا ہو گا کہ وہ اس سے موافق ہے یا مخالف۔ سورہ احزاب میں اللہ نے صریح آیات میں وعدہ دیا ہے کہ پیغمبرؐ سے قرب والوں کے نیک اعمال کا زیادہ ثواب ہے اور ان کے بُرے اعمال کی بہت بُری سزا ہے جبکہ مذکورہ بالا فکر اس آیت سے متصادم ہے۔

یہ منطق کہ تمام اصحاب ہم مرتبہ ہیں، یہ ان آیات و سیرت پیغمبر کے خلاف ہے جہاں اصحاب کی طبقہ بندی کی گئی ہے۔(بقرہ ۲۱۸، انفال ۷۲، توبہ ۱۰۰)

تذکیرہ خواص سبط ابن جوزی اپنی کتاب ص ۲۵۷ پر نقل کرتے ہیں کہتے ہیں میرے جد ابو الفرج نے اس کتاب میں نقل کیا ہے اگر کوئی مجھ سے سوال کرے یزید بن معاویہ کے بارے میں کیا کہتے ہو تو میں اس سے کہوں گا یزید کے لئے یہی کافی ہے کہ اگر پوچھیں اس کو لعن کرنا جائز ہے یا نہیں تو میں کہوں گا علماء اور پرہیزگاروں نے اس پر لعن کیا ہے، اس میں احمد بن حنبل بھی شامل ہیں، انھوں نے یزید کے لعن کے بارے میں زیادہ تفصیل سے بات کی ہے، کہتے ہیں ہم نے احمد بن حنبل سے یزید بن معاویہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا اس نے یہ کارنامے انجام دیئے ہیں جیسے مدینہ کو غارت کیا، ان سے پوچھا کیا ہم یزید سے کوئی حدیث نقل کریں تو کہا نہیں کیونکہ اس کو یہ افتخار نہیں ہے۔ صالح بن احمد بن حنبل سے نقل ہے انہوں نے کہا ہم نے اپنے باپ سے کہا بعض ہمیں نسبت دیدتے ہیں کہ ہم یزید سے محبت رکھتے ہیں، کہا اے بیٹا کیا اللہ پر ایمان لانے والے یزید سے محبت کر سکتے ہیں تو میں نے باپ سے پوچھا کہ آپ کیوں لعن نہیں کرتے تو کہا کبھی آپ نے مجھے کسی بات پر لعن کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اے بیٹا جن پر اللہ نے لعن کی ہے ان پر کیوں لعن نہیں کرتے، میں نے پوچھا اللہ نے یزید پر کہاں لعن کیا ہے، کہا آیا اس قتل حسین سے بدتر کوئی فساد ہوگا، میں اس انسان کے بارے میں کیا کہوں جس کے حق میں اللہ نے اپنی کتاب میں لعن کیا ہے۔ کہتے ہیں میرے جد نے لکھا ہے قاضی ابو یعلی نے ایک کتاب تالیف کی ہے اس میں جن کے لعن کے مستحق ہونے کے بارے میں ذکر کیا ہے ان میں سے ایک یزید ہے۔ اس کتاب میں آیا ہے یزید کے لعن سے منع وہ کرتے ہیں جو غیر عالم ہیں اور یزید کو نہیں جانتے یا وہ منافق ہیں جو لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یا جاہلوں کو اکسانا چاہتے ہیں۔

ابو جعفر کہتے ہیں میں ایک عرصہ سے اس معنی میں رد و نقض تلاش کرتے ہوئے ابی معالی جوینی کی آراء کے بارے میں سوچ رہا ہوں لیکن غلات زیدیوں نے اس کے بالمقابل میں لعن و سب کو اہم ترین فرائض میں شمار کیا ہے، ان کے نزدیک جس طرح اولیاء اللہ سے موالات رکھنا واجب ہے اسی طرح ان کے دشمنوں سے عداوت رکھنا۔ جیسے سورہ مجادلہ ۲۲ میں آیا ہے مائدہ ۸۱۔ ممتحنہ ۱۳۔۱۲ میں اللہ نے اپنے دشمنوں سے عداوت رکھنے کو واجب قرار دیا ہے، اللہ کی خاطر اس کے اولیاء سے محبت رکھنا واجب ہے اللہ کے دشمنوں سے برأت رکھنا واجب اور جزء ایمان ہے احزاب

۶۷۔ بقرہ ۱۵۹'۲۲۸۔ احزاب ۵۷'۶۱'۶۴۔ مائدہ ۷۸۔ ص ۷۱، کہتے ہیں لعن اطاعت ہے موجب و مستحق ثواب ہے۔

ان دو متضاد و ناقابل تفاہم معنی کو سامنے رکھنے کے بعد ہمیں اس کا تجزیہ و تحلیل کرنا چاہیے۔ لعن وسب کیلئے داعی و مخالف دونوں کے دلائل اتنے زیادہ محکم پہاڑ کی مانند ہیں جو ایک دوسرے کی دلیل کے سامنے خاضع نہیں ہوتے ہیں جہاں فریقین دلائل سے ایک دوسرے کو شکست نہیں دے سکتے تو یہ حالت دو حالات سے خالی نہیں ہے:

۱۔ دونوں فرسودگی پر مبنی حق و حقیقت سے دور لباس تشدد پہنے ہوئے ہیں۔

۲۔ ایک کے پاس دلیل ہے اور دوسرے کے پاس دلیل کو مارنے کی لاٹھی ہے۔ ہم اس جدال میں، اس جنگ جنونی میں، دیوانگی میں، نہ فریق بنیں گے اور نہ ثالثی کا کردار ادا کریں گے بلکہ اس مسئلہ کو تجزیہ و تحلیل کے بورڈ پر لکھیں گے ہم ان دونوں لشکر ابرہہ سے ہٹ کر اہل فکر و دانش اور حق جو افراد کے سامنے اس حوالے سے سوالات پیش کریں گے۔

۱۔ لعن وسب کی سنت یا بدعت جب سے شروع ہوئی ہے یا یوں کہیں کہ کس نے اس اہم فریضہ پر عمل کرنے میں سبقت یا پیش رفت کی ہے جس طرح دعوت اسلام میں ہمارے پاس سبقت اسلام ہے، سبقت ہجرت ہے اور سبقت جہاد ہے اس طرح دیکھنا ہوگا کہ لعن وسب کے فریضہ پر عمل کرنے کیلئے سب سے پہلے سبقت لینے والا اور اس جھنڈے کو لہرانے والا کونسا گروہ ہے یہ ہمارا پہلا سوال ہے۔

یزید اپنے اعمال شنیع حسین واصحاب حسین، اسارت اہل البیت، اباحہ مدینہ، احراق کعبہ میں بے قصور و معذور ہے یا قصوروار اور مستحق نفرت ملت اور مستحق قہر و عذاب رب جلیل ہے اور ساتھ ہی واجب لعن وشتم ہے۔ اس سلسلہ میں فقہائے اسلام حنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، ابن جوزی، ابن عربی وغیرہ کے درمیان شدت سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے اسے بے قصور و معذور گردانا ہے اور اس کے اس فعل کو ایک قسم کا اجتہاد گردانا ہے یعنی قتل حسین، اباحہ مدینہ و احراق کعبہ کو باب دفاع میں گردانا ہے یا کہا ہے یہ اعمال اپنی جگہ فسق و فجور ہیں اور فسق و فجور توبہ انابہ کے بعد قابل معافی ہیں۔ یہ تمام احتمالات اپنی جگہ تنکے کے سہارے سے بھی زیادہ ضعیف بلکہ تار عنکبوت ہیں۔ جس شخصیت نے ایسے قبیح اعمال انجام دینے والوں کو کسی بھی حوالہ سے بغیر احتساب و جواب طلبی چھوڑا

بلکہ انہیں اعزاز و انعام سے نوازنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قاصر نہیں تھا بلکہ وہ ان اعمال کا مرید و حکیم تھا۔لیکن وہ مستحق لعن و شتم ہے یا نہیں یہ بات اپنے پہلے موضوعات سے مختلف ہے کیونکہ لعن سبّ و شتم کے دو مصداق ہیں پہلا مصداق مردود کرنا دور کرنا ہے، کسی بھی فاسق و فاجر و ظالم و مستبد حاکم کو دور کرنا ضعیف و ناتوان افراد ملت کیلئے چاہے وہ کتنے ہی بڑے صاحب عزت و مقام کیوں نہ ہوں ممکن نہیں، یہ اختیار صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے پاس ہے کہ وہ جسے چاہے آزاد چھوڑتا ہے اور جب چاہتا ہے قہر و عذاب میں مبتلا کرتا ہے، واصل جہنم کرتا ہے، یہ عام انسانوں کیلئے ممکن نہیں ہے۔عام انسانوں کا ایسے لوگوں کو لعن کرنا جنگ و جہاد کے ذریعہ ہی ممکن ہے، جو جنگ و جہاد کے بغیر لعن کرتے ہیں وہ اُس بوڑھی عورت جیسے ہیں جو اپنے غم و غصہ کا اظہار بدزبانی سے کرتی ہے۔ہمارے لئے حجت قرآن اور سنت رسولؐ ہے قرآن میں ظالمین و فاسقین اور کافرین پر نام لیے بغیر لعنت کی گئی ہے اسی طرح نبی کریمؐ نے بھی کسی وقت فرعون، ہامان، نمرود، ابولہب، ابوجہل و ابوسفیان پر لعنت نہیں بھیجی ہے۔اگر لعنت سے کچھ ہوتا تو رسول اکرمؐ اس کا ورد ضرور کرتے جو چیز قرآن اور سنت رسولؐ میں نہیں اس کے بغیر اسے دین سے استنباط کرنے والے کا دعوی کرنے والے یا اسے دینی و اسلامی کہنے والے اور کسی بھی بہانے سے اسے انجام دینے خوارج ہی ہیں جن کا کام غصہ دلانا اور رورغلانہ ہے۔جو افراد اس وقت یزید کے نام سے تجاوز کرکے خلفاء کو لعن و سبّ کا نشانہ بناتے ہیں وہ دور حاضر کے قاتل اسلام اور قاتلِ محمد کو اپنا کندھا دیئے ہوئے ہیں، ان کے لعن خوارج کی اس منطق کے مترادف ہیں لا حکم الا اللہ۔انہوں نے اس سے صرف معاشرے میں افراط و تفریط اور فتنہ و فساد کی آگ کو شعلہ ور کیا ہے۔

سبّ و لعن قرآن و سنت سیرت اہل البیت و اصحاب:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے کافرین، کاذبین، فاسقین، فاجرین اور مفسدین پر جو لعن کی ہے، ان آیات میں لعن کا معنی یہ نہیں ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ نے لعن کے حوالے سے ورد کیا ہے بلکہ لعن کا مطلب یہ ہے کہ اس ذات نے ان افراد کو اپنی رضایت و خوشنودی کے دائرے سے باہر کیا اور انہیں مردود قرار دیا ہے۔اس سنت الٰہی کے مطابق ایمان والوں کو چاہیئے کہ کافرین و منافقین و فاسقین و فاجرین اور مفسدین کو اپنے مراکز دینی و ایمانی سے دور رکھیں ورنہ ان کے افکار مسموم اور افعال شنیع مومنین میں سرایت کر جائیں گے۔لیکن ہمارے ہاں دعائے خیر اور ورد عابد یعنی لعن

دونوں کا ورد زبانی کیا جاتا ہے۔فاسقین و فاجرین و منافقین، تارک صوم وصلوٰۃ، بے دینوں اور سیکولر افراد سے دوری و بیزاری اختیار کرنا تو چھوڑیں یہاں تو مسلمان عملاً ان سے گھل مل کر رہتے ہیں۔یہی وجہ ہے آج مومنین و مسلمین یعنی امت مسلمہ کا معاشرہ کافرین وملحدین سے اسی طرح خلط ملط ہے جس طرح مغربی معاشرے اور مغرب نواز مسلم معاشرے میں مرد وعورت گھل مل کر رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردیاں رکھتے ہیں۔قرآن نے یہ نہیں کہا ان کو اپنے سے دور رکھو،لہٰذا نبی کریمؐ نے کبھی بھی کسی کافر و مشرک یا یہود و نصاریٰ کو یہ نہیں کہا کہ تم پر لعنت ہو بلکہ ان سے اور ان کی اسلام دشمنی اور بدکرداریوں سے اپنے آپ کو دُور رکھا ہے۔قرآن میں بعض صفات رذیلہ رکھنے والے گروہوں کافرین و مشرکین و منافقین پر لعنت ہے لیکن کہیں بھی کسی کا نام لے کر لعنت نہیں کی گئی ہے۔اگر نام لے کر لعنت بھیجنا ایک بافضیلت عمل ہوتا تو نبی کریمؐ فرعون، ہامان، نمرود یعنی دشمنانِ ابراہیمؑ و موسیٰؑ پر نام لے کر لعنت بھیجتے لیکن آپ نے اپنے دشمنوں ابولہب، ابوسفیان اور ابوجہل کا بھی نام لے کر لعنت نہیں کی ہے۔پیغمبر اسلامؐ نے حکم بن عاص، عبداللہ بن سرح کو مدینہ بدر کیا ہے لیکن ان پر لعنت نہیں بھیجی ابوسفیان جس نے پیغمبر اسلامؐ کو کم وبیش ایک عشرے تک جنگوں میں الجھائے رکھا آپؐ نے اس پر بھی لعنت نہیں بھیجی۔

اصحاب کا دور:

پیغمبر اسلامؐ کے برجستہ اصحاب نے بھی کسی مرتد یا دشمن اسلام کا نام لے کر لعنت نہیں کی ہے۔خلیفہ اوّل نے مرتدین زکوٰۃ اور دعوائے نبوت کرنے والوں سے جنگ لڑی ہے لیکن زبانی ورد کے طور پر کسی پر بھی سب وشتم اور لعن وطعن نہیں کی ہے۔حضرت علی نے اپنے دشمن معاویہ، عمرو العاص اور ابوموسیٰ اشعری جنھوں نے آپ کو خلافت سے معزول کرنے کا اعلان کیا ان میں سے کسی پر بھی لعنت نہیں بھیجی ہے بلکہ ان پر لعنت کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔آپ نے جنگ صفین کے موقع پر اپنے ساتھیوں میں سے چند آدمیوں کے بارے میں سنا کہ وہ شامیوں پر سب وشتم کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا ''میں تمہارے لئے اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ تم گالیاں دینے لگو۔اگر تم ان کے کرتوت کھولو اور اُن کے صحیح حالات پیش کرو تو یہ ایک ٹھکانے کی بات اور عذر تمام کرنے کا صحیح طریقہ کار ہوگا۔تم گالم گلوچ کی بجائے کہو کہ اے اللہ ہمارا بھی خون محفوظ رکھ اور ان کا بھی، اور ہمارے اور اُن کے درمیان اصلاح کی

صورت پیدا کراو رانہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف لاتا کہ حق سے بے خبر، حق کو پہچان لیں اور گمراہی و سرکشی کے شیدائی اس سے اپنا رخ موڑ لیں'' (خطبہ۲۰۴)۔ اگر اللہ اور اس کے رسولؐ جو کہ معلم و مدرس اسلام اور اس کی عملی تطبیق کرنے والے ہیں ان کی زندگی میں کہیں بھی لعن کا مظاہرہ نہیں ملتا اور اصحاب رسولؐ میں بھی کوئی ایسی مثال نہیں ملتی ہے اور حضرت علی جیسی عظیم ہستی بھی لعن کرنے سے منع کرتے ہوئے نظر آتی ہے تو۔ جنگ جمل میں ایک عورت کے دو بیٹے قتل ہوئے، ایک حضرت عائشہ کے لشکر میں اور ایک حضرت علی کے لشکر میں، اس عورت نے حضرت علی کے منہ پر لعن طعن کیا اور کہا تمہیں اللہ بیٹوں کی مصیبت دکھائے تو حضرت علی نے کوئی جواب نہیں دیا تو کسی نے آپ سے پوچھا آپ نے اس عورت کو کوئی جواب نہیں دیا ہے تو حضرت نے فرمایا ہمیں مشرک عورتوں کے لعن طعن کا جواب دینے سے منع کیا گیا ہے چہ جائیکہ مسلمان عورتوں کو کچھ کہیں۔ حضرت علی کے اصحاب میں سے کسی نے حضرت عائشہ کو برا بھلا کہا تو جب حضرت کو پتہ چلا تو آپ نے حکم دیا اس کے کپڑے اتار کر ایک سو تازیانے مارو۔ حضرت علی کی سیرت میں کہیں بھی یہ بدعت خبیثہ نظر نہیں آتی ہے۔ اس بدعت خبیثہ کو اسلام میں کس نے داخل کیا اور کس نے اس کو فروغ دیا اس حوالے سے گروہ مندرجہ ذیل ہیں:

خوارج: خوارج نے سب سے پہلے اس بدعت کو رواج دیا۔ چنانچہ انھوں نے حضرت علی اور حضرت عثمان کو لعن طعن کیا۔

فیصلہ، معاویہ کے حق میں یا خلاف:

یہ فیصلہ تین زاویوں کے درمیان واقع ہے۔

ا۔ فضائل و مطاعن معاویہ۔

۲۔ خود تاریخ معاویہ، آغاز اسلام سے وفات تک۔

۳۔ قرآن و سنت پیغمبر اکرمؐ و اہل بیت و اصحاب کی سیرت کی روشنی میں۔

فضائل و مناقب معاویہ، کی اسناد سب مخدوش ہیں۔ ان فضائل کی تنکے کے برابر بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ معاویہ کے خلافت کے حصول اور خلافت کو وراثت میں منتقل کرنے کے اقدام کو کوئی بھی حقیقت پسند مورخ صحیح نہیں کہہ سکتا اور نہ

ہی اس کی تاویل کرسکتا ہے۔خلافت ملنے کے بعداور ریاست مداری میں بنی امیہ کے تمام خلفاء میں سے صرف عمر بن عبدالعزیز بہتر ہیں لیکن ان پر لعن وسب وشتم قرآن وسنت اور سیرت اصحاب سے متصادم ہونے کے علاوہ اپنی جگہ مذموم عمل بھی ہے۔

یزید کے اقدام قتل امام حسینؑ کا دفاع کرنے والے اور اس کے وکیل قاضی ابو بکر ابن عربی نے فقہ محبّ الدین طبری اور ابن خلدون مورخ کے فتاویٰ کو بطور دلیل پیش کیا ہے جنہوں نے کسی دلیل متند سے استنا نہیں کیا،یزید کا تاراج مدینہ،منجنیق سے کعبہ پر حملہ اور اس کے پناہ دہندہ کو مارنے ،جیسے واقعات کی تاویل و دفاع کرنا ایک بے معنی اور لاحاصل کوشش ہے۔یزید پر لعن کرنا یا اس کو رضی اللہ عنہ کہنا دونوں بعد کی بدعات ہیں دنیا کا کوئی قاضی اسلامی اور غیر اسلامی اس کا فیصلہ نہیں کرسکتا کہ ان پر لعن کرنے کی اجازت ہے اور رضی اللہ عنہ کی ممانعت ہے یا رضی اللہ عنہ کی اجازت ہے اور لعن کی ممانعت ہے۔یہ دونوں بعد کی بدعات ہیں جنہیں امت میں افتراق و انتشار کے لئے باطنیہ نے گھڑا ہے۔ان پر لعن وسب وشتم قرآن وسنت اور سیرت اہل بیت واصحاب کے خلاف ہے۔یہ عمل خوارج ہے اس بدعت کے وارث خوارج ہیں جسے وہ فعل معاویہ سے استناد کرتے ہیں نہ کہ قرآن وسنت سے۔

سب ولعن میں سبقت کرنے والوں کی تاریخ:

امت اسلامی میں لعن وسب خلفاء کا آغاز خوارج نے کیا،جہاں انہوں نے حضرت علی اور حضرت عثمان کو سب کیا۔خوارج مجہول الحال،اوباش اور انتہاپسند تھے جو امت میں اچانک اٹھے۔ان کی سرپرستی ابتداء میں اشعث بن قیس مرتد نے کی تھی۔ان کی سنت یا پیروی میں یہ عمل انجام دینے والے معاویہ اور خلفائے بنی امیہ ہیں جس کی ابتداء معاویہ بن ابی سفیان نے ۴۱ ہجری میں شروع کی اور اس کا اختتام عمر بن عبدالعزیز کے دور میں ہوا۔اس سے پتہ چلتا ہے لعن وسب کی اسلام میں خوارج نے بنیاد ڈالی اور خلفائے بنی امیہ نے اس کی آب یاری و پاسداری کی۔سالہا سال نبی کریمؐ سے مزاحمت کرنے کے بعد فتح مکہ پر تسلیم ہونے والوں میں دین اسلام سے نفرت وحقارت رکھنے والا معاویہ ہے جس نے خوارج کی بدعت سب ولعن کی سنت کو جاری رکھا۔

شرح نہج البلاغہ ج ۴ ص ۵۶ پر آیا ہے معاویہ نے ایران کے تمام شہروں میں جو تابع عراق تھے سب میں

حضرت علی پر لعن وسبّ کو جزء خطبہ قرار دیا تھا، یہ سلسلہ عمر بن عبد العزیز تک جاری رہا۔ابو عثمان جاحظ کہتا ہے معاویہ جمعہ کے خطبہ کے آخر میں کہتا تھا ''اے اللہ ابو تراب نے آپ کے دین میں الحاد پیدا کیا ہے اور لوگوں کو آپ کے راستے سے روک دیا ہے تو ان پر مسلسل لعن بھیج اور انھیں دردناک عذاب کی سزا بھیج'' معاویہ نے یہ جملہ تمام اطراف کے والیان کو لکھا اور ہر جگہ پر منبر پر حضرت علی کو لعن کا نشانہ بنایا۔ کہتے ہیں جب ہشام بن عبد الملک حج کو پہنچا اور موسم حج میں خطبہ دیا تو ایک شخص نے اٹھ کر کہا امیر المومنین خلفاء آج کے دن ابی تراب پر لعن بھیجتے تھے، آپ نے نہیں بھیجی، اس نے جواب دیا خاموش رہو، ہم اس کام کے لئے نہیں آئے۔ ''سبّ'' نے اُس زمانے میں اتنا رواج پایا تھا کہ مبرد نے لکھا ہے کہ خالد بن عبد اللہ قسری جب ہشام کے زمانہ میں امیر عراق تھا تو حضرت علی کو منبر پر سبّ کرتا تھا الھم لعن بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ھاشم داماد رسول اللہ و الد حسن و حسین پھر لوگوں سے کہتا میں نے کنیت تو استعمال نہیں کی۔ابو عثمان نقل کرتے ہیں بنی امیہ کی ایک جماعت نے معاویہ سے کہا یا امیر المومنین آپ اپنی آرزو تک پہنچ چکے ہیں، اب ان پر لعن چھوڑیں تو معاویہ نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا جب تک چھوٹے جوان اور رجوان بوڑھے نہ ہوجائیں اور ان کے نام لیوا ختم نہ ہوجائیں۔ابو عثمان لکھتے ہیں عبد الملک اتنے علم وفضل اور متانت وبردباری کے باوجود حضرت علی کا دشمن تھا، فضائل حضرت علی کا منکر تھا اور اعلانیہ علی پر سبّ کرتا تھا۔وہ یہ کام صرف اپنی سلطنت کے استحکام اور گزشتگان کی بدعت وسنت کو جاری رکھنے کیلئے اور یہ بتانے کیلئے کرتا تھا کہ بنی ہاشم کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔مغیرہ بن شعبہ معاویہ کی طرف سے کوفہ میں امیر تھا اور حضرت علی پر سبّ کرتا تھا ،ایک دن حجر بن عدی نے اٹھ کر اس منکر کو رد کیا۔مغیرہ نے کہا ایھا الناس تمہارے امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ علی کو لعن کریں، تم لوگ اس کو لعن کرو تو سب نے اٹھ کر لعن کیا اور کہا لعنت اللہ علیہ، اسی طرح ان کے کہنے پر زیاد نے اہل کوفہ کو علی سے برأت کی دعوت دی اور کہا کہ جو سبّ علی نہ کرے، اس کو مارو اور اس کے گھر کو گرادو۔حجاج خود حضرت علی پر لعن کرتا تھا اور لوگوں کو لعن کی دعوت دیتا تھا۔ایک شخص نے اس سے کہا یا امیر میرے گھر والوں نے مجھے عاق کیا ہے اور میرا نام علی رکھا ہے یعنی مذموم شدہ، آپ میرا نام بدل دیں اور مجھے جائزہ دیں تا کہ میں اپنی گزر اوقات کرسکوں۔ حجاج نے کہا جس نیک کام کا تو نے ارادہ کیا ہے اس کے عوض میں نے ہی تمہارا نام یہ رکھا ہے اور یہ منصب دیا ہے۔ یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جو سب وشتم کے تیر خوارج اور معاویہ نے علی کی طرف پھینکے ہیں یہ ایک ہی کمان سے

پھینکے ہیں۔

تاریخ سبّ ولعن میں تیسرا گروہ غلات کا ہے جنہوں نے حضرت ابا بکر و حضرت عمر کو اپنے سبّ کا نشانہ بنایا چنانچہ انھوں نے زید بن علی پر ہشام بن عبد الملک کو اقتدار سے ہٹانے کیلئے ان کی بیعت کرنے کی یہ شرط لگائی کہ آپ ابا بکر اور عمر سے برأت کریں تو زید بن علی نے اس برأت ولعن سے انکار کیا جس پر ان غلات نے انھیں تنہا چھوڑا۔ لہٰذا سبّ ولعن کا تیسرا گروہ اُن غلات کا ہے جو مرکب از صلیبیت و مجوسیت و یہودیت سے ہیں۔

زیاد بن ابیہ:

اس شخص نے معاویہ کی طرف سے عراق میں گورنری کے دوران حضرت علی پر لعن طعن، سب و شتم اور برأت کرنے کا اعلان کرنے کی دعوت دی۔ اور اس پر عمل نہ کرنے والوں کا پیچھا کیا اور ان پر سختی کی اور مزاحمت کرنیوالوں کو سزائیں سنائی گئیں۔ ان سزاؤں کی زد میں آنے والا پہلا شخص حجر ابن عدی اور اس کے چھ ساتھی ہیں۔ جنھیں شام کی سرحد "مرج عذرا" پر معاویہ نے قتل کیا۔

گروہ غلات:

یہ وہ گروہ ہے جو اللہ کا اماموں میں حلول کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اور کہتے تھے اس وقت اللہ ان اماموں کی شکل و صورت میں ہماری ہدایت و راہنمائی اور حاجت روائی کرتا ہے۔ حاجت روائی کی اس منطق سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ان اماموں کی صورت میں زمین پر آتا ہے تو محبت و دوستی اہل بیت کے نام پر ان غلات نے خلفاء ثلاثہ کو لعن طعن اور سب و شتم کا نشانہ بنایا۔

مامون رشید:

پانچواں متکفل لعن و سب و شتم مامون رشید ہے۔ جس نے غالیوں اور علویوں کو خوش کرنے کے لئے امیر معاویہ پر لعن کو فروغ دیا۔ معاویہ پر لعن دوسری صدی کے بعد شروع ہوا۔

آل بویہ: [تاریخ کامل فی التاریخ جلد نمبر ۸ ص ۵۴۲ اور ۳۵۱ھ]

ربیع الآخر کے آخر میں شیعہ غلات نے بغداد میں معز الدولہ کے حکم پر مساجد و منابر سے معاویہ اور زہرہ کو

ناراض کرنے والوں پرلعن کورواج دیا۔اور حق فدک نہ دینے اور عباس کو خلیفہ کے چناؤ کیلئے بنائی گئی شوری سے دور رکھنے والوں پرلعن کورواج دیا۔اگر ہم یہ اب جو دنیا میں کسی جگہ پرلعن کا سلسلہ جاری وساری دیکھتے ہیں اور اس تیر کو مارنے والے کمان کی برگشت ایک ہے۔جس کا سلسلہ خوارج معاویہ،زیاد ابن ابیہ،غلات مردود از آئمہ مامون سفاح کے برادرکش آل بویہ غالیوں پرمنتہی ہوتا نظر آتا ہے۔چونکہ بنیادگزاران اور لعن کوفروغ دینے والوں کے چہرے تاریخ میں سیاہ تھے اور یہ عمل لعن قرآن سنت وسیرت پیغمبر اور سیرت خلفاء برجستہ اوراہل بیت میں ناپید نظر آتا ہے۔خصوصاً یزید کی ولی عہدی کے خلاف سینہ سپر ہونے والے اوراپنی جان اوراہل کی پرواہ نہ کرنے اورقیام کرنے والے حسین کی سیرت میں بھی یہ بدعت لعن ناپید ہے۔آپ کے بعد آنے والے اہل بیت مثل زید، امام سجاد، امام باقر اورامام جعفرصادق نے بھی نہ معاویہ کواور نہ ہی یزید کوسب وشتم اورلعن طعن کانشانہ بنایا ہے اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے ان شخصیات نے امیر معاویہ اور یزید کے جرائم وموتعات اور یزید کے خانخدا خانہ رسول کی حرمت دااعانت وجسارت قتل حسین اوراہل بیت کی اسارت کوفراموش کیا ہے۔یہ جرح یہ زخم الیام ناپزیر تھے۔لیکن ان شخصیات نے ان کا مقابلہ سب وشتم اورلعن طعن سے نہیں کیا۔یہ لعن طعن اور سب وشتم عورتوں اور کمزورں کا کام ہے۔اس لئے حضرت علی نے اپنے اصحاب سے فرمایا معاویہ عمرابن العاص اوراہل شام کا نام لے کرلعن نہ کریں۔بلکہ ان افراد کے تاریخ میں نہ مٹنے والے جرائم وملقبات کا ذکر کریں اہل بیت جوانمرد رضائے الٰہی کی خاطراسلام کی سربلندی کی خاطر بزدلانہ حرکات نہیں کرتے تھے ہمیشہ شجاعت ومردانگی کا مظاہرہ کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت میں ایسی بدعت خبیثہ سے مردان پاک وپاکیزہ اورصفات اعلیٰ کے حامل افراد نے اپنی زبان کوان گندے الفاظ سے ملوث نہیں کیا۔جس کے پاس دلیل قوی ہوتی ہے وہ بدگمانی سے پرہیز کرتا ہے۔

سنت آل بویہ:

کامل فی التاریخ ج ۸ ص ۵۴۲ حوادث ۳۵۱ میں لکھتے ہیں ربیع الآخر کے آخر میں شیعوں نے بغداد میں معزالدولہ کے حکم پرمساجد میں لکھا لعن اللہ معاویہ بن ابی سفیان و لعن من غضب فاطمہ رضی اللہ عنہ فدک ومن منع من ایطفن حسنہ عند قبر جد و نفع من اباذر غفاری ومن اخرج العباس من

شوریٰ فاما الخلیفہ فکان محکوم علیہ خلیفہ اس کو نہیں روک سکتے تھے کیونکہ معز الدولہ نے یہ لکھنے کا حکم دیا تھا۔ رات کو لوگوں نے شکایت کی تو وزیر ابو محمد مھلبی کے مشورہ سے جو لکھا تھا وہ مٹا کر لکھا ظالمین پر اللہ اور اس کے رسول کی لعنت، اس میں کسی کا ذکر نہیں کیا سوائے معاویہ کے۔

سوال ہے کہ کیا لعن بر فاسقین و فاجرین و عاصیین و ظالمین قرآن و سنت محمدؐ میں افراد مخصوص تک ہے؟ اور پھر یہ دروازہ بند ہے یا یہ ایک صفت کی صورت میں ہے کہ جو بھی ان جرائم کا ارتکاب کرے گا، اس پر لعنت ہے یا ہر دور میں جو بھی یہ بُرا کردار ادا کرے گا، تو اس پر لعن ہوگا اسے واضح کرنا ہوگا۔ اگر ہر وہ شخص جو ان مظالم یا برائیوں کا ارتکاب کرے، وہ مستحق لعنت ہے تو تاریخ کے صفحات واضح و روشن ہیں کہ بنی امیہ کے مظالم بہت تھے معاویہ سے یزید اور یزید سے عبد الملک زیادہ ظالم تھا، اس کے بعد ولید بن یزید برا تھا اسی طرح آگے چلتے چلتے متوکل عباسی اور پھر ہلاکو ظالم تھا پھر عصر حاضر کے تارک صوم و صلاۃ اور اسلام کا مذاق اڑانے والے ہر دور کے ہر ظالم کو لعن و سب و شتم کا نشانہ بنائیں۔ بتائیں اس فضیلت موہوم پر کیا پیغمبر نے عمل کیا ہے؟ کیا حضرت علی نے یہ عمل کیا؟ کیا حضرات حسنین نے یہ عمل کیا ہے؟ بتا دیں کسی امام نے یہ عمل انجام دینے کی دعوت دی ہے؟

معاویہ بن یزید:

۶۴ھ میں یزید بن معاویہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا معاویہ وراثتی خلیفہ بنا، اس وقت اس کی عمر ۲۱ سال تھی۔ اس وقت مکہ میں لوگوں نے ''عبد اللہ بن زبیر'' کی بیعت کی تھی لیکن اہل شام نے ''معاویہ بن یزید'' کی بیعت کی، اس طرح اس دور میں مسلمانوں میں دو خلیفہ تھے۔ معاویہ بن یزید زاہد و عابد انسان تھا خلیفہ بننے کے بعد اس نے کچھ عرصہ سوچ بچار کی اور پھر لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ دیا جس میں اس نے کہا میں تمہاری حکومت کو نہیں چلا سکتا، میرے لئے حامیوں سے زیادہ مخالفین، ناراض ہیں، میں تمہارے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہوں اللہ نے مجھے تمہارے گناہوں کے بوجھ سے آزاد کیا ہے، یہ منصب خلافت جس کے حوالے کرو، تمہاری مرضی بعض نے کہا آپ کسی کو نامزد کریں، اس پر کہا جب میں نے اس کی مٹھاس کو نہیں چکھا تو کیسے اس کی تلخیوں کو چکھوں گا۔ میں نے تمہاری حکومت کے بارے میں سوچا تو خود کو کمزور پایا، پھر میں نے ایک ایسے انسان کو تلاش کیا جو حضرت عمر بن خطاب جیسا

ہو،لیکن مجھے نہیں ملا، پھر میں نے ان چھ آدمیوں جیسے افراد تلاش کئے جنہیں حضرت عمر نے منتخب کیا تھا لیکن میں اس میں بھی ناکام رہا اب تمہاری مرضی جس کو بھی تم انتخاب کرنا چاہو کرو، یہ کہہ کر وہ گھر چلے گئے اور پھر نہیں نکلے۔ کسی نے اس کے معلم سے پوچھا تم نے اس کی کس طرح تربیت کی ہے تو انہوں نے جواب دیا واللہ میں نے اسے یہ تربیت نہیں دی بلکہ اس کی طبیعت پہلے ہی سے حضرت علی کی طرف رغبت رکھتی تھی۔ اس طرح یزید کے وراثتی خلیفہ معاویہ چھ مہینے یا بعض کے مطابق ۲ ماہ کی خلافت سے معزول ہونے کے چالیس دن بعد وفات پا گئے اس پر ولید بن عقبہ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو وہ بھی وہیں وفات پا گیا اور عثمان بن عنبسہ بن ابی سفیان نے نماز جنازہ پڑھی، اس طرح سے آل ابی سفیان کا سلسلہ ختم ہوا۔

بنی امیہ نے چاہا عثمان کو خلیفہ بنائیں تو اس نے انکار کیا اور وہ اپنے ماموں عبد اللہ بن زبیر سے جا کر ملا۔ حصین بن نمیر نے معاویہ کی موت کے موقعہ پر مروان بن حکم سے کہا، اپنی خلافت کو سنبھالو اس سے قبل کہ شام والے تم پر حملہ کریں کیونکہ مروان کا خیال تھا کہ خلافت ابن زبیر کو دے اور ان کی بیعت کرے لیکن عبید اللہ بن زیاد عراق سے فرار ہو کر آیا اور لوگوں سے خطاب کر کے یزید کی موت کی خبر دی اور کہا اپنے لئے امیر منتخب کرو۔ لوگوں نے کہا ہم تمہارا انتخاب کرتے ہیں، اس نے لوگوں کو بیت المال سے پیسہ دینا شروع کیا۔ سلمہ ریاحی بصرہ میں آیا اور اس نے ابن زبیر کی طرف دعوت دی تو لوگ ابن زبیر کی طرف مائل ہوئے۔ جبکہ دوسری طرف جب عبید اللہ نے اہل بصرہ سے کہا تم اپنے لئے کسی کو انتخاب کرو تو لوگوں نے کہا ہم تمہیں انتخاب کرتے ہیں اور ان کی بیعت کی تو لوگوں نے کہا ہمارے بھائیوں کو جیلوں سے نکالو جن سے جیل بھری ہوئی ہے، کسی نے اسے مشورہ دیا، ایسا نہ کرو، جیل سے نکلنے والے فساد پھیلائیں گے تو اس نے انکار کیا، عبید اللہ نے لوگوں کو جیل سے نکالا اور انہوں نے اس کی بیعت کی، ابن زیاد کی بیعت کے بعد لوگ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے اور کہا یہ بیعت ابن مرجانہ کیا ہے اور یہاں آ کر ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کی جائداد کو لوٹ لیا تو وہ رات کو فرار ہو گیا، اس نے مسعود بن عمرو کے پاس پناہ لی، پھر اہل بصرہ نے عبد اللہ بن حارث کی بیعت کی، ان کو اپنا امیر بنایا یہ بیعت تمام ہونے والی تھی کہ ان پر خوارج ٹوٹ پڑے، مسعود بن عمرو کو قتل کیا، بصرہ میں شر پھیل گیا، ۵۰ ہزار کا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہوا، ۳۰ دن جنگ ہوتی رہی، خوارج کی قیادت نافع بن ازرق کے پاس تھی۔

معاویہ بن یزید کا جنازہ اٹھتے ہی سلطنت سفیانی میں شگاف پڑا:

معاویہ بن یزید کے مرنے کے بعد حصین بن نمیر بھی پہنچا لوگوں میں اختلاف ہوا۔ ضحاک بن قیس ظفر بن حارث امیر قنسرین نعمان بن بشیر امیر حمص نائل بن قیس امیر فلسطین نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی، اردن میں حسان بن مالک بجدل کلبی تھا اس کی خواہش تھی کہ خالد بن یزید بن معاویہ کو امیر بنائیں لیکن بنی امیہ یہ نہیں چاہتے تھے جب مروان نے دیکھا کہ عبداللہ بن زبیر کی بیعت ہو رہی ہے تو عبداللہ بن زبیر کی بیعت کا ارادہ کیا لیکن عبیداللہ بن زیاد جو عراق سے آیا تھا، اس بات سے ڈرتا تھا کہ اگر خلافت بنی امیہ سے نکل گئی تو اُس سے قتل حسین کا انتقام لیا جائے گا، حصین بن نمیر بھی ڈرتا تھا کیونکہ اُس نے مکہ کو حصار میں لے کر کعبہ کو آگ لگائی اور مدینہ کو تاراج کیا تھا اس لئے اس کی خواہش تھی کہ بنی امیہ میں سے کسی کو امیر بنائیں لیکن مروان اس فکر میں تھا کہ زبیر کی بیعت کریں۔ عبیداللہ بن زیاد جب مروان سے ملا تو کہا مجھے اس پر شرم آئی جو تم چاہتے ہو، تم قریش کے بزرگ ہو، سربرآوردہ ہوتے ہوئے تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ یہاں سے مروان کے اندر یہ سوچ پیدا ہوئی کہ وہ خلیفہ بن سکتا ہے۔ عبیداللہ نے ضحاک کو دمشق میں دھوکہ دیا، ان کے پاس گیا، ضحاک کو نصیحت کرنا چاہی ان سے کہا دمشق کی حکومت پانے کے لئے بیعت لے لیں، پھر ان سے کہا کہ تم دمشق کو چھوڑو کسی اور جگہ جاؤ پھر دمشق خالی ہوا' ضحاک نے لوگوں کو ابن زبیر کی بیعت کیلئے بلایا، دمشق میں مقیم اہل یمن نے مسجد میں بنی امیہ کے خلاف فتنہ کھڑا کر دیا۔

۶۔ دور ضالہ مروانیہ:

خاندان ابی العاص:

ان کے بعد خلافت خاندان سفیان سے نکل کر مروان کے خاندان میں منتقل ہوئی جو ۷۳ھ سے ۱۳۲ھ تک ۵۹ سال خلافت پر رہے ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ مروان بن حالحکم	شوال ۶۴ھ سے رمضان ۶۵ھ تک
۲۔ عبدالملک بن مروان	۷۳ سے ۷۶ھ تک
۳۔ ولید بن عبدالملک	۸۶ سے ۹۶ھ تک

۴۔سلیمان بن عبدالملک	۹۶ سے ۹۹ھ تک
۵۔عمر بن عبدالعزیز بن مروان	۹۹ سے ۱۰۱ھ تک
٦۔یزید بن عبدالملک	۱۰۱ سے ۱۰۵ھ تک
۷۔ہشام بن عبدالملک	۱۰۵ سے ۱۲۵ھ تک
۸۔ولید بن یزید بن عبدالملک	۱۲۵ سے ۱۲٦ھ تک
۹۔یزید ابن ولید بن عبدالملک	۱۲٦ سے ۱۲٦ھ تک
۱۰۔ابراہیم بن ولید بن عبدالملک	۱۲٦ سے ۱۲۷ھ تک
۱۱۔مروان بن محمد بن مروان	۱۲۷ سے ۱۳۲ھ تک

ان کے مقابل میں عبداللہ بن زبیر ۹ سال حجاز، یمن، عراق اور خراسان میں ٦۴ھ سے ۷۳ھ تک خلیفہ رہے۔اس دوران مروان بن حکم کی خلافت کو خلافت اسلامی میں شمار نہیں کرتے کیونکہ ایک خلافت پہلے سے قائم تھی۔

مروان بن حکم:

مروان خاندان عاص بن امیہ بن عبدالشمس سے تعلق رکھتا تھا۔مروان حضرت عثمان کا چچازاد بھائی ہے اس کی ماں آمنہ بن علقمہ بن صفوان بن امیہ ہے۔حکم ہمیشہ مروان سے نالاں رہتا تھا وہ مسلمان ہوگیا ہے۔مروان فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوا۔مروان کا باپ حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف پیغمبرؐ کا مسخرہ کرتا اور ان کی نقل اتارتا تھا۔فتح مکہ کے موقعہ پر دیگر خاندان کے ساتھ وہ بھی تسلیم لشکر اسلام ہوا جب مدینہ آیا تو پیغمبرؐ کے خلاف جاسوسی کرتا تھا، وہ پیغمبرؐ کے دروازے کے پیچھے سے آپ کی باتیں سنتا، اس وجہ سے پیغمبر اکرمؐ نے حکم بن عاص اور اس کے گھر والوں کو مدینہ سے طائف کی طرف شہر بدر کیا۔وہ طائف میں جلاوطنی گزارتے رہے، نبی کریمؐ کی وفات کے بعد خلیفہ اوّل اور دوم نے اس کے حق میں حضرت عثمان کی سفارش کو مسترد کیا اور کہا جس گرہ کو رسول اللہؐ نے باندھا ہے، وہ ہم نہیں کھول سکتے ہیں۔خلافت جب حضرت عثمان کو ملی تو وہ ان کی مرضی سے مدینہ واپس آیا، حضرت عثمان نے اس کو ایک لاکھ درہم دیئے۔حکم کے اکیس بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تھیں، ان میں سے ایک مروان

تھا مروان دوسری ہجری میں مکہ میں پیدا ہوا اور اپنے باپ حکم کے ساتھ طائف میں جلا وطنی کی زندگی گزارنے کے بعد حضرت عثمان کے دور میں وہ بھی مدینہ آیا اور حضرت عثمان کا داماد اور کاتب بنا۔ مروان ہی نے حضرت عثمان کی حکومت کے لئے مصائب و مشکلات کھڑی کی تھیں۔ مروان قریش کی بڑی شخصیات میں شمار ہوتا تھا، اور اجتماعی اور سیاسی امور میں بہت باریک بینی رکھتا تھا اس وجہ سے اس کو خیط باطل کہتے تھے۔ خیط کو خیط اس لئے کہتے ہیں، کیونکہ اس سے سورج کی آمد کا پتہ چلتا ہے۔ معاویہ نے مروان کو بحرین اور مدینہ میں دو دفعہ والی بنایا۔ مروان نے جنگ جمل میں طلحہ کو مارا۔ مدینہ میں جس وقت مسلم بن عقبہ مرا، مروان اس وقت شام گیا اور ہمیشہ شام میں سکونت کی یہاں تک کہ معاویہ بن یزید کی موت کے بعد خلیفہ بنا۔ مدائنی نے کہا ہے مروان مدینہ میں رہا اور پھر عبداللہ بن زبیر کے بعد اس نے مسلمانوں کو اپنی طرف دعوت دی۔ خاندان ابی العاص نے ۶۵ ہجری سے ۱۳۲ ہجری تک اس کرسی اسلامی پر حکمرانی کی ہے۔

کتاب ذوالنورین عثمان بن عفان تالیف محمد رضا رشید اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷ پر لکھتے ہیں مروان نے مصر میں موجود حضرت عثمان کے والی کو لکھا جوں ہی محمد بن ابی بکر وہاں پہنچیں تو ان کو قتل کر دیں، یہ خط حضرت عثمان کے غلام سے مصر جاتے ہوئے راستے میں محمد بن ابی بکر کے قافلے والوں نے پکڑا، حضرت عثمان کا غلام انہی کے اونٹ پر سوار ہو کر جا رہا تھا، تفتیش کے بعد انہوں نے خط اپنے قبضہ میں لیا، پھر وہ لوگ واپس آ کر حضرت علی کو ساتھ لے کر حضرت عثمان کے پاس گئے اور حضرت عثمان نے یہ سب تسلیم کیا یہ غلام میرا غلام ہے، یہ اونٹ میرا اونٹ ہے اور یہ مہر میری مہر ہے لیکن یہ میں نے نہیں لکھا جس پر مروان کی ان امور میں مداخلت سامنے آئی۔ اسی طرح صفحہ ۱۰۲ پر لکھتے ہیں حضرت عثمان نے حضرت علی کے مشورہ پر اصلاح کے لئے توبہ کا ارادہ کیا اور پھر مسجد میں خطبہ دیا تو سب حاضرین خطبہ سن کر رونے لگے، حضرت عثمان نے اپنے نفس کو توبہ کیلئے پیش کیا اور اللہ کی درگاہ میں استغفار تو بہ نا بہ کیا لیکن گھر میں آنے کے بعد مروان نے حضرت عثمان سے کہا یا امیر المومنین میں کچھ کہوں یا خاموش رہوں تو زوجہ عثمان نائلہ نے کہا تم خاموش رہو تو اس پر مروان ناراض ہو گیا اور کہنے لگا میں نے اس توبہ کو مسترد کیا۔ مروان حضرت عثمان کے قتل کے بعد طلحہ و زبیر سے ملا جو حضرت عثمان کے خلاف تحریک چلانے والوں میں سے تھے یہ سب بصرہ میں گئے اور حضرت علی سے نبرد آزمائی کی' جب بصرہ میں جنگ کا پایہ پلٹا اور انہوں نے اپنے لئے شکست و ہزیمت دیکھی تو مروان

نے اپنے ہی لشکر کے قائد طلحہ بن عبید اللہ کو ایک تیر سے قتل کیا پھر مروان نے حضرت حضرت علی کی بیعت کی اور آخر میں معاویہ سے جاملا' معاویہ کی طرف سے پہلے بحرین کا اور اس کے بعد مدینہ میں دو دفعہ والی بنا۔ یزید کے مرنے کے بعد حصین بن نمیر کا لشکر جس نے کعبہ کو منجنیق کا نشانہ بنایا تھا، یہ اس کے ساتھ شام گیا اور وہیں قیام کیا۔ معاویہ بن یزید کے خلافت سے تنزل اور وفات کے بعد جب ضحاک بن قیس فہری نے عبد اللہ زبیر کے لئے بیعت لی تو بنی امیہ سے وابستہ افراد کے ساتھ مروان نے بھی عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کیلئے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

عبید اللہ بن زیاد اور دیگر شرکاء کربلا نے مروان کی ملامت کی اور انھیں خود خلیفہ بننے کی طمع دی۔ ۶۵ ہجری میں مروان نے پہلے مرحلہ میں اپنے لئے بیعت لی اور عبد اللہ بن زبیر سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے پہلے مرحلے میں اطراف و اکناف کے علاقے کاٹنے کو ترجیح دی۔ عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کرنے کے مرحلہ میں اس نے دمشق کے قائد ضحاک بن قیس سے مرج راہب میں جنگ لڑی، اس میں ضحاک کو مروان نے قتل کیا جس سے وہ شام میں مستقل ہوگیا۔

ضحاک بن قیس کے قتل کے بعد وہ مصر روانہ ہوا۔ ذہبی وفیات مشاہیر اسلام ج ۵ ص ۲۳۱ پر لکھتے ہیں جب وہ مصر گئے تو مصر میں مستقر ہونے کے بعد ۸۰ آدمیوں نے مروان کی بیعت کرنے سے انکار کیا جنھیں اس نے قتل کیا۔ انہوں نے بنی لخم کے سربراہ کو قتل کیا اور اپنے بیٹے عبد الملک کو ولی عہد بنانے کے لیے ایک مشاورتی اجتماع اردن کے شہر جابیہ میں بلایا۔ صاحب دولت اموی ڈکتور صلابی اپنی کتاب جلد اول صفحہ ۵۷۶ پر لکھتے ہیں جابی مرکز عشائر کلبین ہے جو خاندان اموی کے موالی ہیں، ان کے چاہنے والے ہیں، ان کی خواہش تھی خلافت کو شام میں رہنا چاہیے ،خلافت کے بارے میں اس کانفرنس نے پہلے مرحلہ میں فیصلہ کیا کہ مروان خلیفہ ہونگے اور عمر بن سعید الاشدق اور خالد بن یزید ولی عہد ہونگے لیکن دوسری کانفرنس میں آل مروان کی حکومت کو شام میں ہمیشہ کیلئے مستقر کرنے کیلئے اپنے بیٹے عبد الملک اور عبد العزیز کو اپنا ولی عہد بنایا اور اسی دور میں اس نے وفات پائی۔

مروان نے اپنی موت سے دو مہینہ پہلے اپنے بیٹے عبد الملک اور عبد العزیز کیلئے بیعت لی تھی، اس نے آہستہ آہستہ خالد بن یزید اور عمر بن سعید اشدق کو خلافت سے دور کرنے کی منصوبہ بندی کی۔ دولت اموی صلابی ج ا ص ۵۸۲ پر آیا ہے عمر بن سعید اشدق خود مروان کے بعد ولی عہدی کے داعی تھے جب عمر بن سعید اشدق نے اپنی ولی

عہدی کا اعلان کیا تو مروان نے اپنے دونوں بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کیلئے بیعت لی۔ انھوں نے اس سلسلہ میں ایک اجتماع منعقد کیا اور اس اجتماع میں ان دونوں کے لئے بیعت لی تا کہ خلافت کو بیت مروان میں ہمیشہ کیلئے مستقر کیا جا سکے تا کہ بنی امیہ کے دیگر خاندان اس میں رکاوٹ نہ ڈالیں اور کوئی مسئلہ پیدا نہ ہو، اس طرح مروان نے موتمر جابی میں جو طے کیا تھا کہ مروان کے بعد خلافت عمر بن سعید اشدق کو ملے گی، اس نے اپنے اس عہد کو پامال کیا اور خلافت کو اپنے بیٹوں کیلئے مختص کیا، انھوں نے خالد بن یزید کو اجتماع میں ایسا جملہ کہا تا کہ ثابت کریں کہ یہ خلافت کیلئے اہلیت نہیں رکھتے، یہ ان کے اپنے مکر و حیلہ اور مسلسل کوششوں کا نتیجہ تھا اس طرح انہوں نے سفیانیوں کو ہمیشہ کیلئے خلافت سے دور کیا اور خلافت کو بیت سفیانی سے نکال کر بیت مروانی میں لے آئے۔

مروان ۶۵ ہجری کو ۶۳ سال کی عمر میں نو مہینے ۱۸ دن اقتدار پہ رہنے کے بعد مرا، اس کی بیوی خالد بن یزید کی ماں ام ہاشم نے گلا دبا کر اسے قتل کیا، اس طرح وہ ان مقتولین میں سے ہے جنہیں ان کی بیویوں نے قتل کیا ہے۔
مروان نے اپنے بعد عبدالملک، معاویہ، ام عمر، عبید اللہ، عبد اللہ، ابانہ، داود، عبدالعزیز، عبدالرحمٰن، ام عثمان، عمر، ام عمر، بشری اور محمد نام کی اولادیں چھوڑی ہیں۔

حویطب بن عبدالعزء:

ابراہیم بن جعفر بن محمود اشھلی اپنے باپ سے نقل کرتا ہے حویطب بن عبدالعزاء جن کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی تھی اور انہوں نے اپنی عمر کے ۶۰ سال جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں، جب مروان مدینہ میں والی ہوا تو حویطب ان کے پاس آیا تو مروان نے اس سے کہا تمہاری کیا نیت ہے مروان نے ان سے کہا تم دیر سے اسلام لائے ہو، آپ سے پہلے بہت سوں نے سبقت کی ہے اس نے کہا ہم بار ہا اسلام لانے کا ارادہ کر چکے تھے لیکن ہر دفعہ تمہارا باپ مجھے روکتا تھا اور مجھے کہتا تھا کہ آباء و اجداد کے دین کو چھوڑ کر محمد کی طرف جاتے ہو تو مروان چپ ہو گیا۔ مروان نے حبیش بن دلجہ سے کہا میرے خیال میں تم احمق ہو تو اس نے کہا احمق کیا ہوتا ہے شیخ، اس شخص نے کہا احمق وہ ہوتا ہے جو اپنے گمان پر عمل کرتا ہے۔

مروان ابن حکم کے بارے میں تحفظات:

مروان ۲ھ کو مکہ میں پیدا ہوا، فتح مکہ کے موقع پر اس کی عمر ۶ سال تھی ،وہ اپنے باپ کے تسلیم لشکر اسلام ہونے کے بعد مدینہ آیا۔

ا۔ نبی کریمؐ کو اذیت پہنچانے اور ان سے بد اخلاقی کرنے کی بنیاد پر حکم کو نبی کریمؐ نے طائف کی طرف جلاوطن کیا تو مروان اپنے باپ کے ساتھ جلاوطنی میں رہا اور حضرت عثمان کے دور خلافت میں ان کے بلانے پر دوبارہ مدینہ آیا۔ یہ اصحاب رسولؐ اللہ میں شامل نہیں تھا۔

۲۔ مروان نے خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان کے نام سے ایک جعلی حکم نامہ صادر کیا جس میں والی مصر کو محمد بن ابی بکر کے پہنچتے ہی قتل کرنے کا حکم دیا تھا جس کے فاش ہونے کی وجہ سے حضرت عثمان کے خلاف بغاوت اور محاصرے میں اضافہ ہوا لہذا یہ خلیفہ مسلمین کے قتل کے اسباب فراہم کرنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔

۳۔ مروان قاتل طلحہ ابن عبید اللہ ہے جنہوں نے احد میں اپنی جان کو حضرت محمدؐ کے لیے سپر بنایا تھا مروان نے انہیں تیر مار کر قتل کیا لہٰذا یہ قاتل طلحہ ابن عبید اللہ ہے۔

۴۔ مروان اہل بیت اطہار سے انتہائی عداوت و دشمنی رکھتا تھا۔

۵۔ اس نے بزور طاقت وقدرت عبداللہ بن زبیر جو اس وقت خلیفہ مسلمین بنے ہوئے تھے، ان کی مزاحمت میں آ کر شام کے ایک چھوٹے سے علاقے پر اپنے خلیفہ مسلمین ہونے کا اعلان کیا۔

۶۔ مروان نے معاویہ کو امام حسین سے نمٹنے کا مشورہ دیا اور کہا وہ انہیں اپنی نظارت میں رکھیں۔

۷۔ مروان نے والی مدینہ ولید بن عتبہ سے کہا اگر اس قوت امام حسین بیعت کریں تو ٹھیک ورنہ ان کا سر تن سے جدا کر دو۔

۸۔ مروان نے بیک وقت اپنے بعد اپنے بیٹے عبدالعزیز اور عبدالملک کو ولی عہد مقرر کیا۔

قارئین بتائیں مروان بن حکم کو کس بنیاد پر فضیلت و شرافت دی جائے؟ کیا خاندان کی بنیاد پر، سبقت اسلام کی بنیاد پر، صحبت رسولؐ اللہ کا حامل ہونے کی بنیاد پر، خلیفہ مسلمین حضرت عثمان کے ساتھ خیانت کی بنیاد پر یا ایک فدائی رسولؐ

اللہ کو قتل کرنے کی بنیاد پر؟ کیا بغیر کسی جواز کے کرسی خلافت پر قابض ہونے کی بنیاد پر وہ تجلیل وتکریم واحترام کا حقدار کہلا سکتا ہے؟

عبدالملک بن مروان:

عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف، اس کی ماں "عائشہ" بنت معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالملک ہے، ۲۶ھ میں مدینہ میں پیدا ہوا۔ عبدالملک کنیت ابوالولید لقب رشک الحجر یعنی پتھر جیسا ہے یہ بہت یہ زیادہ متکبر تھا۔ عبدالملک اور یزید ہم عمر تھے۔ خلافت پر آنے سے پہلے زاہد وفقیہ 'حلیف مسجد' قاری قرآن تھے، ان کے دانت سونے کے بنے ہوئے تھے، مدینہ میں ان سے زیادہ فقیہ' عالم اور قاری قرآن کوئی جوان نہیں تھا کہتے ہیں فقہائے مدینہ چار ہیں سعید بن مسیّب' عروہ' قبیصہ بن زعب اور عبدالملک، امیر بننے سے پہلے وہ ابتداء سے شجاعت' فصاحت وبلاغت کا حامل حافظ قرآن اور حافظ تفسیر وحدیث اور فقہ کا عالم تھا، انتہائی بخیل انسان تھا اس کی انگوٹھی پر " **آمنت باللہ مخلصا** " لکھا ہوا تھا، عبدالملک ۶۵ ہجری میں مروان کی موت کے بعد خلیفہ بنا۔

جلال الدین سیوطی کہتے ہیں عبدالملک بن مروان خلیفہ بننے سے پہلے مدینے میں زہد وعبادت میں مصروف رہتا تھا۔ نافع نے کہا میں نے مدینے میں سب سے زیادہ قناعت گزار، سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ عبادت گزار، سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والا عبدالملک بن مروان جیسا نہیں دیکھا۔ اس کا شمار مدینہ کے فقہا میں ہوتا تھا، خلافت اس وقت عبدالملک کے ہاتھ آئی جب اس کے دامن میں قرآن تھا اس نے قرآن کو بند کیا اور کہا یہ قرآن کے ساتھ میرا آخری عہد اور دیدار ہے۔

معاویہ نے اسے زید ابن ثابت کی جگہ اس وقت مدینہ کے دیوان کا والی بنایا تھا جس وقت اس کی عمر ۱۶ سال تھی۔ اس کے باپ مروان نے اسے علاقہ بحرین تجر کا والی بنایا، عبدالملک ۶۵ھ میں خلافت پر پہنچا جبکہ عبداللہ ابن زبیر کی بیعت اسی سنہ کو مکہ میں ہوئی۔ عبداللہ ابن زبیر اور عبدالملک ابن مروان دونوں بیک وقت خلیفہ مسلمین بنے۔ عبداللہ ابن زبیر نے کعبہ کو اپنا مرکز بنایا، اہل بصرہ وکوفہ نے ان کی بیعت کی مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی نے ۶۶ھ کو

کوفہ پر حملہ کیا۔ اور عبداللہ ابن مطیع جو زبیر کی طرف سے والی تھے کو کوفہ سے نکالا، پھر کوفہ والوں نے مختار کے خلاف جبانہ بیچ میں جنگ لڑی، مختار کو ان پر غلبہ حاصل ہوا مختار نے بصرہ میں احمد ابن سبید کو مصعب بن عمیر سے جنگ لڑنے کے لیے بھیجا تو مصعب نے اسے قتل کیا اور وہاں سے مصعب لشکر لے کر کوفہ آئے اور مختار کو اس کے قصر میں محصور کیا، ۶۷ھ میں اسے قتل کیا گیا پھر عبدالملک مصعب سے جنگ لڑنے کے لیے نکلے اور مسکن کے مقام پر ان کی ملاقات ہوئی۔ وہاں جنگ ہوئی جس میں مصعب قتل ہوئے اور عبدالملک کوفہ میں داخل ہوا اور اہل کوفہ نے عبدالملک کی بیعت کی، اس نے حجاج ابن یوسف کو عبداللہ ابن زبیر کی طرف بھیجا اور ابن زبیر کو ۷۳ھ میں قتل کیا گیا، اس وقت عبداللہ ابن زبیر کی عمر ۷۳ سال تھی۔ جس دن یزید ابن معاویہ مرا اس دن سے دو خلیفوں کی جنگ ۹ سال تک چلتی رہی، مسلمان ۹ سال ۲ مہینے اور چند دن اس فتنے میں مبتلا رہے۔

عبدالملک بن مروان کے دور میں دفتری زبان عربی تھی اور درہم و دینار پر نقش بھی عربی تھا۔ دینار پر اس وقت پہلے رومی زبان میں لکھا گیا اور درہم پر فارسی میں کندہ تھا۔ اس نے اپنی عمر میں صرف ایک خط لکھا جو حجاج کے نام تھا جس میں کہا، مجھے خبر ملی ہے تم نے قتل کیا اور مال میں اسراف کیا ہے یہ دو بری خصلتیں ہیں جسے ہم برداشت نہیں کرتے، ہم نے اس بارے میں آپ پر حکم جاری کیا ہے، اگر تم نے عمداً قتل کیا ہے تو تمہارے لیے قصاص ہے اور اگر خطاء ہے تو دیہ دو، اگر تمہارے قبضے میں لوگوں کا مال ہے تو انہیں واپس کرو۔ جب عبدالملک نے عمر بن سعید بن عاص کو قتل کیا تو اس نے منبر پر جا کر خطبہ دیا اور حمد و ثناء کے بعد کہا میں خلیفہ مستضعف نہیں ہوں اور نہ مدارات کرنے والا خلیفہ ہوں۔ ہر وہ شخص جو ہم سے پہلے خلیفہ تھا وہ کھاتا اور ان اموال سے کھلاتا تھا لیکن میں ایسا دھوکہ نہیں دوں گا، میں اس امت کے ساتھ تلوار سے مقابلہ کروں گا تاکہ تم لوگ میرے لئے سیدھے ہو جاؤ۔ مجھے مہاجرین اولین کے کام نہ سکھاؤ اور نہ ان کے کام کی توقع کرو، اگر ایسا کرو گے تو تمہیں اس کا مزید عقاب چکھنا ہوگا۔ تمہارے اور میرے درمیان یہ تلوار ہوگی پھر اس نے عمر بن سعید کے سر سے خطاب کر کے کہا یہ عمر بن سعید ہے، تم جانتے ہو میرا ان کے ساتھ کیا رشتہ ہے، ہم نے تلوار سے فیصلہ کیا، ہم ہر چیز برداشت کریں گے لیکن کسی کو منبر پر جانے اور جھنڈا بلند کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ میں نے جس ہتھکڑی کو عمر بن سعید کی گردن میں لگایا ہے وہ میرے پاس ہے۔ جو اس جیسا کردار ادا کرے گا اس کو اس جیسی سزا کا سامنا کرنا ہوگا، کوئی مجھے تقویٰ اختیار کرنے کا نہ کہے، اگر کسی نے ایسے کہا تو

میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ منبر سے اترا اور اپنی سواری پر سوار ہو کر چلا گیا۔ اس عبارت کے تصدیق ہونے کی صورت میں عبدالملک وہ پہلا شخص ہے جس نے نہی از منکر کرنے سے منع کیا ہے‘ جس نے اسلام میں غدر کیا ہے کیونکہ مروان نے عمر بن سعید کو ولی عہد بنایا تھا اور عبدالملک نے اس کو قتل کیا ہے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے خلفاء سے بات کرنے سے منع کیا ہے۔

ایک دفعہ عبدالملک بن مروان بیٹھا ہوا تھا، اس کے پاس خالد بن عبداللہ بن اسیود اور امیہ بن عبداللہ بن اسیود بیٹھے ہوئے تھے یہ لوگ عبدالملک کے لئے مال لائے جو حجاج نے بھیجا تھا۔ عبدالملک نے کہا، یہ ایک نعمت ہے، یہ ایک امانت ہے۔ پھر خالد کی طرف اشارہ کیا میں نے ان کو عراق کا حاکم بنایا تو اس نے ہر فاسق کو نوکری پر لگایا ۔خالد بن عبداللہ نے کہا آپ نے مجھے عراق پر والی بنایا وہاں دو قسم کے آدمی ہیں ایک سامع مطیع نصیحت کنندہ ہیں اور دوسرا مبغوض سامع مطیع ناصح ہیں اگر ہم نے اس سے معاملہ کیا تو ان کی محبت میں اضافہ ہوگا۔ اگر عدو مبغوض کے ساتھ معاملہ کریں گے تو گویا ہم نے ان کی دشمنی کو ہوا دی، ان کے سینوں میں دشمنی کا گولہ ہے، جس حجاج پر آپ کو ہمارے اوپر فخر ہے کہ آپ کے لئے مال لاتا ہے لیکن لوگوں کے دلوں میں آپ کے لئے بغض بوتا ہے اور جلد ہی اس بغض کا نتیجہ ابھرے گا، پھر یہ مال اس کا دفاع نہیں کر سکے گا۔

ثعالبی نے عبدالملک سے نقل کیا ہے میں رمضان میں پیدا ہوا، رمضان میں دودھ چھوڑا، رمضان میں قرآن ختم کیا، رمضان میں خلیفہ بنا ڈر ہے کہ میں رمضان ہی میں مروں گا وہ پہلی شوال سنہ ۸۶ھ کو ۶۳ سال کی عمر میں دمشق میں مرا[اخبار الدول و آثار الاول فی التاریخ‘ ج ۲‘ ص ۴۰] اس نے اپنی حیات میں اپنے بیٹے ولید کو ولی عہد بنایا پھر اس کے بعد دوسرے بیٹے سلیمان کو ولی عہد بنایا، عبدالملک کے بعد اس کا بیٹا ”ولید بن عبدالملک“ خلیفہ بنا۔

۸۶ھ میں عبدالملک نے وفات پائی اس وقت اس کی عمر ۶۲ یا ۶۳ سال تھی۔ اس نے ۲۱ سال حکومت کی اس کی ۱۷ اولادیں تھیں۔

۱۔مروان اکبر	۲۔ولید	۳۔سلیمان	۴۔عائشہ
۵۔یزید	۶۔مروان اصغر	۷۔ہشام	۸۔ابا بکر

۹۔فاطمہ ۱۰۔مسلمہ ۱۱۔عبداللہ ۱۲۔سعید

۱۳۔حجاج ۱۴۔محمد ۱۵۔منذر ۱۶۔عنبسہ ۱۷۔قبیصہ

مناقب وقدائح عبدالملک بن مروان:

عبدالملک بن مروان حاکم اعلیٰ مسلمین کی صلاحیت واہلیت، مناقب، مثالب وقدائح کا فیصلہ ان کے منویات وتصرفات کے تناظر میں کرنا ہوگا۔مدخل دراسات تاریخ اسلامی میں بیان ہوا ہے تاریخ کو دہرانے کا مطلب گزشتہ تاریخ سے اسباق لینا ہے،تاریخ گزشتگان کے نیک اعمال اور نیک کردار کو اپنے لئے نمونہ ومثال بنانا ہے اور تاریخ گزشتگان کے برے کردار اور مذموم اعمال کو سامنے رکھ کر ان سے دوری و پرہیز اختیار کرنا ہے۔اس اصول کے تحت ہمیں امت اسلامی میں اسلامی اقتدار پر قابض افراد کے صفحات کو سامنے لا کر ان کا محاسبہ فکری کرنا ہے کہ یہ افراد اپنے دور میں کس قسم کے انسان تھے اور اقتدار میں آنے سے پہلے اور اقتدار میں آنے کے بعد ان کی زندگی کے نشیب وفراز کیسے رہے ہیں،ہمیں ان کو سامنے رکھنے کے بعد اپنا موقف انتخاب کرنا ہے۔ہم نے انہی کو مثال بنا کر آگے جانا ہے یا ان کو بری مثال قرار دے کر ان کے بُرے اعمال سے دوری اور اجتناب کرنا ہے۔ہمیں اس سلسلہ میں خود ان میں ایک فرق وامتیاز رکھنا ہے اس تمہید کے بعد ہم عبدالملک بن مروان کی حیات کا تجزیہ پیش کرتے ہیں:

۱۔عبدالملک بن مروان اپنے دور میں عالم، زاہد، فقیہ، حافظ وقاری قرآن تھا۔

۲۔عبدالملک نے لشکر مسلم بن عقبہ کو مدینہ میں داخل ہونے کا راستہ دکھایا تھا۔

۳۔اس نے سعید بن اشدق سے اپنے خاندان اور بہنوئی کا عہد وپیان کرنے کے بعد اپنے ہاں بلا کر اپنے اقتدار کا پہلا حقیقہ انہی کو بنایا (یعنی انہیں قتل کیا)۔

۴۔عبدالملک نے اپنے دور کے سب سے بڑے شقی ترین انسان حجاج بن یوسف کو قتل خلیفہ مسلمین کی خاطر مکہ جیسے مقدس شہر کا والی بنایا اور بعد میں اسے عراق اور فارس وخراسان کا والی بنایا۔اس نے ایسے اشقیاء کو اپنے مخالف علاقوں میں اپنا والی بنایا جو اس وقت سب سے زیادہ شقی ترین انسان تھے،تاریخ میں اس سے زیادہ بد بخت شقی کوئی نہیں ملتا۔اس نے عبداللہ بن زبیر کو مسجد الحرام میں محاصرہ میں رکھ کر آخر میں کعبہ کو منجنیق کا نشانہ بنایا اور کعبہ کو گرایا اور

اس جگہ کی جسے اللہ نے بلد امن قرار دیا ہے بے حرمتی کی۔

۵۔عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے کی خاطر اپنے بھائی عزیز سے کہا وہ ولی عہدی سے مستعفی ہو جائے۔

۶۔عبدالملک بن مروان نے اپنے بعد ایسا سلسلہ قائم کیا کہ کسی اور انسان کا خلافت امت اسلامی تک پہنچنا تو دور کی بات ہے خود بنی امیہ حتیٰ خود خاندان عاص و مروان کو بھی اس شجرہ سے دور و محروم رکھا اور اسے صرف اپنے اہل خانہ و نسل کے لئے مخصوص گردانا۔

اگر کوئی قاری قرآن ہونے پر خلافت اسلامی کا مستحق قرار پاتا ہے تو ایوانوں میں موجود قاری حضرات کو سربراہ مملکت یا ان کے برابر ہونا چاہیے۔قرآن عمل کے لئے نازل ہوا ہے صرف قرات کے لئے نہیں۔کہتے ہیں وہ اپنے دور کے فقیہ تھے لیکن کیا ان کی فقہ یہی تھی کہ بیعت لینے کے لیے خلیفہ کو اس کی پناہ گاہ میں قتل کریں اور اس کی خاطر کعبہ کو بھی گرائیں۔اسی طرح اگر کثرت صلوٰۃ و سجود سے انسان مستحق ریاست و زعامت بنتا ہے تو خوارج سے جنگ نہیں کرنا چاہیے تھی۔

خلیفہ کی طرف سے منسوب والی اور امراء اسکی شخصیت اور پالیسیوں کی وضاحت کرتے ہیں۔اس حوالہ سے اگر عبدالملک بن مروان کی شخصیت کا فیصلہ ان کی طرف سے منسوب والیوں اور امراء سے کریں تو ہمیں پہلے ان کے امراء اور والیوں میں سر فہرست اور ان کے نزدیک مقرب اور پسندیدہ و گرویدہ والیوں سے کرنا چاہیے جنہیں انہوں نے خود بطور مستقیم منصوب کیا ہے۔اس سلسلہ میں اگر دیکھیں تو عبدالملک بن مروان کی طرف سے سر فہرست حجاج بن یوسف ہے جسے اس نے تمام سیاہ و سفید کا مالک بنایا جس نے ان کے حریف رقباء ان کو پسند نہ کرنے والے اور ان سے کراہت رکھنے والوں کا قتل عام کر کے تمام حدود اسلامی و انسانی کو تہہ و بالا کیا اور انھیں عبدالملک بن مروان کے سامنے خس و خاشاک کی طرح ذلیل و تسلیم کروایا۔جس نے مکہ مقدسہ بیت اللہ کو مسمار کر کے حجاج کرام کا قتل عام کر کے اس کے پناہ دہندہ کو قتل کر کے اور اس کے بعد عراق اور اہل کوفہ کو ذلیل و خوار کر کے عبدالملک کے سامنے خاضع کیا۔حجاج بن یوسف عبدالملک اور ان کے بیٹے ولید کے پورے دور میں با اختیار والی رہا۔ہمیں دیکھنا چاہیے کہ حجاج کون تھا اور اس نے کیا کردار ادا کیا ہے؟ آئیں دیکھتے ہیں حجاج بن یوسف کیسا انسان تھا۔

حجاج بن یوسف:- [الوافی بلوفیات تالیف کالید بن ایبک اسفدی ج ۱۱ص ۲۰۷]

حجاج بن یوسف بن حکم ثقفی امیر عراق ۴۰یا ۴۱ ہجری میں پیدا ہوا اور ۹۵ ہجری میں ہلاک ہوا۔ ابو عمرو بن علی کہتا ہے میں نے حجاج اور حسن بصری جیسا فصیح نہیں دیکھا۔ عون نے کہا ہے جب بھی میں نے حجاج کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا ہے تو یہ محسوس ہوتا تھا اس نے نہ جانے کتنے سال درس قرآن لیا ہے، وہ قرآن کو ہر رات پڑھتا تھا۔ عتبہ بن عمرو کا کہنا ہے لوگوں کی عقلیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں لیکن حجاج اور رایاث بن معاویہ کی عقلیں عام لوگوں سے مختلف تھیں۔ حجاج نے بغیر کسی جرم و خطاء کے ایک لاکھ ۲۰ ہزار افراد کو قتل کیا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے زندانوں میں قید انسانوں کی تعداد ۳۳ ہزار تھی اور انھیں بغیر جرم و خطا اسیر کیا گیا تھا ہیثم بن عدیث کہتے ہیں جب حجاج مرا تو اس کے زندان میں ۸۰ ہزار لوگ اسیر تھے، ان میں سے تیس ہزار عورتیں تھیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا ہے اگر دنیا کی اقوام و ملل خبیثوں کا میلہ لگائیں تو ہم حجاج کو لے جائیں گے اور وہ پہلے نمبر پر آئیں گے۔ جب وہ ۲۷ رمضان کو ۵۵ سال کی عمر میں مرا تو اس کی قبر کو چھپا کر رکھا گیا، وہ اپنی بیماری کے دوران کہتا تھا، اے اللہ مجھے بخش دے، لوگوں کا خیال ہے تو مجھے نہیں بخشے گا۔

اس کا مرض کھانا کھاتے ہوئے شکم میں ایک لقمہ پھنسنے سے ہوا، جب طبیب کو لایا گیا تو معلوم ہوا اس لقمے کے ساتھ ایک کیڑا تھا جس سے بہت سے کیڑے پیدا ہوئے، اللہ نے اس پر مرتے وقت ایسی بیماری مسلط کی جس کے علاج کے لیے اس کے گرد آگ سے بھرا بہت بڑا برتن رکھتے تھے جس سے اس کی کھال جل جاتی لیکن اس کو محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اس نے اس کی شکایت حسن بصری سے کی تو اس نے کہا میں نے تمہیں منع کیا تھا صالحین کو نہ چھیڑو لیکن تم نے انہیں بہت چھیڑا۔ اس نے کہا یا حسن میں آپ سے نہیں کہوں گا اللہ سے میری بخشش کیلئے دعا کریں لیکن اتنا کہوں گا کہ اللہ سے دعا کرو وہ جلدی میری روح کو اٹھا لے اور میرے عذاب کو طول نہ دے۔ کہتے ہیں اس پر حسن بہت رویا، اس نے اس حالت میں پندرہ دن اس دنیا میں گزارے۔ حجاج حجاز میں تین سال والی رہا، وہ عبدالملک کی طرف سے عراق میں والی رہا اور نو سال ولید بن عبدالملک کی طرف سے والی رہا۔ حجاج ہزار دسترخوان بچھاتا تھا، ہر دسترخوان پر دس آدمی ہوتے تھے۔ اس پر گوسفند مچھلی، شہد اور لسی اور ہر قسم کے لذیز کھانے ہوتے تھے۔

حجاج قاتل سعید بن جبیر ہے۔اس نے عراق پر ۲۰ سال حکومت کی،حجاج نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے عبداللہ بن حجاج ،یزید بن ابی کبشہ اور فرات پر یزید بن ابی مسلم کو معین کیا اور ان سب کو ولید نے جوں کا توں باقی رکھا۔قتیبہ بن مسلم کہتے ہیں حجاج نے ایک دن خطبہ دیا،قبر کا ذکر کیا تو کہا یہ بہت وحشت ناک ہے،وہ قبر کی صفات کا ذکر کر کے خود روئے اور سب کو رلایا پھر اس نے کہا میں نے امیر المؤمنین عبدالملک سے سنا ہے،انہوں نے مروان سے سنا ہے،مروان نے عثمان سے نقل کیا حضرت عثمان نے اپنے خطبہ میں کہا پیغمبرؐ جب بھی کسی قبر کو دیکھتے تھے تو روتے تھے اس باب میں بہت سی احادیث کو نقل کیا گیا ہے۔ابن عوف کہتے ہیں جب بھی قرآن پڑھتے ہوئے حجاج کو سنتے تھے ہم سمجھتے تھے کہ اس نے کتنے سال قرآن پڑھا ہے۔ابوعمرو بن علاؒ کہتے ہیں میں نے حجاج جیسا فصیح حسین نہیں دیکھا،وہ سب سے زیادہ فصیح تھے،عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں حجاج نے ایک دن کہا جس کسی کے پاس کوئی امتحان طلب بات ہے،وہ اٹھے میں اس کا معاوضہ دوں گا،ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا آپ مجھے میری مصیبت کا عوض دیں گے اس نے کہا میں نے حسین کو قتل کیا ہے،کہا کیسے قتل کیا،کہا میں نے نیزہ و تلوار ماری ہے،قتل حسین میں کوئی میرے ساتھ شریک نہیں تھا۔کہا تم ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتے تم یہاں سے نکل جاؤ،ایک دفعہ عبدالملک نے حجاج کو حکم دیا اسلم بن عبدالبکری کو تہمت پر قتل کریں،حجاج نے ان کو حاضر کیا اور کہا امیرالمومنین غائب ہے تم میرے سامنے حاضر ہو،اللہ فرماتا ہے اگر کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کرو،تم جو خبر لائے تھے وہ باطل ہے تم نے امیرالمومنین کو لکھا ہے میں چوبیس بچوں کا کفیل ہوں،بچوں اور عورتوں کو جمع کرو،سب کو جمع کیا کہا یہ میری ماں ہے یہ زوجہ ہے۔اس طرح اس نے گنتی پوری کردی۔

حجاج کہتا تھا جتنا ہوسکے تقویٰ کو اپناؤ۔اللہ کی قسم میں اگر تم کو حکم دے دوں اس دروازے سے نکلو،اگر تم دوسرے دروازے سے نکلے تو مجھے تمہارا خون بہانہ جائز ہے،اگر کوئی شخص میرے سامنے قرآن ابن مسعود کی قرات کے مطابق پڑے گا تو میں اس کو ماردوں گا۔میں قرآن سے اس کو مٹادوں گا اوضعی نے کہا ہے عمر بن عبدالعزیز نے کہا ہے اگر کوئی امت تمام برائی کو لائے اور ہم حجاج کو لائیں تو ہم غالب آئیں گے،ابراہیم شجاعی سے حجاج کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا تم نے قرآن کی آیت نہیں پڑھی ﴿اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے۔ایسے لوگ اپنے ربّ کے حضور پیش ہونگے اور گواہ شہادت دیں گے کہ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے

اپنے رب پر جھوٹ گھڑا تھا۔ سنو! اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر ﴿ ہود ۱۸۔ شافعی نے کہا مجھے خبر ملی ہے عبدالملک بن مروان نے حجاج سے کہا ہر انسان اپنے عیب سے واقف ہے تم اپنے عیب بتاؤ، اپنے عیوب کو نہ چھپانا تو اس نے کہا میں لجوج وعنود ہوں تو عبدالملک بن مروان نے نے کہا پھر تو تمھارے اور ابلیس کے درمیان نسب ہے۔

صاحب کامل لکھتے ہیں حجاج نے جن کو قتل کیا ہے، ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے حجاج ایک دن خالد بن یزید بن معاویہ کے ساتھ کہیں سے گزرے، کسی نے خالد سے پوچھا یہ کون ہے تو خالد نے کہا یہ عمرو بن عاص ہے تو حجاج نے سنا اور واپس آیا، مجھے پسند نہیں آیا کہ عاص مجھ سے پیدا ہوا ہو۔ وہ کہتا تھا میں نے ایک لاکھ کو مارا ہے، سب جانتے تھے تمہارا باپ شراب پیتا تھا اور کفر کو چھپاتا تھا۔

کتاب ووفیات الاعیان انباء ابناء الزمان تالیف محمد بن ابی بکر بن خلکان اپنی کتاب کے صفحہ ۲۹ شمارہ ۱۴۹ پر لکھتے ہیں حجاج بن یوسف بن حکم بن ابی عقیل عوف بن قصی ثقفی ہے۔ ہم یہاں اس کی پیدائشی قصہ کہانیوں کی طوالت سے گریز کرنے کی خاطر زیادہ ذکر نہیں کرتے بلکہ اس کے جرائم قولی وفعلی کے ذکر پر اکتفاء کریں گیں۔ حجاج خون ریزی، قتل وغارت میں تاریخ میں بے نظیر و بے مثل ہے۔ کہا جاتا ہے اس نے زیاد بن ابیہ اور حضرت عمر بن خطاب سے طاقت وشرافت، تصمیم وارادہ اور رعب وہیبت میں متشبہ ہونے کی کوشش کی تاکہ امورات' انضباط' عظم وارادہ' سیاسیات میں حدود واقامہ کر سکے۔ ارادہ کیا حضرت عمر کی شرافت میں نمونہ بن جائے تو حدود حدود کو تجاوز کرنے میں اس نے اسراف کیا، حجاج نے زیاد جیسا بننے کی کوشش کی تو ہلاکت ونابودی اور بربادی لے کر آئے، کہتے ہیں ایک دن اس نے خطاب کیا کہا اللہ کی حرمات پر صبر کرنا آسان ہے لیکن عذاب الٰہی پر صبر کرنا مشکل ہے۔ ایک آدمی نے اٹھ کر کہا اے حجاج افسوس ہو تم کتنے برے و بے شرم انسان ہو تو اس نے اُسے مارا اور زندان میں ڈالنے کا حکم دیا اور کہا تم نے میرے سامنے بولنے کی جرات کی تو اس نے کہا تم نے اللہ کے خلاف بولنے کی جرات کی تو میں تمہارے خلاف کیوں نہ بولوں۔

ابن خلکان کتاب جلیس وانیث سے نقل کرتے ہیں، حجاج بن یوسف نے بصرہ سے مکہ نکلتے ہوئے اہل بصرہ سے خطاب کیا، کہا اے اہل بصرہ میں مکہ جارہا ہوں، اپنی جگہ اپنے بیٹے محمد کو چھوڑ رہا ہوں، انھیں تمہارے بارے میں وصیت ونصیحت کی ہے، ایک ایسی نصیحت جو نبی کریمؐ نے انصار کے بارے میں کی تھی، یہ اس سے مختلف ہے نبیؐ

نے انصار کے بارے میں وصیت کی کہ ان کی نیکیوں کو قبول کریں اور ان کے برے اعمال سے صرف نظر کریں اور انھیں معاف کریں لیکن میں نے تمہارے بارے میں محمد کو وصیت کی ہے کہ تمہارے اچھے لوگوں کی اچھائی کو قبول نہ کرے اور برے لوگوں کو عفو نہ کرے۔تم میرے بعد اگر کوئی کلمہ کہو گے تو تمہیں اس سے کوئی نہیں روک سکتا سوائے خوف کے،تمہارے دل میں اگر خوف نہ ہو تو ہر چیز بول سکتے ہو۔میں نے وصیت کی ہے تم سے اچھا سلوک نہ کیا جائے میں جلد ہی تم کو جواب دوں گا اور یہ تمہارے لئے اچھا جانشین نہیں ہوگا۔

مبرد نے کتاب کامل میں لکھا ہے اہل کوفہ امن وسکون کی زندگی گزار رہے تھے،اس دوران ایک آدمی نے آکر کہا حجاج بن یوسف امیر عراق بن کے آئے ہیں،وہ سیدھا مسجد میں گیا،اس نے سر کو عمامہ سے ڈھانپا ہوا تھا،تلوار الٹ رکھی ہوئی تھی،وہ سیدھا منبر پر چڑھا،لوگ اٹھ کر اس کے پاس گئے،تھوڑی دیر کیلئے خاموش ہوا،لوگوں نے ایک دوسرے کو دیکھنا شروع کیا،اللہ بنی امیہ کو تباہ کرے ایک ایسے انسان کو عراق کے لئے والی بنایا ہے عمیر بن ذابی برجمی نے کہا،دیکھو کیا کہتا ہے،جب لوگوں نے اس کی طرف خیرہ ہو کر دیکھا تو چہرہ سے نقاب ہٹا کر لوگوں سے خطاب کیا، اے اہل کوفہ!اے اہل عراق!میں ایسے سروں کو دیکھ رہا ہوں جو پک چکے ہیں،جن کو کاٹنے کا وقت آچکا ہے،ان کو کاٹنے والا میں ہوں،میں ایک ایسے خون کے دریا کو دیکھ رہا ہوں جو عمامہ اور داڑھی کے درمیان بہہ رہا ہے،امیر المومنین نے اپنے ترکش کو کھولا ہے اور اس میں سے ایک تیر مجھے نکال کر دیا ہے کہ وہ سب سے محکم وپائیدار اور موثر تیر ہے جو اس نے میرے ذریعے تم کو مارا ہے کیونکہ تم ہمیشہ فتنہ وفساد میں رہے ہو اور گمراہوں کی راہوں پر تم سوتے رہے ،ہم تم کو سدھاریں گے جس طرح سرکش اونٹوں کو سدھارا جاتا ہے تمہارا شہر اس آیت کریمہ کے مصداق ہوگا ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ ”اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے۔وہ امن واطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اس کو بفراغت رزق پہنچ رہا تھا کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا۔تب اللہ نے اس کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں “(نحل ۱۱۲)جو میں نے کہا ہے اس پر وفا کروں گا۔امیر المومنین نے مجھے حکم دیا ہے تمہارے عطیات تمہیں دے دوں اور تم کو تمہارے دشمن سے لڑنے کیلئے مہلب بن ابی سفرہ کے ساتھ روانہ کروں،میں قسم کھاتا ہوں ہر وہ شخص جو عطیہ

لینے کے بعد تین دن شہر میں دیکھا گیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا پھر غلام سے کہا امیر المومنین کا خط پڑھو۔ اس نے کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من عبداللہ عبدالملک بن مروان امیر المومنین مسلمانانِ کوفہ کے نام السلام علیکم! کسی نے جواب نہیں دیا تو حجاج نے غلام سے کہا، چپ رہو، پھر لوگوں کی طرف رخ کیا، کہا امیر المومنین نے تم کو سلام کیا ہے، تم لوگوں نے امیر المومنین کے سلام کا جواب نہیں دیا، یہ ادب نہیں ہے، میں تم کو ایک ایسا ادب سکھاؤں گا کہ تم سیدھے ہو جاؤ گے۔ پھر غلام سے کہا خط پڑھو جب اس جملہ پر پہنچا سلام علیکم تو مسجد میں سب نے اٹھ کر کہا **و اسلام علیٰ امیر المومنین** سلام ہو امیر المومنین پر، پھر اس نے منبر سے اتر کر لوگوں کو عطیات دیئے، ہر ایک نے اپنا عطیہ وصول کیا۔ جب حجاج نے عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا تو اہل مکہ فریاد و فغاں میں رونے لگے تو اس نے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا کہا اور منبر پر گیا حمد و ثنا کی اور کہا اہل مکہ مجھے خبر ملی ہے تم لوگ عبداللہ بن زبیر کے قتل پر پریشان و غمزدہ ہو، ابن زبیر نے خلافت میں رغبت کی اور اہل خلافت سے نزاع کیا، اللہ کی اطاعت کو چھوڑا، حرم اللہ میں سکونت کی، اگر کوئی چیز اس کو ختم کرنے کیلئے مانع تھی تو آدم کو جنت میں پناہ ملنی چاہیے کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی قدرت سے خلق کیا، اس کو نفخ روح کیا، ملائکہ سے سجدہ کرایا اور جنت کو ان کیلئے مباح قرار دیا جب غلطی کی تو جنت سے نکالا، آدم اگر اللہ کے نزدیک ابن زبیر سے قریب ہے، جنت کعبہ سے زیادہ محترم ہے اللہ کو یاد کرو، اگر غلطی کے بعد جنت میں پناہ نہیں تو کعبہ میں پناہ کیسے ملے گی۔

خوارج اور حجاج: [قصص العرب ج ۴ ص ۲۰۶]

حجاج نے ایک خارجی کے خلاف حکم دیا، اس کو سامنے حاضر کیا، اس نے اس سے کہا اے خارجی! تم اس قوم میں سے ہو جو اللہ کے مبغوض ہیں یعنی تم بدتر قوم ہو تو خارجی نے کہا ہم میں سے جو سب سے زیادہ مبغوض ہے وہ اپنے ساتھی کو جنت بھیجے۔

حجاج و مکتوب منبر: [قصص العرب ج ۴ ص ۳۶۹]

حجاج نے اپنے منبر پر ایک مکتوب پایا، اس پر لکھا ہوا تھا **تمتع به کفر قليلاً انک من اصحاب النار** تو حجاج نے اس کے نیچے لکھا **موتو بعضکم ان الله عليم صدور**۔

حجاج بن یوسف و بنی عجل کے لوگ:

حجاج ایک دن سیاحت پر نکلا، جب فارغ ہوا تو لوگ اس سے دور ہوئے اور خود تنہا ہوا تو ایک بوڑھے بنی عجل سے ملا تو حجاج نے کہا ایھا شیخ کہاں سے ہو، کہا اسی گاؤں سے تو کہا تمہارے عمال کیسے ہیں تو کہا بدترین عمال ہیں، لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، ان کے مال کو لوٹتے ہیں۔ اس نے کہا حجاج کے بارے میں کیا جانتے ہو تو اس بوڑھے نے جواب دیا، یہ شخص عراق پر والی ہوا ہے، اس سے بدتر کوئی والی نہیں آیا۔ اللہ اس کا برا کرے اور جس نے اسکو والی بنایا ہے اس کا بھی برا کرے۔ حجاج نے پوچھا کیا جانتے ہو میں کون ہوں تو کہا نہیں تو کہا میں ہی حجاج ہوں تو بوڑھے نے کہا میں آپ پر فدا ہوں آپ جانتے ہیں میں کون ہوں اور پھر خود ہی کہا فلان بن فلان مجنون بنی عجل ہوں، دن میں دو دفعہ بیہوش ہو جاتا ہوں تو حجاج ہنسنے لگا۔

مھلب بن ابی سفرہ: [وفیات الاعیان ج ۵ ص ۳۵۰]

ظالم بن سراخ بن سبیع بن کندی قبیلہ ازد سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی ایک بیٹی تھی جس کا نام سفرہ تھا جس کی وجہ سے انھیں ابی سفرہ کہا گیا ہے۔ یہ لوگ اہل دبا تھے، رسولؐ کے دور میں مسلمان ہوئے، رسول کی وفات کے بعد یہ مرتد ہوا اور صدقہ دینے سے انکار کیا۔ حضرت ابوبکر نے اکرمہ بن ابی جہل مخزومی کی قیادت میں لشکر بھیجا، جس نے ان سے جنگ لڑی اور بہت سوں کو قتل کیا۔ انہوں نے اپنے قلعہ میں پناہ لی تو مسلمانوں نے انھیں محصور کیا، آخر میں وہ حذیفہ بن یمان کے سامنے تسلیم ہوا۔ انہوں نے ان کے سو سے زائد روسا کو قتل کیا اور باقیوں کو اسیر کر کے حضرت ابوبکر کے پاس بھیجا، ان میں ابوسفرہ بھی تھا جو ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر نے ان کو آزاد کیا، کہا جاؤ جہاں جانا چاہتے ہو تو وہ لوگ منتشر ہوئے۔ ابوسفرہ نے بصرہ میں قیام کیا۔ ابن قتیبہ نے کتاب معارف میں لکھا ہے یہ بات غلط ہے۔ واقدی نے لکھا ابوسفرہ ان میں نہیں تھا اور نہ اس نے حضرت ابوبکر کو دیکھا ہے، یہ لوگ حضرت عمر بن خطاب کے دور میں آئے ہیں، وہ اس وقت عمر رسیدہ انسان تھے، ان کے بال سفید ہو گئے تھے اور ان سے کہا انہیں خضاب لگائیں۔

ابا مہلب چھوٹے تھے، وفات پیغمبرؐ کے دور میں وہ دو سال کے تھے۔ مہلب سب سے زیادہ شجاعت مند

تھے،خوارج ان کی پناہ میں تھے یہاں تک کہتے ہیں بصرہ کو بصرہ مہلب کہا جاتا ہے۔وہ اپنی قوم میں جلیل القدر انسان تھے وہ عبداللہ بن زبیر کے دوران خلافت حجاز میں آئے ،اس وقت عبداللہ زبیر مکہ میں تھے۔عبداللہ بن زبیر نے ان سے مشورہ کیا،اس وقت عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف جمحی ان کے پاس آیا تو عبداللہ نے کہایا امیر المومنین آپ کوکس نے مصروف کیا ہے،یہ ہستی کون ہے تو عبداللہ زبیر نے کہا کیا آپ نہیں جانتے تو کہا نہیں،کہا یہ سید اہل عراق ہے تو اس نے کہا پھر تو مہلب بن ابی سفرہ تو نہیں تو کہا ہاں۔مہلب نے عبداللہ بن زبیر سے کہا یہ کون ہے تو کہا یہ سید بن قریش ہے تو اس نے کہا ایسا ہے تو کہا یہ عبداللہ بن صفوان ہے۔

ابن قتیبہ نے کتاب معارف میں لکھا ہے کہ مہلب کے عیبوں میں سب سے زیادہ عیب یہ ہے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے،ابن خلکان نے اس کے بعد لکھا ہے مہلب شریف اور جھوٹ سے پاک انسان تھا لیکن وہ جنگ جو تھا پیغمبرؐ نے فرمایا تھا جنگ دھوکہ ہے مہلب خوارج سے ایسی باتیں کرتے تھے جن میں وہ حقائق کو توڑ موڑ کر بیان کرتے تھے۔خوارج ان سے ڈرتے تھے خوارج نے ان کو کذاب کا لقب دیا ہے۔ابو العباس مبرد نے کتاب کامل میں لکھا ہے جس میں مہلب پر الزامات میں کہا کہ مہلب کی شناخت میں سے ہے کہ یہ جھوٹ بولتا تھا۔مہلب فقیہ تھا اور جانتا تھا کہ پیغمبرؐ سے کیا آیا ہے،اس نے یہ حدیث لکھی ہے ہر جھوٹ لکھا جاتا ہے الا دو آدمیوں کے درمیان صلح میں جھوٹ،مرد کا اپنی عورت سے جھوٹ جو وعدہ دیتے ہیں،میدان جنگ میں جھوٹ جیسے کوئی وعدہ دیتے ہیں یا کسی نقصان سے ڈرا کر جنگ میں جانے کے لیے آمادہ کرتے ہیں،مہلب حدیث جعل کرتا تھا تاکہ مسلمانوں کی مدد کرے اور خوارج کمزور ہو جائیں۔

آخر میں مہلب حجاج بن یوسف کی طرف سے خراسان کا والی ہوا اور پھر بصرہ اور کوفہ دونوں کا امیر ہو گیا۔ عبدالملک بن مروان نے بصرہ اور کوفہ کے علاوہ خراسان،بجستان کو بھی ان کے ماتحت کر دیا،مہلب نے خراسان کے لئے عبداللہ بن ابی بکر کو منتخب کیا اور مہلب ۷۹ ہجری میں خراسان پہنچا۔جب سمرقند کو سعید بن عثمان بن عفان نے معاویہ کے دور میں فتح کیا،اس وقت مہلب ان کے ساتھ تھا۔اس وقت انہوں نے سعید کی آنکھ نکالی تھی۔اسی طرح طلحہ بن عبداللہ بن خلف خزاعی کی جن کا نام طلحہ طلحات تھا وہ جود و کرم میں مشہور تھا،ان کی آنکھ طالقان میں نکلی،مہلب ہمیشہ خراسان میں والی رہے اور وہیں وفات پائی جب ان کی اجل آئی تو انہوں نے اپنا جانشین اپنے بیٹے کو بنایا۔اور

ان کو وصیت کرتے ہوئے کہا بیٹا حاجب استعمال کرو اور اچھے لکھنے والے حاجب انسان کا چہرہ ہوتا ہے، کاتب اس کی زبان ہوتی ہے۔مہلب نے ۸۳ھ کو مروہ سے قریب خراسان میں وفات پائی۔

ابی سفرہ کا وارث یزید بن مھلب:۔[وفیات الاعیان ج ۶ ص ۲۷۸ شمار رجال ۸۱۶]

ان کی کنیت ابو خالد ہے ابن قتیبہ نے کتاب معارف میں اور بہت سے مورخین نے لکھا ہے جب ان کا باپ مہلب مر گیا تو اس نے اپنے بیٹے یزید کو جانشین بنایا، اس وقت یزید کی عمر ۳۰ سال تھی عبد الملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کے کہنے پر ان کو معزول کر کے ان کی جگہ پر خراسان میں قتیبہ بن مسلم باہلی کو معین کیا، ان کا ذکر کتاب معارف ابن قتیبہ میں ہے۔پھر یزید حجاج کے ہاتھوں اسیر ہوا حجاج مہلب کی بہن ہند بن مہلب کا شوہر تھا' حجاج یزید کی نجابت سے ڈرتا تھا کہ کہیں وہ اس کی جگہ نہ لے لیں، وہ ہمیشہ کوشش کرتا تھا ان پر کوئی مکروہ الزام لگا کر ان کو دبا کر رکھے، حجاج کبھی منجمین سے پوچھتے تھے یا اس صنعت سے آشنا لوگوں سے کہ اس کی جگہ پر کون آئے گا تو لوگ کہتے تھے اس کا نام یزید ہوگا، حجاج سوچتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس یزید کے علاوہ کوئی اور یزید ہو، اس وقت حجاج عراقین کا امیر تھا جب حجاج مر گیا تو یزید اس کے مقام پر آ گیا، بہر حال حجاج نے اس کو اذیت دی تھی۔یزید نے حجاج کے زندان سے فرار ہو کر شام میں سلیمان بن عبد الملک سے پناہ لی۔بعد میں سلیمان نے ان کو اپنے دور خلافت میں خراسان کا والی بنایا تو انھوں نے جرجان وہستان کو فتح کیا۔آخر میں یزید عراق کی طرف متوجہ ہوا تو اس وقت سلیمان وفات پا چکا تھا وہ بصرہ گیا عدی بن ارتاد نے ان کو گرفتار کیا اور ان کو پابند سلاسل کیا اور انھیں عمر بن عبد العزیز کی طرف بھیجا عمر نے ان کو زندان کیا وہ زندان سے فرار ہوا اور دوبارہ بصرہ آیا اور عمر بن عبد العزیز نے وفات پائی اور یزید بن مھلب نے مخالفت کی اور خلیفہ یزید بن عبد الملک کو خلع کیا اور ان سے جنگ لڑنے کیلئے یزید بن عبد الملک نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبد الملک کو بھیجا، اس نے ان کو قتل کیا۔حافظ ابو نعیم معروف بن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں یزید بن مہلب بصرہ میں سلیمان کا والی بنا، پھر عمر بن عبد العزیز نے اس کو ہٹایا، اس کی جگہ عدی بن ارتاد کو معین کیا اور انہوں نے ان کو معتوب کر کے عمر بن عبد العزیز کے پاس بھیجا۔

اصمعی نے کہا ہے حجاج نے یزید کو گرفتار کیا اور اسے دردناک سزا دی۔حجاج نے یزید سے کہا تمہاری سزا

میں تخفیف کریں گے بشرطیکہ روزانہ ایک لاکھ درہم مجھے دے دو ورنہ عذاب میں رکھیں گے، ایک دن اس نے ایک دن کا عذاب چھڑانے کے لیے ایک لاکھ درہم جمع کیئے، یزید جب سلیمان کی طرف جانے کے لیے حجاج سے فرار ہوا، اس وقت سلیمان رملہ میں تھا، وہ شام کے راستہ سے گزرتے ہوئے وہاں پہنچا، اس نے غلام سے کہا، ان عربوں سے پانی یا دودھ طلب کریں تو ان کو کسی نے دودھ دیا تو اس نے کہا ان کو ایک ہزار درہم دے دو تو غلام نے کہا ان کو آپ کا پتہ نہیں ہے کہ آپ کون ہیں تو یزید نے کہا لیکن میں جانتا ہوں کہ میں خود کون ہوں، ان کو ایک ہزار درہم دے دو تو اس نے دے دیئے۔ یزید بن مہلب حج کو گیا، سر منڈوانے کے لئے حلاق کے پاس گیا، حلاق نے اسکا سر مونڈا تو غلام سے کہا اس کو ایک ہزار درہم دے دو تو حلاق حیران ہوا، حلاق نے کہا میں ہزار درہم لے کر اپنی ماں کے پاس جاؤں گا اور ماں کو خرید کر کنیزی سے آزاد کروں گا تو اس نے کہا اس کو ایک ہزار اور دے دو تو حلاق نے کہا اگر آپ کے بعد کسی اور کا سر مونڈوں تو میری بیوی طلاق ہو جائے گی میں اور کسی کا سر نہیں مونڈوں گا تو یزید نے کہا اس کو دو ہزار اور دے دو۔

مدائنی نے کہا سعید بن عمرو بن عاص یزید بن مہلب کے دوست تھے، جب عمر بن عبد العزیز نے یزید کو زندان کیا اور لوگوں کو ان کے پاس جانے سے منع کیا تو سعید نے آ کر ان سے کہا یا امیر المومنین یزید بن مہلب کے پاس میرے پچاس ہزار درہم ہیں جو مجھے نہیں ملے، آپ اجازت دیں تو میں زندان میں جا کر ان سے اپنی رقم طلب کروں گا، تو عمر بن عبد العزیز نے اس کو اجازت دی، وہ اس کے پاس گیا جس پر یزید خوش ہوا، ان سے کہا تم کیسے داخل ہوئے تو سعید نے اپنا جھوٹ بتایا تو یزید نے کہا آپ نہیں جائیں گے جب تک یہ رقم آپ کے پاس نہ ہو، یہ رقم آپ لے کر جاؤ تو سعید نے کہا نہیں لوں گا تو یزید نے قسم کھائی کہ آپ کو لینا ہوگی، ایک شخص کو اپنے گھر بھیجا اور سعید کو پچاس ہزار درہم کے ساتھ واپس بھیجا۔

حجاج اور زوجہ ولید بن عبد الملک: [دوفیات الاعیان ج ۲ص ۴۴ شمارہ ۱۴۹]

حجاج ولید بن عبد الملک کا بھی والی رہا، اس کے دور خلافت میں وہ اسے ملنے آیا تو ولید شکار اور تفریح کیلئے باہر نکلا تھا، واپس آنے پر حجاج نے اس کے ہاتھوں کو چوما، اسکے بعد کہنے لگا امیر المومنین اجازت دیں تو میں آپ کی

خدمت کرنا چاہتا ہوں ۔ابن زبیر اور ابن اشعث نے آپ کی خدمت سے مجھے دور رکھا ہے، حجاج ولید کے ساتھ اسکے قصر میں داخل ہوا، حجاج اسی حالت یعنی جنگی لباس میں داخل ہوا، وہ دیر تک اس کے پاس رہا، اس وقت ایک لڑکی نے آکر ولید سے بات کی اور چلی گئی ۔ولید نے حجاج سے کہا ابا محمد جانتے ہو یہ کیا کہتی ہے۔میرے چچا عبدالعزیز کی بیٹی ام البنین کہتی ہے، یہ اعرابی کون ہے جو جنگی لباس میں مستغرق ہے اور تم سادہ اور غیر مسلح ہو، ایسا کیوں ہے تو میں نے ان سے کہا یہ حجاج ہے تو وہ زیادہ خوفزدہ ہوگئی اور کہا میں نہیں چاہتی لوگوں کے قاتل کے ساتھ ایسی حالت میں تنہائی میں رہو۔حجاج نے کہا یا امیر المومنین عورتوں کی باتوں پر توجہ نہ دیں، یہ پھول کی مانند ہیں یہ شجاعت و طاقت وقدرت نہیں رکھتیں، انھیں اپنے اسرار سے آگاہ نہ کریں، اپنے دشمن کے مکروفریب سے واقف نہ کریں، انھیں صرف اپنے نفس کے علاوہ کسی اور چیز میں مصروف نہ کریں اور ان کو اپنی زینت و آرائش تک محدود رکھیں غرض اس نے عورتوں کی خوب مذمت کی، پھر حجاج اٹھ کر چلا گیا اور ولید اپنی زوجہ ام البنین کے پاس آیا اور اسے حجاج کی باتیں سنائی ۔ام البنین نے کہا میں چاہتی ہوں آپ کل مجھے سلام کرنے کے لئے بلائیں ۔

دوسرے دن حجاج ولید کے پاس آیا ولید نے کہا ابا محمد چلیں ام البنین کے پاس جا کر اسے سلام کرتے ہیں۔

حجاج نے کہا مجھے اس سے معاف رکھیں، ولید نے کہا نہیں آپ کو جانا پڑے گا، حجاج ان کے ساتھ گیا کچھ دیر تک ام البنین حجاب میں رہی، اجازت نہیں دی، پھر انھیں اجازت دی اور ان کو کھڑے رکھا، بیٹھنے کی اجازت نہیں دی پھر کہا افسوس ہو حجاج تم اس وقت امیر المومنین پر ابن اشعث اور ابن زبیر کے قتل کی منت رکھ رہے ہو، اللہ کی قسم اللہ جانتا ہے اس کائنات میں تم سے زیادہ کوئی ذلیل شے نہیں ہے، اللہ نے تمہارا امتحان لیا ہے کہ کعبہ کو منجنیق سے مارو گے یا نہیں اللہ نے تم سے امتحان لیا ہے کہ فرزند ذات ناطقین کو قتل کرو، ابن اشعث کے بارے میں نہیں کہتی ہوں کہ اس نے تمہیں بار بار شکست دی تم نے امیر المومنین عبدالملک سے پناہ لی، اہل شام نے تمہیں پناہ دی، تم بدترین ضیق کی حالت میں تھے ۔تم مچھر سے زیادہ ذلیل انسان ہو جس چیز کا تم نے امیر المومنین کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنی لذات کو چھوڑیں اور اپنی خواہشات سے دور رہیں، وہ تمہاری نصیحت کو نہیں سنیں گے ۔اگر تم جیسے افراد سے نجات ملے تو یہ خوبی ہے پھر اپنی کنیزوں سے کہا اس کو فوراً باہر کرو ۔حجاج ولید کے پاس گئے تو ولید نے کہا ابا محمد کیا کہا تو حجاج کہنے لگا، وہ بولتی رہی چپ نہیں ہوئی یہاں تک کہ مجھے زمین کے نیچے جانا پسند آیا، زمین میرے لئے گوارا تھی، ولید ہنسنے لگا اور

پاؤں زمین سے مارنے لگا اور کہا کیا کریں یہ عبدالعزیز کی بیٹی ہے۔

ولید بن عبدالملک:

ولید بن عبدالملک سنہ ۵۰ ہجری میں پیدا ہوا، اپنے چچا عبدالعزیز کی موت کے بعد ۱۵ شوال ۸۶ھ کو خلیفہ منتخب ہوا، انگوٹھی پر "ربی اللہ لا اشرک بہ شیئا" لکھا ہوا تھا۔ اس نے ۸۷ھ میں مسجد دمشق کی بنیاد رکھی اور مسجد نبوی کی توسیع کی، "تاریخ خلفا" میں لکھا ہے ایک دن ولید نے ابراہیم بن ابی زرعہ سے کہا آیا قیامت کے دن خلفاء سے بھی حساب لیا جائے گا تو انہوں نے جواب دیا اے امیر المومنین آپ اللہ کے نزدیک محترم ہیں یا داؤد؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے داؤد سے فرمایا:

﴿یٰداود انّا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ انّ الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب﴾ "اے! داؤد ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہذا لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور خواہش کی پیروی نہ کریں۔ وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ جو اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کیلئے یوم حساب فراموش کرنے پر یقیناً سخت عذاب ہوگا۔" (ص/۲۶)

ولید کے دور میں ہندوستان اور اندلس جیسی فتوحات ہوئیں وہ اس حوالے سے حضرت عمر بن خطاب کا رقیب تھا، ولید کو والدین نے بڑے ناز میں پالا جس کی وجہ سے وہ پہلے سے ہی مغرور و متکبر تھا، علم میں بے بہرہ اور بے ادبی میں حد سے بڑھا ہوا تھا، اپنے دور کا جابر و ظالم تھا، حافظ بن عساکر نے کہا ولید اہل شام کے نزدیک اچھے خلفا میں شمار ہوتا تھا، وہ غریبوں کی مدد کرتا اور ہر نابینا کے لئے اس نے ایک راہنما مقرر کیا تھا، اس کے لئے تنخواہ متعین تھی، وہ حافظان و قاریان قرآن کا بہت خیال رکھتا تھا۔

اس نے یوحنا کے کلیسا کی توسیع کی، ۸۶ھ میں جامع مسجد اُموی کی بنیاد رکھی لیکن اپنی حیات میں اسے پایہ تکمیل نہ پہنچا سکا، وہ اس منصوبے پر چار سو صندوق درہم و دینار خرچ کر چکا تھا، ہر صندوق میں ۲۸ ہزار دینار ہوتے تھے مسجد میں ۶ سو سونے کی قندیلیں رکھی تھی، عمر بن عبدالعزیز نے سب کو اتار کر اس میں تانبے اور لوہے کی قندیلیں

رکھیں۔ولید نے بیت المقدس میں قبہ صخرہ بنایا، مسجد نبوی کی توسیع کی اور حجرہ کو مسجد میں شامل کیا۔ولید کی خلافت کے دوران طاعون کی وباء پھیلی اور تین لاکھ انسان مرگئے ،ولید بن عبدالملک نے ۹۶ھ میں وفات پائی۔

☆انہوں نے جزام زدہ افراد کو عام لوگوں سے الگ کیا ان کے لئے راشن مرتب کیا ،وہ مسلمانوں میں سب سے پہلے ہسپتال بنانے والے ہیں، وہ پڑھنے والوں کے لئے اموال کثیر دیتے تھے۔

☆انہوں نے غرباء اور مسافروں کے لئے رہائش گاہیں بنوائیں۔

☆مسجد مدینہ کو گرایا اور اس کے گرد گھروں کو بھی گرایا اور نئے سرے سے اس کی تعمیر شروع کی۔

☆کعبہ کے فرش کو بنایا، میزان بنوایا اور ستون بنوایا۔

☆مسجد اقصیٰ دوبارہ بنائی، مسجد دمشق بنائی ،ان تعمیرات پر ایک کروڑ بارہ لاکھ دینار خرچ کیئے، چھ ملین دینار سے یہ مسجد بنی ،۸۸ ہجری میں اس کی تعمیر شروع کی اور اسے سلیمان نے مکمل کیا، تیں سال میں یہ مسجد بنی۔

اپنے چچا کی بیٹی ام البنین بنت عبدالعزیز بن مروان سے شادی کی ،اس سے عبدالعزیز اور محمد پیدا ہوئے اس کے بعد اس کے ہاں یزید پیدا ہوا جو بعد میں خلافت پر پہنچا، پھر اس نے بنی فزاریہ کی عورت سے شادی کی جس سے ابا عبیدہ پیدا ہوا۔

ان کی اولاد میں سے چند کے نام یہ ہیں: عباس، ابراہیم، تمام، خالد، عبدالرحمٰن، مسرور، مروان، صدقہ، عنبسۃ، عمر، روح، بشر، یحیی، منصور، مبشر، اپنے باپ کی حیات میں انکے لئے بیعت لے لی گئی تھی ،باپ کو قبرستان میں دفنانے کے بعد دوبارہ تجدید بیعت کی ،یہ بیعت ۱۵ اشوال ۸۶ھ کو لی۔ولید بن عبدالملک ۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے ،انہوں نے عیش وطرب کی زندگی میں نشوونما پائی تھی لہذا ان کی فصاحت عربی ضعیف تھی۔

ان کا لقب بطی ہے کیونکہ ان کا عربی تلفظ غلط تھا، اس پر باپ نے ان کو عتاب کیا اور کہا تم کیسے منبر پر جاتے ہو اور عربی غلط بولتے ہو چنانچہ انہوں نے ان کی عربی صحیح کرنے کیلئے ان کو ایک کمرہ میں بند کیا اور کچھ معلمین کو وہاں رکھا اور کہا تم یہاں سے نہیں نکلو گے جب تک تمہاری عربی ٹھیک نہ ہو جائے۔ چھ مہینہ باہر نہ نکلے جب خطبہ دینا چاہا تو پہلے سے بھی خراب ہوا۔ان کے چہرے پر چھدری کا اثر تھا وہ ایک خوبصورت جوان تھا۔انہوں نے ۱۵ جمادی الآخر ۹۵ ہجری میں وفات پائی جس وقت ان کی عمر ۴۹ سال تھی ،ان کی نماز جنازہ ان کے بھائی سلیمان نے دیر مروان میں

پڑھی پھر جنازہ کو باب صغیر لے گئے۔حجاج بن یوسف ان کے دور میں مرا۔

ان کے باپ عبدالملک کے دور میں ان کی ولی عہدی کیلئے بیعت لی گئی پھر عبدالملک کی تدفین کے بعد ۱۵ شوال ۸۶ ہجری کو باقاعدہ خلیفہ بننے کے ایک مہینہ کے بعد جامعہ مسجد دمشق کی بنیاد رکھی ،اس مسجد کی تعمیر میں دس سال گزارے ، یہ مسجد نصاریٰ کا کلیسا تھی ، جب دمشق فتح ہوا تو مسلمین نے اس کے نصف کو طاقت سے لیا اور نصف خود تسلیم ہوا ، جو حصہ جنگ سے فتح کیا تھا ،اس حصہ میں مسجد بنائی گئی اور دوسرا حصہ اسی حالت میں رہا ،ولید نے باقی حصہ بھی لینے کی کوشش کی کہ اس جگہ کے بدلے میں کسی دوسری جگہ کلیسا مریم بنا دیا جائے ،ولید نے بیت المقدس کا پتھر بھی رکھا ،ولید کے کارناموں میں مسجد رسولﷺ کی توسیع بھی ہے ،اس نے جزام زدہ مریضوں کے لئے رواتب معین کیا ،اس نے ان سے کہا لوگوں سے سوال مت کرو ،ان مریضوں کیلئے دمشق کے شمال مشرق میں بیس کلومیٹر کے فاصلہ پر جہاں سے مرج عذراء شروع ہوتا ہے ،وہاں ایک ہسپتال بنایا ،اس کا نام مشفع ولید رکھا۔ہر زمین گیر کو ایک خادم دیا ،ہر نابینا کو ایک قائد دیا' قرآن پڑھنے والوں کو جائزہ دیتا اور انہیں محترم رکھتا ،ان کے قرضے اتارتا تھا۔ولید کے دور میں مشرق و مغرب میں بہت سی فتوحات ہوئیں ،وہ ہر جگہ لشکر بھیجتا تھا۔خلافت ملنے کے ایک مہینہ گزرنے کے بعد اس نے جامع مسجد دمشق کی بنیاد رکھی ،اس کی تعمیرات میں اس کا پورا خلافت کا دور گزر گیا تقریباً ۱۰ سال اس کی تعمیرات پر لگے۔

۹۱ ھ کو ولید حج پر گئے جب مدینہ سے قریب پہنچے تو عمر بن عبدالعزیز کو حکم کیا کہ اشراف مدینہ کو حکم دیں وہ ان سے ملاقات کریں ۔اس نے ان کی خوشامد کی ،ان کے ساتھ نیک سلوک کیا ،مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو مسجد نبوی کو ان کیلئے خالی کیا ،اس میں سوائے سعید بن مسیّب کے کوئی نہیں رہا لیکن انھیں نہیں نکال سکا۔

ان کے جسم پر ایک ایسا لباس تھا جو ۵ درہم کی قیمت کا نہیں تھا ،ان سے کہا مسجد سے باہر نکلو امیر المومنین آنے والے ہیں ،انہوں نے کہا میں نہیں نکلوں گا ،ولید مسجد میں داخل ہوا ،مسجد کے اطراف میں گئے ،جگہ جگہ نمازیں پڑھیں ، ہر جگہ اس نے دعا کی عمر بن عبدالعزیز نے ان کو اس جگہ سے دور رکھا جہاں سعید بن مسیّب نماز پڑھ رہے تھے کہ کہیں انکی نظر ان پر نہ پڑے لیکن ان کی توجہ ان کی طرف پڑھی۔اس نے پوچھا یہ کون ہے پھر کہا یہی سعید بن مسیّب تو نہیں ،اس نے مجھے سلام نہیں کیا ، مجھے پتہ چلا ہے اس کے دل میں ہمارے لئے بغض ہے ،عمر بن عبدالعزیز نے کہا یہ ضعیف البصیر آنکھوں سے محروم ہیں حالانکہ میں نے آپ سے معذرت کیلئے کہا تھا ،ولید نے کہا ہم سزاوار ہیں

اس کے پاس جائیں چنانچہ یہ اس کے پاس پہنچے اور سلام کیا، وہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھے پھر ولید نے سعید سے سوال کیا یا شیخ آپ کیسے ہیں، کہا نیک آپ کیسے ہیں یا امیر المومنین تو ولید نے کہا خیر سے ہیں، الحمد اللہ، اسکے بعد یہ وہاں سے چلے گئے۔ ولید نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا یہ فقیہ الناس ہیں، انہوں نے کہا ہاں یا امیر المومنین، یزید بن مفضل عبدالملک اور فرزندان مھلب بن ابی صفرۃ زندان سے فرار ہوئے اور سلیمان بن عبدالملک سے ملے، انہوں نے انھیں حجاج سے پناہ دی۔ ولید نے جمادی الآخر ۹۶ھ میں وفات پائی، ان کے بعد ان کے بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوئے جو کہ رملہ میں ولید کی طرف سے گورنر مقرر ہوئے تھے، ولید نے چاہا اپنے بیٹے عبدالعزیز کیلئے بیعت لے لیں اور سلیمان کو عھدے سے مخلوع کرے لیکن اس نے اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے وفات پائی۔ اس چیز میں ان کے ساتھ قتیبہ بن مسلم باھلی نے ان کا ساتھ دیا لیکن عمر بن عبدالعزیز نے ان کی مخالفت کی تھی، انہوں نے اس سے کہا سلیمان کیلئے ہماری گردنوں پر بیعت ہے۔ ولید بن عبدعبدالملک نے جب ۹۶ھ میں وفات پائی تو اس وقت اس کی عمر ۴۸ سال تھی، اس کی حکومت ۹ سال ۸ مہینے تک رہی، اسے دمشق میں دفن کیا گیا۔

سلیمان بن عبدالملک:[تاریخ اسلامی محمود شاکر ج ۴ ص ۲۱۰]

سلیمان بن عبدالملک ۵۴ ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوا، شام میں نشو ونما پائی ان کی دیہاتوں اور گاؤں میں کثرت سے رفت و آمد رہی۔ سلیمان بن عبدالملک اپنے بھائی ولید کی وفات کے بعد خلیفہ منتخب ہوا، ولید کے مرتے وقت یہ رملہ میں تھا تین دن کے بعد اس کے لئے بیعت لی گئی، اس کا چہرہ سرخ اور کشادہ و خوبصورت تھا انگوٹھی پر ''آمنت باللہ وحدہ'' لکھا ہوا تھا، کہا جاتا ہے کہ یہ بنی امیہ کے اچھے خلفاء میں سے تھا وہ جنگجو اور عدل وانصاف کا خواہاں تھا 'عمر بن عبدالعزیز' اس کے وزیر تھے، ان کی صفت میں ابن سیرین نے کہا ہے اللہ ان پر رحم کرے احیاء نماز سے خلافت کا آغاز کیا اور عمر بن عبدالعزیز کو ولی عہد بنا کر اپنی خلافت کا اختتام کیا، جامع مسجد کو مکمل کیا، روم سے جنگ لڑی، وہ حکومتی محل چھوڑ کر اپنے گھر میں قیام کرتا تھا، اسے اپنی جوانی اور خوبصورتی پر بہت ناز تھا۔ پہلے بنی امیہ سے اور پھر عام لوگوں سے ان کے لیے بیعت لی گئی، پھر وہاں سے وہ دمشق منتقل ہوئے۔ انہوں نے حجاج کے والیوں کو معزول کیا، وہ ہمیشہ عمر بن عبدالعزیز سے معاونت طلب کرتے تھے۔ بنی امیہ کے دور میں لوگ نماز تاخیر کے ساتھ

پڑھنے لگے، اس پر انہوں نے بروقت اقامہ نماز کا حکم دیا۔ولید کے بعد دمشق کی مسجد کو مکمل کرنے میں بہت وقت گزارا ،وہ غناء سے نفرت کرتے تھے،انہوں نے ۹۷ ہجری میں اپنے دور خلافت میں حج کیا۔عبدالملک نے اپنی حیات میں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنایا اور ان دونوں سے عہد لیا تھا کہ اپنے بعد ابن عاتکہ یعنی یزید اور دوسرے بیٹے مروان کیلئے بیعت لیں گے۔مروان سلیمان سے پہلے مرا اور یزید غلط راستہ پر لگ گیا تو سلیمان نے اپنے بیٹے ایوب کیلئے بیعت لینی چاہی لیکن وہ بھی ان کی حیات میں مر گیا۔اس نے سوچا میں اپنے بیٹے داؤد کو ولی عہد بناؤں گا لیکن رجاء بن حیوا بن جدول کنیت ابونصر کندی جو عبدالملک کے مشیر تھے اور بعد میں ولید اور سلیمان کے بھی مشیر تھے وہ ان کے لیے نصیحت کنندہ تھے یہ اپنے دور میں اہل علم وفضل تھے،انہوں نے نصیحت کی کہ عمر بن عبدالعزیز کو ولی عہد بنائیں لیکن یہ داؤد کو بنانا چاہتے تھے ان کے مرض میں شدت آئی،دوسرا بیٹا ابھی نابالغ تھا تو رجاء نے ان سے کہا یا امیر المومنین مرنے سے پہلے کسی مرد صالح کو مسلمانوں کے لئے خلیفہ نامزد کریں تو سلیمان نے کہا میں دیکھوں گا،چند دن گزرنے کے بعد اس نے کہا داؤد کے بارے میں کیا خیال ہے تو رجاء نے کہا وہ یہاں سے دور ہے پتہ نہیں کہ آپ اس کی آمد تک زندہ رہیں گے یا نہیں۔سلیمان نے کہا پھر کس کو بنائیں تو اس نے کہا رائے آپ کی ہے،میں اس بارے میں تنہا اظہار نظر کروں گا،سلیمان نے کہا عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو رجاء نے کہا میں ان کو جانتا ہوں،وہ ایک نیک اور عالم و فاضل مسلمان ہیں اس کے علاوہ اللہ جانتا ہے،اگر آپ نے ان کو والی بنایا اور کسی اور کو نہیں بنایا تو ایک فتنہ ہوگا،لوگ ان کو چھوڑیں گے نہیں مگر ان میں سے کسی کو ان کے بعد والی بنادیں تو فتنہ رک جائے گا،یزید بن عبدالملک اس وقت حج کے لیے گیا تھا تو سلیمان نے کہا اس کو ان کے بعد بناؤں گا،آپ ان کو خاموش اور راضی کریں تو رجاء نے کہا ٹھیک ہے عہد نامہ لکھ لیا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ عبداللہ سلیمان امیر المومنین کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کے لئے ہے،میں نے آپ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا،پھر یزید بن عبدالملک کو لکھا کہ ان کی اطاعت کرو،ان کی بات سنو،اللہ سے ڈرو، اختلاف نہ کرو ورنہ آپ میں اختلاف پیدا ہوگا،مہر لگائی اور اس خط کو کعب بن حامد ابسی کو دے دیا جو پولیس کا سربراہ تھا،ان سے کہا تمام گھر والوں کو جمع کرو،کعب گئے،سب کو جمع کیا،ان کو خبر دی یہ کتاب ہے اور اس کتاب میں جس شخص کو میں نے اپنا جانشین بنایا ہے،اس کیلئے بیعت لے لو،رجاء نے حکم کی تعمیل کی۔لوگوں نے کہا ہم امیر المومنین کی

اطاعت میں داخل ہوتے ہیں، ان کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں۔ سلیمان نے ان سے کہا رجاء کے ہاتھوں میں میرا عہد نامہ ہے، اس کی بات سنو اور اطاعت کرو، یہ جس کا نام لے، اس کی بیعت کرو'' سب نے ایک ایک کرکے بیعت کی، پھر اس بند خط کو رجاء کے ہاتھوں دے دیا۔

ان کے دور میں بھی سکون رہا، شام اور حجاز میں امن رہا، مدینہ سے عثمان بن حیان کو ازل کیا اور ان کی جگہ ابا بکر بن محمد کو والی بنایا۔ مکہ میں خالد بن عبداللہ قسری کو ازل کرکے ان کی جگہ طلحہ بن داؤد کو بنایا۔ عراق میں یزید بن ابی مسلم کو عزل کیا، کوفہ اور بصرہ دونوں جگہوں پر یزید بن مہلب بن ابی سفرہ کو والی بنایا، اپنے بیٹے کو عمان بھیجا، خراسان میں قتیبہ بن مسلم رہے اور سندھ میں محمد بن قاسم تھے چونکہ وہ حجاج کے والی تھے، اس لیے ان کو ازل کیا۔ قسطنطنیہ پر شام سے زمینی حملہ کیا۔ جزیرہ موصل وغیرہ سے ان کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر تھا مصر سے افریقہ پر حملہ کیا، ان کے لشکر کی قیادت عمر بن جبیرہ اور ان کے بھائی مسلمہ بن عبدالملک اور اپنے بیٹے داؤد بن سلیمان کو دی انہوں نے قسم کھائی کہ قسطنطنیہ فتح کیے بغیر واپس نہیں آئیں گے یا وہیں مر جائیں گے، انھیں وہیں موت آئی، سلیمان بن عبدالملک کی وفات ۲ صفر ۹۹ ہجری میں ہوئی، ان کا جنازہ عمر بن عبدالعزیز نے پڑھایا۔

سلیمان بن عبدالملک بن مروان بنی امیہ کے نیک ملوک میں سے تھا، وہ ۹۶ ہجری میں اپنے باپ کی نامزد ولی عہدی سے برسر اقتدار آئے۔ ان کا گھر سقایہ جیرون میں واقع تھا، وہ فصیح و بلیغ' عدالت پسند' جنگجو تھے۔ وہ ۶۰ ہجری میں پیدا ہوئے وہ حسن و جمال کے مالک تھے۔ ان کے نیک کاموں میں حجاج کی طرف سے منسوب والیوں کا ازل کرنا اور عراق کے زندانوں میں محبوس افراد کو آزاد کرنا ہے، انہوں نے خود قدس میں قیام کا ارادہ کیا، ۹۷ ہجری میں قصد حج بیت اللہ کیا، جب انہوں نے حج کے موقع پر لوگوں کا ہجوم دیکھا تو عمر بن عبدالعزیز سے کہا کیا آپ نہیں دیکھتے یہ خلق عظیم جن کی تعداد کسی کو نہیں پتہ، اللہ کے علاوہ کون ان کو رزق دے سکتا ہے تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا آج یہ آپ کی رعیت ہیں کل آپ کے دشمن بنیں گے تو وہ رونے لگے، کہا میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں۔

کہتے ہیں سلیمان بہت کھاتے تھے، ان کے بیٹے نے نقل کیا ہے انہوں نے ایک دن چالیس مرغیوں کے کباب اور ستر انار کھائے۔ ایک دن وہ اپنے گھر قصر اخضر میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک سبز فرش بچھایا ہوا تھا، پھر اس نے آئینے میں دیکھا تو خود کو خوبصورت پایا اور کہا گویا کوئی پیغمبر ہے، حضرت ابو بکر صدیق ہیں عمر فاروق ہیں، حضرت

عثمان سخی ہیں، معاویہ حلیم ہے، یزید صابر ہے، عبدالملک سیاستدان تھا، ولید جبار تھا لیکن میں جوان بادشاہ ہوں یہ کہہ کر ایک مہینہ نہیں گزرا کہ اس نے وفات پائی، سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں سلیمان جب بادشاہ ہوئے تو وہ جوان تھے اور بہت اسراف کرتے تھے، اس نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا یا ابا حفص ہماری سلطنت کیسی ہے، اس کی تدبیر کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں، آپ مصلحت عامہ کیلئے جو بہتر سمجھتے ہو وہ لکھواور حکم دو، ہم اس سلطنت پر جب آئے ہیں تو کسی تدبیر وتمہید سے نہیں آئے ہیں، ان میں سرفہرست عمال اور کارندان حجاج تھے اور زندانوں میں موجود اسیر تھے، سلیمان، عمر بن عبدالعزیز کی بات سنتے تھے اور جو کچھ وہ کہتے تھے اس پر عمل کرتے تھے۔

موسیٰ بن عمر نصیر مغرب سے ان کے پاس آیا، مسلمہ بن عبدالملک ایسے حالات میں تھے کہ انھیں خبر ملی رومی لشکر ساحل حمس تک پہنچا ہے۔ سلیمان غصہ میں آیا کہا میں ان سے جنگ لڑوں گا اور قسطنطنیہ کو آزاد کراوں گا، اہل شام اور عراق سے ایک جماعت کو اٹھایا، ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر لے کر نکلے، اہل مصر اور افریقہ نے دریائی حملہ کیا، سب پر مسلمہ بن عبدالملک کو سربراہ بنایا، داؤد بن سلیمان کو گھر کا سربراہ بنایا' سلیمان خود سے دمشق آیا، مرج دابق پہنچا اور وہاں سے برج عبدالغنی نے کہا ہے سلیمان بن عبدالملک خیر کی چابی تھی، اس نے عمر بن عبدالعزیز کو اپنا جانشین بنایا، ابن سیرین نے کہا، اللہ سلیمان بن عبدالملک پر رحم کرے، انہوں نے خلافت کو خیر سے شروع کیا، خیر پر ختم کیا، احیاء صلاۃ بروقت نماز اور اختتام استخلاف عمر بن عبدالعزیز پر کیا۔

سلیمان بن عبدالملک کے ذاتی تصرفات:

دکتور حسن ابراہیم حسن لکھتے ہیں، سلیمان ولید کی بنسبت فصیح تھا جس پر اسے غرور تھا لیکن وہ کھانے ،خواہشات اور اسراف وتبذیر میں بہت آگے تھا یہاں تک کہ اس کے قصر خلافت میں فسادِ اخلاق پھیل گیا۔ ان کی تاسی کرتے ہوئے ان کے والی اور امراء نے بھی برے اخلاق کی طرف رجحان پیدا کرلیا تھا چنانچہ ایک دن اس نے سبز عمامہ کو سر پر رکھا اور آئینے میں خود کو دیکھ کر کہا کہ میں بادشاہ جوان ہوں تو ایک مغنیہ عورت نے اس کے جواب میں کہا ،یہ بات درست ہے اگر یہی حالت رہتی لیکن انسان کی کوئی بقاء نہیں، تمہارے اندر ایک عیب ہے اور یہ کہ تمہیں آخر میں فنا ہونا ہے۔

والیانِ عبدالملک وولید بن عبدالملک میں ردو بدل:- [تاریخ اسلامی حسن ابراہیم حسن ج ا ص ۲۶۴]

اسی طرح سلیمان نے قتیبہ بن مسلم باہلی کے ساتھ ایسا کیا جو سلیمان کو ولی عہدی سے ہٹانے کے حق میں تھے، اسی طرح موسیٰ بن نصیر جو ولید کے مرنے سے پہلے آئے اور اس کے پاس بہت سے اموال وغنائم تھے انہوں نے اس کو روکنے کیلئے کہا تھا، اس کے باوجود اس نے وہ ولید کو دیئے جس پر وہ ان سے ناراض ہوئے، وہ قائدین کو والی بناتے وقت ان کی لیاقت' اہلیت اور شخصیت کو نہیں دیکھتے تھے وہ اپنی خواہشات اور چاہت اور رقابت کی بنیاد پر ردو بدل کرتے تھے۔

سلیمان حجاج بن یوسف کا سخت مخالف تھا' اسی طرح قتیبہ بن مسلم' موسیٰ بن نصیر وغیرہ کو بھی ناپسند کرتا تھا کیونکہ ولید نے چاہا تھا کہ سلیمان کو ولی عہدی سے ہٹا کر اپنے بیٹے عبدالعزیز کو والی بنائے جس کے یہ لوگ حامی تھے لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکے اور سلیمان ولید کے چاہے بغیر اقتدار پر آ گیا لہٰذا اس کے دل میں جو بغض وعناد و کینہ والیانِ ولید کے لئے تھا، اس کی وجہ سے اس نے انھیں ہٹایا۔ کہتے ہیں حجاج اس وجہ سے ڈرتا تھا کہ ولید کی حیات کے بعد اگر رہے گا تو وہ سلیمان کے ہاتھ میں مر جائے گا، چنانچہ وہ خواہش رکھتا تھا کہ ولید کی حیات میں ہی مرے ،سلیمان جب اقتدار پر آئے تو پہلی بار انہوں نے سندھ سے یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو سندھ میں معین کیا اور وہاں سے حجاج کی طرف سے منصوب محمد بن قاسم جو کہ حجاج کی بہن کا بیٹا تھا، اس کو قید و بند کر کے عراق میں لایا جب کہ اہل سندھ کے نزدیک یہ شخص ان کا محبوب تھا، اس کی سیرت وسلوک ان کے ساتھ اچھا تھا، جب محمد بن قاسم نے سندھ چھوڑا تو لوگ ان کے لیے رونے لگے۔ جب محمد عراق پہنچے تو واصل میں انھیں جیل میں ڈالا پھر صالح بن عبدالرحمٰن نے انھیں اذیت دی اور قتل کیا، یہ سب خلیفہ کے ذاتی حقد وکینہ کی وجہ سے تھا۔

سلیمان بن عبدالملک اور ابو حازم:- [وفیات اعلام ج ۲ ص ۴۲۲]

عقد فرید ج ۳ ص ۱۶۳ سے نقل کرتے ہیں سلیمان ۹۷ ہجری کو حج پر جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے تو اس نے پوچھا آیا یہاں کوئی ہے جو ہمیں اللہ کی یاد دلائے اور دین کی طرف متوجہ کرے تو کسی نے کہا ابو حازم ہے۔ اس نے ان کی طرف کسی کو بلانے کے لیے بھیجا جب ابو حازم داخل ہوئے تو سلیمان نے کہا ہمارے ساتھ یہ زیادتی کیوں

تو ابو حازم نے کہا یا امیر المومنین اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی ایسی بات خلاف حقیقت بولوں، نہ آپ مجھے جانتے ہیں اور نہ میں نے آپ کو دیکھا ہے۔سلیمان نے محمد بن شہاب کی طرف رجوع کیا، کہا کیا شیخ سچ کہتا ہے کہ میں نے خطاء کی ہے سلیمان نے کہا اے ابا حازم ہم کیوں موت سے کراہت کرتے ہیں تو ابا حازم نے کہا یا امیر المومنین اس لیے کہ آپ نے اپنی آخرت کو برباد اور دنیا کو آباد کیا ہے لہٰذا کوئی بھی شخص آباد گھر سے ویران گھر کی طرف جانا پسند نہیں کرتا۔سلیمان نے کہا اے ابا حازم !تم نے سچ بولا۔

سلیمان نے سوال کیا کیسے اللہ کی طرف قیامت کے دن حاضر ہونگے ؟تو ابا حازم نے کہا اگر انسان محسن ہے تو گویا وہ اپنے گھر میں داخل ہوا ہے اگر گنہگار ہے تو اس فراری بندے کی مانند ہے جو پلٹ کر اپنے مولیٰ کے پاس پہنچا ہے۔سلیمان رویا اور کہنے لگا کاش میں نہ ہوتا تو ابا حازم نے کہا یا امیر المومنین اپنے عمل کو کتاب اللہ کے سامنے رکھو تو سلیمان نے پوچھا آپ مجھے کتاب اللہ میں کہاں پاتے ہو حازم نے کہا ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوا فَاَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ﴾ ”اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقوی کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، مگر انہوں نے تو جھٹلایا، لہٰذا ہم نے اس بری کمائی کے حساب میں انہیں پکڑ لیا جو وہ سمیٹ رہے تھے“(اعراف ۹۶)سلیمان نے کہا اے ابا حازم اللہ کے کون سے بندے افضل ہیں تو ابا حازم نے کہا صاحبان مروت وتقوی۔سلیمان نے سوال کیا کونسا عمل افضل ہے تو ابا حازم نے کہا محارم سے اجتناب کر کے فرائض کو انجام دینا۔پھر سلیمان نے پوچھا کونسی دعا بہتر ہے اور قابل استجابت ہے یا مقبول عند اللہ ہے تو ابا حازم نے جواب دیا محسن کا محسن کے لئے دعا کرنا۔

سلیمان نے سوال کیا کونسا صدقہ بہتر اور برکت آور ہے تو جواب دیا اس سائل فقیر کو صدقہ دینا جو اپنے فقر کو ازالہ کرنے میں کوشاں ہے لیکن اس میں نہ منت ہو نہ اذیت سوال، کہا کونسا قول عدالت سے قریب ہے تو جواب میں کہا حق کی بات جہاں کہنے سے ڈر ہو یا کسی ظالم و جابر کے سامنے قول حق کہنا پھر پوچھا کونسا انسان احمق ہے تو جواب میں کہا وہ انسان جو اپنے بھائی کی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے خود پر ظلم کرتا ہے اور اپنی آخرت کو اس کی دنیا کیلئے فروخت کرتا ہے۔سلیمان نے کہا جہاں ہم ہیں وہ کیا ہے، اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ابا حازم نے کہا

اس سوال کے جواب میں مجھے معاف کریں، یہ سوال ہم سے نہ کریں، سلیمان نے کہا نہیں آپ کو مجھے جواب دینا ہوگا آپ مجھے نصیحت کر رہے ہیں تو ابا حازم نے کہا آپ کے آباء نے لوگوں کو تلوار سے مغلوب کیا ہے، سلطنت پر مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر قابض ہوئے ہیں، وہ آپ سے راضی نہیں کیونکہ ان پر قتل وخون ریزی ہوئی ہے قتل ہونے والے چلے گئے ہیں اگر آپ ان کے بارے میں جو باتیں ہوئی ہیں، وہ سن لیتے تو اس کے بعد سلیمان غش کھا گیا، ایک ساتھی نے کہا ابا حازم آپ نے کتنی بری بات کی تو کہا اے دشمن اللہ تو نے جھوٹ بولا، اللہ نے علماء سے وعدہ لیا ہے کہ وہ حقیقت کو لوگوں کیلئے بیان کریں گے، چھپا کر نہیں رکھیں گے۔ سلیمان ہوش میں آیا کہا ابا حازم ہم لوگوں کی اصلاح کیسے کریں؟ کہا ظلم کو چھوڑو، مروت کو شعار بناؤ عادلانہ تقسیم کرو، سلیمان نے کہا، اس سے نکلیں کیسے، کہا مال کو حلال جگہ اور حلال طریقے سے حاصل کریں اور حلال جگہ پر حقدار کے ہاں پہنچائیں، سلیمان نے کہا کیا آپ ہمارے ساتھ چلیں گے، ہم آپ سے استفادہ کریں گے آپ ہم سے کریں تو ابا حازم نے کہا اللہ سے پناہ مانگتا ہوں، امیر المومنین نے کہا کیوں، کہا ڈرتا ہوں کہیں میں خود آپ لوگوں سے وابستہ نہ ہو جاؤں، آپ کے ساتھ رہوں گا تو مجھے دنیا و آخرت دونوں میں عذاب الٰہی کا مزہ چکھنا ہوگا، کہا ابا حازم اپنی کوئی حاجت ہو تو بتاؤ، کہا مجھے جہنم سے نجات دلائیں اور جنت میں داخل کرائیں تو کہا یہ تو میرے ہاتھ میں نہیں تو کہا ایسا نہیں تو میرے لئے کوئی حاجت نہیں، کہا ایسا نہیں تو میرے لئے اللہ کی درگاہ میں دعا کریں حازم نے دعا کی، اے اللہ اگر سلیمان تیرا دوست دار ہے تو اسے خیر دنیا و آخرت سے نواز، اگر تیرا دشمن ہے تو اس کی ناصیہ پکڑ لے اور اس کو جہاں لے جانا ہے لے جا۔ سلیمان نے کہا مجھے مزید نصیحت کریں، کہا بس میں نے مختصر بھی بولا ہے اور تفصیل سے بھی، اگر آپ اہل ہیں تو آپ کے لیے کافی ہے، اگر اہل نہیں تو مجھے وہ کمان استعمال نہیں کرنا ہے جس میں تیر نہ ہو اور جہاں کوئی ہدف نہ ہو۔ کہا مجھے وصیت کریں، کہا مختصر وصیت یہ ہے کہ اللہ کو بڑا سمجھو، اس کو پاک اور عظیم سمجھو، جہاں اس نے منع کیا ہے وہاں آپ نہ ہوں، جہاں آپ کو حکم دیا ہے آپ صرف وہاں ہوں، جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس سے پرہیز کریں، پھر سلمان یہ سن کر چلا گیا اور ان کو ۱۰۰ دینار بھیجے اور ان کو لکھا ان کو خرچ کریں، میں دوبارہ آپ کو بھیجوں گا تو ابا حازم نے یہ دینار ان کو واپس کر دیئے اور اس کے ساتھ لکھ کر بھیجا یا امیر المومنین اللہ سے پناہ مانگتا ہوں، آپ مجھ سے بے ہودہ سوال نہ کریں کہ میں آپ کو غلط طریقہ سے رد کروں، میں دوسروں کا آپ سے عطیات لینا پسند نہیں کرتا تو کیسے میں خود آپ سے وصول کروں، اگر یہ ایک سو

دینار آپ سے گفتگو کے عوض میں ہیں تو یہ مردار ہے لحم خنزیر ہے جو صرف حالت اضطرار میں حلال ہے اگر بیت المال سے یہ میرا حق بنتا ہے تو مجھے اس کے بارے میں سوچنا ہے کہ میرا وہاں حق ہے یا نہیں، اگر ہے تو کتنا ہے یا اگر آپ نے سب میں برابر تقسیم کیا ہے تو مجھے اس میں حاجت نہیں تو ان کے ساتھیوں نے سلیمان سے کہا یا امیر المومنین کیا آپ پسند کریں گے کہ آپ کی رعیت سب اس جیسے ہوں تو سلیمان نے کہا واللہ! ایسا نہیں چاہوں گا۔

پھر ایک دفعہ ابو حازم نے سلیمان سے کہا یا امیر المومنین بنی اسرائیل جب تک رشد و ہدایت پر تھے امراء علماء کے پاس آتے تھے اور وہ علماء سے کچھ سیکھتے تھے اور جب علماء نے ریا کاری شروع کی تو انہوں نے اس مقام کے لیے بدتر لوگوں سے علم سیکھا اور پھر وہ دنیا طلب کرنے کے لیے علم کو لے کر امراء کے دروازے پر آئے تو اغنیاء علماء سے دوبارہ بے نیاز ہوگئے، اس طرح دونوں نابود و ہلاک ہوگئے اللہ کی نظروں سے گر گئے ۔ اگر علماء امراء کے پاس موجود مال سے زہد اپناتے تو امراء ان کی طرف رغبت کرتے لیکن علماء نے امراء کے مال سے رغبت دکھائی تو امراء ان سے بے نیاز ہوگئے اور علماء ان کی نظر میں ذلیل ہوگئے ۔ تو زہری نے کہا آپ کا مقصد ہم ہیں تو ابو حازم نے کہا، نہیں، میرا مقصد آپ نہیں، جو میں دیکھتا ہوں وہی بولتا ہوں ۔ سلیمان نے زہری سے کہا آپ ان کو جانتے ہیں تو کہا یا امیر المومنین یہ تیس سال سے ہمارے ہمسایہ ہیں، میں نے ان سے بات نہیں کی، ابو حازم نے کہا واللہ اگر میں اللہ سے محبت کرتا تو وہ مجھے پہچانتا، میں نے اللہ سے محبت نہیں کی تو اس نے مجھے فراموش کیا، زہری نے کہا ابو حازم مجھے کیوں برا کہتے ہو، کہا نہیں تم نے اپنے نفس سے شماتت کی ہے آپ کو نہیں پتہ کہ ہمسائے کا حق ہوتا ہے۔

سلیمان ایک دن طاؤس یمانی کے پاس آیا، ابو حازم نے ان کی طرف نہیں دیکھا تو کسی نے اس کو متوجہ کرایا کہ سلیمان آیا ہے تو سلیمان نے کہا میں اس لئے آیا ہوں کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ جن کی نظریں مال و دولت اور اقتدار کی طرف نہیں ہوتی ہیں ۔ سلیمان نے عمر بن عبد العزیز سے کسی مسئلہ پر مشورہ کیا اور ان سے سوال کیا کہ آیا کوئی جاسوس ہے جو ہمارے خلاف مخبری کر رہا ہے تو عمر نے کہا، ہاں ایک ایسی آنکھ ہے جو تیز بینی کی محتاج نہیں' ایک ایسا کان ہے جو نافذ ہے اس کو سنانے کی ضرورت نہیں (یعنی اللہ)۔

ایک دفعہ سلیمان کے والی نے کسی شخص پر ظلم کیا تو اس بندے نے کہا یا امیر المومنین میں آپ کو قیامت سے ڈراتا ہوں، یوم اذان سے ڈراتا ہوں تو سلیمان نے اس سے کہا یوم اذان کیا ہوتا ہے تو اس نے سورہ اعراف ۴۴ کو

پڑھا۔سلیمان بن عبدالملک خالد قسری سے ناراض ہوا، اس کو سامنے حاضر کیا تو اس نے کہا امیرالمومنین قدرت انسان کی یاداشات کو بھلا دیتی ہے، ذہن سے نکال دیتی ہے، آپ عقاب سے بلند ہیں، اگر معاف کریں تو آپ اس کے اہل ہیں، اگر عقاب کریں تو میں اس کا اہل ہوں تو اس نے عفو کیا۔سلیمان جب خلیفہ بنا تو یزید بن راشد حلیہ بدل کر اس کے پاس حاضر ہوا، سلیمان نے نذر مانی تھی کہ اگر وہ میرے پاس آجائے تو میں اس کی زبان کو کاٹوں گا کیونکہ اس نے ولید کو مشورہ دیا تھا کہ سلیمان کو خلع کریں اور عبدالعزیز کے لئے بیعت لے لیں غرض اس نے کہا امیرالمومنین آپ میرے لئے مثل ایوب بنے جنھوں نے بیماری میں صبر کیا' دولت ملی تو شکر کیا، قدرت ملی تو مغفرت سے کام لیا' سلیمان نے اس سے کہا تم کون ہو تو اس نے جواب دیا میں یزید بن راشد ہوں تو سلیمان نے اس کو معاف کیا ۔سلیمان نے یزید بن ابی مسلم حجاج کے کاتب کو بلایا۔وہ آیا تو اسے قید و بند میں مبتلا کیا۔سلیمان نے کہا اللہ اس مرد پر لعن کرے جس نے تم کو اٹھایا ہے اور تم سے کام لیا ہے اور تمھیں منصب دیا ہے۔آپ نے مجھے دیکھا جس وقت اقتدار نے ہم سے پشت پھیری اور آپ کی طرف رخ کیا ہے، اگر آپ مجھے اسوقت دیکھتے جب اقبال میری طرف آرہا تھا تو آپ مجھے بڑا سمجھتے اس وقت جس کو میں نے چھوٹا اور حقیر سمجھا، آپ اس کو بڑا سمجھتے ہیں سلیمان نے کہا تم نے سچ بولا، اس سے کہا بیٹھو جب وہ بیٹھا تو کہا میں نے تمہارے بارے میں عزم کیا ہے کہ تم مجھے حجاج کے بارے میں خبر دے دو اور کہا میں دیکھتا ہوں وہ جہنم میں گر گیا ہے تو اس نے کہا یا امیرالمومنین ایسا نہ کہو، انہوں نے آپ کو نصیحت کا مشورہ دیا، اپنا خون بہایا، آپ کو ولی بنایا، دشمن کو آپ کے بارے میں ڈرایا، وہ قیامت کے دن آپ کے باپ کے دائیں اور بائیں طرف ہوگا، سلیمان نے کہا یہاں سے نکل جاؤ، تم پر اللہ کی لعنت ہو۔

ایک اعرابی اور سلیمان بن عبدالملک:

ایک اعرابی نے سلیمان بن عبدالملک سے کہا اے امیرالمومنین میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں، آپ مجھ سے بات کریں گے۔مجھے سنیں، اس کے بعد آپ کی مرضی ہے قبول کریں یا نہ کریں۔سلیمان نے کہا بولو کیا بات ہے، ہم برداشت کے تحت ان لوگوں پر جود وسخا کرتے ہیں جن کی غیبت سے ہم محفوظ نہیں ہیں اور ان کی نصیحت کی ہم امید نہیں کرتے ، جتنا برداشت ہوسکتا ہے اتنا ہم کریں گے، تم اجنبی ہو، مامون و محفوظ ہو، کھل کر اپنی بات کہو۔اعرابی

نے کہا میں ابھی ادائے حق اللہ کے لیے زبان کھولوں گا کیونکہ اس کے بارے میں باقی زبانیں گونگی ہوگئی ہیں' آپ کے گرد ایسے افراد ہیں جن کا کردار صحیح نہیں ہے، وہ بدکردار ہیں، انھوں نے دنیا کو دین دے کر خریدا ہے، غضب الٰہی کے مستحق ہو کر آپ کی خوشنودی خریدی ہے۔ وہ آپ سے ڈرے نہیں اللہ کے بارے میں لیکن وہ اللہ سے نہیں ڈرے آپ کے بارے میں۔ وہ آخرت کے لئے جنگ لڑتے ہیں اور دنیا کے سامنے تسلیم ہوتے ہیں۔ جس چیز کا اللہ نے آپ کو امین بنایا ہے اس میں ان کو امین نہیں بنایا، وہ امانت ادا کرنے والے نہیں ہیں، وہ یہ امانت کو ضائع کرنے والے ہیں۔ امت ان سے خوفزدہ، مقہور و مطلوب ہے، جو بھی جرم یہ لوگ کریں گے، آپ اس کے مسئول ہیں لیکن جو جرم آپ کریں گے اس کے یہ لوگ مسئول نہیں ہیں، جہاں آپ کی آخرت برباد ہو، وہاں ان کی معاونت نہ کریں، اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ خسارہ میں وہ ہے جس نے اپنی آخرت کو کسی اور کی دنیا کے لئے فروخت کر دیا ہو تو سلیمان نے کہا اے اعرابی تم نے اپنی زبان کھولی ہے یا یہ تمہاری تلوار ہے جو تم نے نیام سے نکالی ہے، اعرابی نے کہا میں نے زبان کھولی ہے، آپ کی خاطر نہ کہ آپ کے خلاف۔ کسی نے کہا امیر المومنین سے کوئی حاجت طلب کرو، کہا میں کوئی حاجت لے کر نہیں آیا ہوں سوائے اس کے جو عام رعایا کی ہے۔

سلیمان اور دشمنی با علی:- [وفیات الاعیان ج ۲ ص ۴۲۵]

کہتے ہیں ہم سلیمان بن عبد الملک کی مجلس میں بیٹھے تھے، ایک شخص وہاں آیا جس کے لباس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ بہت متکبر انسان ہے وہاں علی بن حدیر بھی حاضر تھے' کہا یہ کوفی معلوم ہوتا ہے اور اسکی اصل ہمدان ہے، پھر کہا اس شخص کو یہاں لاؤ، جب لایا گیا تو پوچھا تم کون ہو، وہ بولا مجھے چھوڑ دو، سانس لینے دو، تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد پھر پوچھا کون ہو، اُس نے کہا اہل عراق سے ہوں، پوچھا عراق میں کہاں سے ہو تو اس نے کہا کوفہ سے پھر سوال کیا وہاں کہاں سے ہو تو جواب میں کہا ہمدان سے۔ ان کا تعجب بڑھ گیا پوچھا حضرت ابوبکر کے بارے میں کیا کہتے ہو، تو اس نے کہا میں نے ان کو نہیں دیکھا اور نہ انھوں نے میرے دور کو دیکھا ہے، لوگ ان کے بارے میں اچھی بات بھی کرتے ہیں شاید اچھے ہونگے۔ کہا حضرت عمر کے بارے میں کیا کہتے ہو، اس نے دوبارہ یہی جواب دیا، پھر عثمان کے بارے میں سوال کیا تو اس نے یہی جواب دیا اور کہا کچھ لوگ ان کے بارے میں بری بات بھی کرتے ہیں،

جسارت بھی کرتے ہیں، اللہ جانتا ہے، جب علی کے بارے میں پوچھا تو اس نے یہی جواب دیا پھر سلیمان نے اس سے کہا علی پر سبّ کرو تو اس نے کہا نہیں کروں گا۔ سلیمان نے کہا تمہیں علی کو سبّ کرنا ہوگا ورنہ تمہاری گردن اڑا دیں گے اُس نے پھر ایسا کرنے سے انکار کیا، حکم دیا اس کی گردن اڑا دو، ایک آدمی جس کے ہاتھ میں تلوار تھی، وہ اٹھا اور للکار کر کہا علی پر سبّ کرو ورنہ مار دیں گے، اس نے انکار کیا اور پھر فریاد کی اے سلیمان مجھے خود سے نزدیک کریں، سلیمان نے اسے اپنے پاس بلایا تو پوچھا، آیا آپ اس پر راضی نہیں جس پر آپ سے بہتر انسان راضی تھے ان کے بارے میں جو مجھ سے بہتر تھے اس انسان کے بارے میں جو حضرت علی سے بدتر تھے، پوچھا وہ کون ہے حضرت علی نے عیسیٰ کے بارے میں کہا ہے وہ مجھ سے بہتر ہیں جہاں بنی اسرائیل کے بارے میں کہا وہ شر تھے، اللہ سے حضرت عیسیٰ نے کہا اگر تو ان کو عذاب دے گا تو وہ تیرے بندے ہیں اگر بخش دے گا تو تو عزیز و حکیم ہے مائدہ ۱۱۸ کہتے ہیں سلیمان کے چہرے سے غصہ اتر رہا تھا، اس نے کہا اسے چھوڑ دو پھر کہنے لگا ان جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو ہزار انسانوں سے بہتر ہو، جب اس کے متعلق تحقیق کی تو پتہ چلا وہ طلحہ بن مترف تھا۔

سلیمان نے عدی بن رقہ سے کہا تم نے شراب کے بارے میں جو شعر پڑھا ہے، وہ مجھے سناؤ تو اس نے وہ شعر سنایا پھر سلیمان نے کہا رب کعبہ کی قسم! میں نے اسے پیا ہے تو عدی نے کہا یا امیر المومنین مجھے جب اس شراب کی تعریف میں شک ہوتا ہے تو اُس وقت مجھے آپ کی شراب کے بارے میں معرفت میں شک ہوتا ہے تو وہ ہنس پڑے۔ سلیمان طاعون سے بچنے کیلئے جانے لگا تو کسی نے کہا اللہ فرماتا ہے فرار سے تمہیں فائدہ نہیں ہوگا اگر قتل سے فرار ہوں اور اگر بچ بھی جائیں تو یہ کچھ عرصہ کیلئے ہوتا ہے ﴿ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴾ ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان سے کہو، اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہارے لیے کچھ بھی نفع بخش نہ ہوگا۔ اس کے بعد زندگی کے مزے لوٹنے کا تھوڑا ہی موقع تمہیں مل سکے گا'' (احزاب ۱۶) کہا یہ بہت قلیل ہے لیکن مجھے پسند ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کے ایک بیٹے اور سلیمان کے بیٹے کے درمیان گفتگو میں اختلاف ہوا تو ابن عمر نے عمر بن عبدالعزیز کی تعریف شروع کی تو ابن سلیمان نے کہا اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اس سے اکثر یا اس سے کم کو بیان کروں گا پھر کہا تمہارا باپ میرے باپ کی نیکیوں کا ایک حصہ ہے کیونکہ سلیمان نے ہی ان کو ولی عہد بنایا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز بن مروان:

عمر بن عبدالعزیز فرزند مروان الحکم آپ کی ماں دختر ''عاصم بن حضرت عمر بن خطاب '' ہے۔۶۳ ہجری کو ''حلوان'' مصر میں پیدا ہوئے جہاں ان کے والد امیر تھے نحیف جسم، حسین وجمیل اور صاحب ہیبت تھے نقش خاتم ''عمر یؤمن باللہ مخلصاً'' تھا۔خاندان بنی امیہ میں سب سے زیادہ عاقل، خوش سلوک اور خوش اخلاق تھے۔آپ سلیمان بن عبدالملک کے بعد ان کی وصیت کے مطابق خلیفہ منتخب ہوئے۔سلیمان بن عبدالملک نے اپنی موت سے پہلے اپنے مشیر ''رجاء بن حیوۃ'' سے اپنے بعد خلافت کے لئے پوچھا تو انہوں نے آپکا نام پیش کیا، اس پر انھوں نے کہا بھائیوں سے ڈرتا ہوں، رجاء نے کہا ایک کاغذ پر وصیت نامہ لکھیں اور مضمونِ وصیت پر لوگوں سے بیعت لے لیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور بیعت تمام ہونے کے بعد ان کا نام لیا۔

آپ نے سیرت خلفائے راشدین کو دوبارہ زندہ کیا، خلیفہ منتخب ہونے کے بعد دارالخلافہ میں اس لئے نہیں گئے کیوں کہ وہاں سلیمان بن عبدالملک کے اہل خانہ موجود تھے تا کہ ان کے لئے مزاحم نہ ہو۔بعض جگہوں پر خوارج نے خروج کیا تو اپنے والی کو لکھا انھیں اپنے حال پر چھوڑیں پھر ان سے گفتگو کی تو صلح ہوئی، دور دراز علاقوں میں فقراء ومساکین کے لئے مسکن بنائے، بہت سے قرضے معاف کئے، لوگوں سے لیا ہوا مال ودولت انھیں واپس کیا، تمام مظالم کو رد کرنے کا حکم دیا، اس کا آغاز اپنی ذات سے کیا، جو کچھ اپنے پاس جمع تھا وہ سارے کا سارا بیت المال مسلمین میں جمع کرایا، اس پر آپ کے وزیر نے کہا کہ اپنی اولاد کیلئے کچھ نہیں رکھیں گے، کہا ان کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔

حکومت بنی امیہ، عیش وطرب مترفین کی فضاء میں مستغرق تھی۔حریر ودے باج میں ملبوس جوانان اللہ، دین وشریعت اور آخرت سے غافل تھے۔اس وقت ان کے بیچ میں پیدا ہونے والے مروان بن حکم کے پوتے بیت ملوکیت میں پیدا اور پرورش پانے والے عمر ابن عبدالعزیز خلیفہ دوم حضرت عمر ابن خطاب کے نواسے اپنے چچا ولید بن عبدالملک کے دور میں والی مدینہ تھے آپ نے اپنے بنی اعمام کے برادران کے درمیان پرورش پائی لیکن آپکا اندر سالم تھا، اعتراف بہ حق، تواضع اور عفت ان میں نمایاں نظر آتی تھی۔رعیت خاندان بنی امیہ اور خود عمر ابن عبدالعزیز کے دماغ میں کبھی خلیفہ بننے کی خواہش کے پرندے نے گھونسلا نہیں بنایا تھا لیکن غیر متوقع طور پر سلیمان بن عبدالملک جو

خلیفہ تھے،انہوں نے اپنے ایک بیٹے ایوب بن سلیمان بن عبد الملک کو اپنے بعد ولی عہد بنایا تھا لیکن وہ اس کی حیات میں وفات پا گیا باقی اولاد چھوٹی تھی ۔سلیمان نے اپنے قائد لشکر رجاء بن حیوہ سے کہا میرے بچوں کو خلعت خلافت اور خلعت قیادت پہنا کر میرے سامنے لاؤ جب انھیں سامنے لایا تو وہ لباس ان کیلئے بڑا تھا اور وہ تلوار بھی نہیں اٹھا سکتے تھے چنانچہ جب خلافت کے لیے اسے اپنی اولاد میں کوئی نظر نہیں آیا تو اس کے دل میں اپنا جانشین عمر ابن عبد العزیز کو بنانے کی سوچ در آئی اس نے قائد لشکر رجاء سے مشورہ کیا اور عمر ابن عبد العزیز کو خلافت کے لیے پیش کیا ۔تاریخ خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس میں کوئی وزیر و مشیر ایسا نہیں ملتا جس نے اسلام اور ملت کی خاطر اپنے خلیفہ کو ایسا مشورہ دیا ہو۔

خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلے انہوں نے یہ اقدامات کئے ہیں:

۱۔تمام ظالم و جابر اور متکبر و مغرور عمال کو برطرف کیا۔

۲۔اس وقت خلیفہ کے لیے پیش ہونے والی سواری قصر امتیازات سب کو بیت المال میں واپس کیا،اسی طرح انھوں نے اعلان کیا کہ میرا رشتہ اموی خاندان کے خلفاء سے نہیں، میں ان کی پیروی نہیں کروں گا، میں اپنے نانا حضرت عمر ابن خطاب کی سیرت پر چلوں گا۔

۳۔جتنے حواری لونڈیاں اور کنزیں تھیں جہاں سے لائی گئیں تھیں، وہیں ان سب کو واپس دیا۔

۴۔جہاں جہاں بے جا اور بغیر کسی جرم و خطاء کے لوگوں کی املاک پر قبضہ کیا گیا تھا، اس کو واپس کرنے کا اعلان کیا ہے۔

۵۔خلفاء کی مجالس نے بادشاہان کسریٰ و قیصر کی شکل اختیار کی تھی، ان سب کو ختم کیا اور نشست اور مجلس میں اسلامی اخلاق و آداب کو بحال کیا۔

۶۔مجلس میں آتے وقت لوگوں کو ان کے احترام میں کھڑے ہونے سے منع کیا،سلام کو رواج دیا، مسلمانوں کو بغیر اذن حاضر ہونے کی اجازت دی۔اپنے تمام مال و باغات و اموال سب کو بیت المال میں داخل کیا۔ہر قسم کی عیش و نوش والی زندگی کو مسترد کر کے ایک ایسی زہد کی مثال قائم کی جو بعد میں کوئی مقتدر ہستی نہ کر سکی، اپنی بیوی فاطمہ بنت عبد

الملک (خلیفہ کی بیٹی) سے کہا آج میں تمہیں دو باتوں میں سے ایک کے انتخاب کرنے کے لیے کہتا ہوں، یا یہ زیورات اتار کر بیت المال مسلمین میں پھینک دو یا مجھ سے طلاق لے لو چنانچہ فاطمہ نے زیورات کو بیت المال مسلمین میں بھیجا۔

[تاریخ اسلامی ج ۲ص ۲۲۲]

عمر بن عبد العزیز کے دور میں حکومت میں سکون تھا، کوئی نا گوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ ان کی مملکت میں اٹھائے جانے والے اقدامات میں سے نیا اقدام یہ تھا کہ انہوں نے ظالم و جابر حکمرانوں کو معزول کیا۔ عمر بن عبد العزیز نے امراء و حکام اور ان کے لئے مقرر وظائف کے بارے میں دقت کی، ان سے کہا جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ان کے حقوق سے زیادہ ہے وہ واپس کریں، اس وجہ سے یہ لوگ سب ان کے مقابل میں متحد ہوئے، ان کے اقربا و اصحاب کو ان کے خلاف اکسایا یہاں تک کہ ان کے طرفین میں سے ان کی حمایت میں سوائے ان کے چچازاد بھائی مسلمۃ بن عبد الملک کے کوئی اور نہیں رہا۔ مدینہ منورہ میں وہاں کے گورنر ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم تھے، یہ سلیمان کے دور سے تھے، عمر بن عبد العزیز نے ان کو وہیں باقی رکھا، مکہ میں عبد العزیز بن عبد اللہ بن خالد بن اسید کو معین کیا، عراق سے عمر کو عزل کیا، خراسان سے یزید بن مھلب بن ابی صفرۃ کو عزل کیا، صالح بن عبد الرحمٰن کو بھی عزل کیا، کوفہ میں عبد الحمید بن عبد الرحمٰن بن زید بن الکطاب کو معین کیا۔ بصرہ میں عدی بن ارطاۃ الفزاری کو معین کیا، خراسان میں جراح بن عبد اللہ حکمی کو معین کیا اور یزید بن مھلب کو گرفتار کیا اور انھیں دمشق میں لائے، اس کو زندان میں ڈالا یہاں تک کہ ان کے پاس جو مال تھا وہ واپس لیا جس پر ان کا حق نہیں تھا، وہ چاہتے تھے کہ انہیں جزیرہ دھلک میں جلاوطن کریں لیکن انھیں مشورہ دیا کہ اسے زندان میں باقی رکھیں، وہ زندان سے فرار ہوا۔ جب انھیں پتہ چلا عمر بن عبد العزیز بیمار ہوئے ہیں کیونکہ وہ ڈرتے تھے یزید بن عبد الملک کے پاس ام حجاج بنت محمد بن یوسف ثقفی ان کے عقد میں تھیں اور یزید بن مھلب نے آل حجاج کو اذیت پہنچائی تھی جب یزید بن عبد الملک خلیفہ بنا تو ابن مھلب بصرہ میں مغلوب ہوئے، وہاں مسلمۃ بن عبد الملک کو بھیجا اور ان کو ۱۰۲ھ میں قتل کیا، عمر بن عبد العزیز نے آل حجاج بن یوسف ثقفی کو یمن کی طرف جلا وطن کیا، ایک جزیرہ پر عمر بن ھبیرۃ فزاری کو والی بنایا، خراسان میں مخلد بن یزید بن مھلب جو عبد الملک کی طرف سے والی تھے ان کو عزل کیا اور انھیں دمشق میں لایا اور عمر سے مقابلہ کیا لیکن مھلب نے تھوڑے دن بعد دمشق میں وفات

پائی۔ خراسان میں جارح بن عبداللہ حکمی کو والی بنایا، اس سال ۵ مہینے کے بعد ان کو عزل کیا کیونکہ وہ جزیہ جن کو دینا تھا ان کو نہیں دیتے تھے۔ اہل مرجان کو عمر نے حجرح سے طلب کیا وہ دمشق آئے اور خراسان والوں سے جنگ نہ کریں، اور خراسان میں جنگ کو عبدالرحمٰن بن نعیم غامدی کے لئے چھوڑیں تا کہ خراج عبدالرحمٰن بن عبداللہ القشیر ی کے لئے دیا جا سکے۔ اس کے بعد عقبہ بن زرعۃ الطائی کو رکھا وہ یہاں رہے یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز نے وفات پائی ہمصر سے عبدالملک بن رفاعہ کو عزل کیا اور ان کی جگہ ایوب بن شرحبیل کو رکھا، اسی طرح اسامہ بن زید تنوخی کو مصر کے صدقات سے معزول کیا۔ افریقہ میں محمد بن یزید بن مسلم کو صدقات سے عزل کیا اور اسماعیل بن عبیداللہ بن ابی المھاجر کو افریقہ کا والی بنایا، جب وہاں کے قاضی عبداللہ بن مغیرۃ بنے تو لوگ خوش ہوئے، عمر نے اسماعیل کے ساتھ ۱۰ افقہا کو دعوت اسلام کے لئے بھیجا اور اہل بربر اس سے خوش ہوئے، اس کے بعد افریقہ میں یزید بن ابی مسلم کو بھیجا، سمح بن مالک خولانی کو اندلس بھیجا، یہ دیندار اور متقی تھے حر بن عبدالرحمٰن ثقفی کو اندلس سے معزول کیا جو ۹۷ھ سے وہاں والی تھے، اسی طرح ان کے بھائی حارث بن عبدالرحمٰن ثقفی کو صدقات سے معزول کیا۔

خوارج عمر بن عبدالعزیز کے دور میں:

خوارج نے ولید اور سلیمان جو عبدالملک کے بیٹے تھے کے دور میں کوئی حرکت نہیں کی لیکن جب عمر بن عبد العزیز کا دور آیا تو انہوں نے عراق میں خروج کیا اور وہاں کے والی عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب کو لکھا کہ انہیں کتاب اللہ و سنت رسولؐ کی طرف دعوت دیں جب انہیں دعوت دی اور وہ مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے تو عبدالحمید نے ان کی طرف ایک لشکر بھیجا جس نے خوارج کے سامنے شکست کھائی جب یہ خبر عمر بن عبدالعزیز کو ملی تو ایک لشکر مسلمہ بن عبدالملک کی قیادت میں شام کی طرف بھیجا اور عبدالحمید کو لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارے لشکر نے خیانت کی ہے اور برا کردار ادا کیا ہے میں نے مسلمہ بن عبدالملک کو تمہاری طرف بھیجا ہے تم وہاں سے ہٹ جاؤ، اہل شام کا لشکر ان پر غالب آئے گا۔

عمر بن عبدالعزیز کے دور میں خوارج کی قیادت کرنے والے شخص کا نام شوذب تھا جو بسطام کے بنی یشکر سے تعلق رکھتا تھا وہ ۸۰ سوار لے کر نکلا، سب ربیعہ سے تھے عمر بن عبدالعزیز نے عبدالحمید کو لکھا ان کو کچھ نہ کہیں جب

تک وہ خون نہ بہائیں یا فساد نہ پھیلائیں ،ان کو اپنے حال پر چھوڑیں ،اگر انہوں نے ایسا کیا تو اور لشکر لڑنے کیلئے دے دو اور ایک شخص کو انتخاب کر کے ان کے ساتھ لشکر بھیجیں ،عبدالحمید نے محمد بن جریر بن عبداللہ بجلی کو دو ہزار کے لشکر کے ساتھ اہل کوفہ سے بھیجا اور انھیں عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے آگاہ کیا ،انھیں بتایا عمر نے بسطام کو دعوت دی اور ان سے صلح طلب کی ،جب یہ خط ان کے پاس پہنچا تو محمد بن جریر ان کے پاس پہنچے ۔اس خط میں تھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم اللہ اور نبی کی خاطر نکلے ،ہو تم ہم سے زیادہ اس کے لئے اولیٰ نہیں ،میں تم سے مناظرہ کروں گا ،اگر حق ہمارے پاس ہے تو تم ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ ،اگر حق تمہارے ہاتھ میں ہے تو ہم سوچیں گے ،بسطام کو حرکت نہ دو تو انہوں نے عمر کو لکھا آپ نے انصاف کیا ہے میں دو آدمیوں کو آپ کی طرف بھیج رہا ہوں جو آپ سے مناظرہ کریں گے ،یہ دو آدمی عمر کے پاس آئے اور دونوں نے کہا ہمیں یزید کے بارے میں بتائیں کہ اپنے بعد اس کو خلیفہ کیوں بنایا ہے تو انہوں نے کہا میں نے ان کو نہیں بنایا کسی اور نے بنایا ہے ان دونوں نے کہا اگر آپ کسی اور کو بنائیں جو آپ کے حق میں نہیں تو گویا آپ نے خلافت کو ایک غیر امین کے ہاتھوں میں پہنچایا ہے ،کیا اس طرح آپ نے امانتداری کی ہے تو انہوں نے کہا مجھے تین دن کی مہلت دیں ،یہ دونوں ان کے گھر سے نکلے ،اُدھر بنو مروان ڈر گئے کہ یزید کو خلع کریں گے تو انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کو زہر دلوا دیا۔

ابن عساکر نے لکھا ہے عمر بن عبدالعزیز نے اپنے رشتہ داروں سے وہ سارا مال واپس لیا جو بیت المال سے لیا گیا تھا جس کی وجہ سے انہیں ان کے خادم کے ذریعے زہر دلوایا گیا ،جب خادم سے پوچھا کہ کس چیز نے تمہیں ایسا کرنے پر آمادہ کیا تو اس نے کہا ایک ہزار دینار نے ،کہا وہ دینار لاؤ خادم دینار لایا تو انہیں بیت المال میں جمع کروا دیا اور خادم سے کہا جہاں جانا ہے چلے جاؤ ،۵ /رجب ۱۰۱ھ کو وفات پائی اور حمص میں دفن ہوئے ۔

[رجال الفکر والدعوۃ ج ۱ ص ۱۱۵]

عمر بن عبدالعزیز اور غلام حجازی: [قصص العرب ج ۲ ص ۴۰۴]

جب عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی تو ان کے پاس ہر طرف سے تہنیت دینے والے وفود آئے ان میں اہل حجاز بھی تھے ان میں سے ایک غلام نے بات کرنے کی اجازت مانگی تو عمر نے کہا یا غلام تم بیٹھو تم

سے کوئی بڑا بات کرے۔غلام نے کہا یا امیر المومنین انسان کی انسانیت اس کی زبان و دل سے ہوتی ہے،اگر کسی کو اللہ نے بات کرنے کے لیے زبان دی اور حفظ کرنے والا دل عطا کیا ہے تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے،اگر اختیار یا کسی چیز کے لیے مستحق ہونا عمر کی بنیاد پر ہوتا تو آپ کے منصب کیلئے آپ سے زیادہ عمر والے افراد یہاں موجود تھے۔عمر نے کہا تم نے سچ کہا بولو یہ ایک حلال جادو ہے جو تم نے کیا ہے۔غلام نے کہا امیر کو معلوم ہونا چاہیے ہم تہنیت کے لئے آنے والے وفد کے افراد ہیں نہ کہ عیب جوئی کے لئے آنے والے ہیں۔ہم آپ کے پاس کسی چیز کی خواہش کے لئے آئے ہیں نہ آپ کے ڈر سے جبکہ ہم آپ کے اقتدار میں امن میں ہیں ہمیں کوئی خوف نہیں ہم نے اپنے مطالب کو درک کیا ہے،عمر نے کہا بس خاموش ہو جاؤ۔

بنی امیہ اور عمر بن عبد العزیز:[قصص العرب جات مولیٰ ج ۲ ص ۲۰۹]

جب عمر بن عبد العزیز نے رد مظالم کا تدارک کرنا شروع کیا اور بنی امیہ سے ان کے جائزہ اور ان کے حاجیوں کے رزق سے کٹوتی شروع کی اور ان کے باغات کو خراج میں واپس لیا تو وہ نیاز مند ہوئے اور ایک شور شرابا اور غوغا برپا ہوا۔وہ سب جمع ہوئے اور کہا تم نے مال کو مسلمانوں کیلئے جمع کیا اور اپنے باپ کی اولاد کو فقیر بنایا جب کہ یہ امر تم سے پہلے لوگوں کے ہاتھ میں تھا ان ہی کے طریقے پر چلنے دیں اور آپ اپنے کام میں مصروف رہیں اور ان کے کام میں دخل نہ دیں۔عمر نے کہا یہ تمہاری رائے ہے تو کہا ہاں! اس پر عمر نے کہا میں آپ کی رائے کو نہیں جانتا،اللہ کی قسم میں نہیں چاہتا ہوں،روئے زمین پر کہیں بھی کوئی ظلم ہو،اگر کہیں ظلم ہوا تو جب تک اس کو ختم نہ کروں میں چین سے نہیں بیٹھوں گا،سب ان کے ہاں سے نکل گئے اور عمر بن ولید بن عبد الملک کے پاس گئے،وہ اس وقت ان کے سب سے بڑے تھے انہوں نے ان سے کہا وہ عمر بن عبد العزیز کو ملامت کرتے ہوئے لکھیں،شاید وہ ان کے ساتھ برائی سے باز آجائیں تو عمر بن ولید نے ان کو خط لکھا۔

"بتحقیق تم نے غلط کیا ہے تم نے اپنے سے پہلے خلفاء کی کارکردگی کو غلط ٹھہرایا ہے،تم ان کی سیرت سے منحرف ہوئے ہو،تم نے اس کو مظالم کا نام دیا ہے تاکہ ان کی عیب جوئی ہو سکے،ان کے اعمال کا نقص ہو،لوگ ان کی اولادوں سے دشمنی مول لیں،یہ حق تمہیں نہیں پہنچتا تھا،جس چیز کو اللہ نے وصل کرنے کا حکم دیا تھا تم نے اس کو توڑا

ہے اور اپنی قرابت میں بغیر حق فیصلہ کیا ہے، تم نے اپنے ہاتھ کو قریش اور ان کے ارث وحقوق کی طرف دراز کیا ہے، ان کو بیت المال میں داخل کیا ہے یہ ایک کھلا ظلم و جور اور عداوت پر مبنی بات ہے، اللہ سے ڈرو اے فرزند عبد العزیز اللہ کو نظر میں رکھو تم غلط راستہ پر گامزن ہوئے تو اپنے منبر پر اطمینان سے نہیں رہو گے، اگر تم اپنے صلہ ارحام سے کٹ کر رہے اور ان پر ظلم ڈھایا، جس ذات نے محمدؐ کو کرامت سے نوازا ہے تم اس اللہ سے اپنی حکومت میں دو رہو گئے ہو، جس چیز کا تم گمان کرتے ہو، وہ تمہارے لئے بلا ہے، اپنے میل اور جھکاؤ میں اعتدال لاؤ، سلیمان بن عبد الملک سے پوچھو اس نے امتِ محمدؐ کے ساتھ کیا کیا ہے۔"

جواب میں عمر بن عبد العزیز نے خط لکھا عمر بن عبد العزیز امیر المومنین کی طرف سے عمر بن ولید کے نام۔

"سلام ہو ہر اس پر جو ہدایت الٰہی کی پیروی کرتا ہے بتحقیق تمہارا پہلا حکم یہ ہے تمہاری ماں بطنہ امہ تھی، وہ حمس میں گھروں میں کام کرتی تھی، میں جانتا ہوں اسے زبیان بن فیہ مسلمین سے خرید کر تمہارے باپ کو ہدیہ میں دیا گیا تھا تم اور تمہاری ماں بدتر ہو اور پھر تم بڑے جبار وشقی بنے ہو، تم میری طرف مظالم کے بارے میں لکھتے ہو، تمہاری اہل بیت کی حرمت بیت المال مسلمین کا حصہ ہے، مسکین و یتیم اور ابن سبیل کا حق ہے تم بھی انہی میں سے ہو، سب سے زیادہ ظلم مجھ پر یہ ہے جسے میں اللہ پر چھوڑتا ہوں جس نے تم جیسے بیوقوف کو مسلمانوں کے مال و دولت پر حاکم بنایا ہے تمہارے والد کی تم سے محبت نے تمہیں یہاں پہنچایا ہے ورنہ تم کچھ نہیں تھے ان کو یہ حق نہیں پہنچتا تھا افسوس ہے تم پر تم اور تمہارے باپ کے لئے قیامت کے دن بہت سے دشمن ہیں کس طرح سے ان دشمنوں سے تمہیں نجات ملے گی"۔

تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۱۶ پر آیا ہے ۸۷ ہجری میں ہشام بن اسماعیل کو امارت مدینہ سے معزول کرنے کے بعد ربیع الاوّل میں ولید نے عمر بن عبد العزیز کو یہاں والی بنایا، اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال تھی وہ مدینہ آئے اور دار مروان میں داخل ہوئے تو مدینہ کے دس فقہا عروۃ بن زبیر، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، ابا بکر بن عبد الرحمٰن، ابا بکر بن سلیمان، بن ابی خیثمہ، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ، خارجہ بن زید سب کو بلایا اور ان سے خطاب کیا۔

سنہ ۹۳ ہجری میں جیسا کہ ج ۵ ص ۲۵۶ پر آیا ہے عمر بن عبد العزیز نے عراق میں حجاج کے عمال کی طرف سے جاری مظالم کی شکایت کی کہ وہ اہل عراق پر مظالم ڈھا رہے ہیں، یہ شکایت حجاج کو ملی تو حجاج نے ولید کو لکھا اہل

عراق اطاعت سے خارج ہیں، وہ اہل شقاق ہیں، وہ عراق سے نکل کر مدینہ مکہ میں پناہ لے رہے ہیں، یہ حکومت کی ضعف وکمزوری کا سبب بنتا ہے، جب یہ اطلاع ولید کو دی تو ولید نے حجاج کو لکھا کہ ان کو مشورہ دیں کہ مکہ ومدینہ کیلئے کس کو منتخب کریں تو حجاج نے عثمان بن حیان اور خالد بن عبداللہ کا مشورہ دیا خالد کو مکہ میں اور عثمان کو مدینہ میں رکھا اور عمر بن عبدالعزیز کو یہاں سے معزول کیا تو اُس نے جا کر سویدہ میں قیام کیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے حبیب بن عبداللہ بن زبیر کو ولید کے حکم پر مارا تھا۔ اس کو مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑا کیا اور ان کو سزا دی اور ان پر ٹھنڈا پانی ڈالا، جس سے وہ مرے اسی سال عمر بن عبدالعزیز امیر حج بنے شعبان ۹۳ ہجری کو عمر بن عبدالعزیز مدینہ سے معزول ہوئے اور ان کی جگہ پر ابا بکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری کو امیر بنایا۔ اس کے بعد عثمان بن حیان شوال کی ۲۸ کو پہنچا۔

عمر بن عبدالعزیز اور شعراء:[قصص العرب جات مولیٰ ج ۲ ص ۲۴۸ شمارہ رجال ۹۹]

جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو اطراف سے شعراء کے وفود یکے بعد دیگر شام میں آئے اور چندین ایام ان کے دروازے سے داخل ہونے کی اجازت مانگتے رہے لیکن کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں دی گئی یہاں تک کہ جریر نے عدی بن ارتا د شاعر کی سفارش کی تو وہ عمر کے پاس پہنچے، وہ ان کے جاننے والے تھے تو اس نے کہا امیر المومنین شعراء آپ کے دروازے پر منتظر ہیں، آپ انھیں توجہ دیں، ان کی باتیں رہ جاتی ہیں اور ان کا تیر زہریلا ہوتا ہے، عمر بن عبدلعزیز کہنے لگے عدی میرا شعراء سے کیا رشتہ ہے۔ عدی نے کہا یا امیر المومنین انہوں نے رسولؐ اللہ کی بھی مدح کی ہے لوگوں نے انہیں جائزہ دیا ہے رسولؐ کی سیرت ہر مسلمان کے لئے اسوہ ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا سچ بتا کون ہے دروازے پر تو عدی نے کہا آپ کے ابن عم عمر بن ابی ربیعہ قریشی ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا اللہ اس کو نزدیک نہ کرے، اس کے چہرہ پر کوئی حیاء نہیں، کیا یہ وہی شخص نہیں جس نے یہ شعر پڑھا ہے، لہذا وہ اندر نہیں آ سکتا، اس کے بعد جمیل بن معمر عزری کا تعارف ہوا تو عمر نے کہا کیا اس نے یہ شعر نہیں پڑھا ہے، پھر کہا اس کے علاوہ کون ہے تو عدی نے کہا کثیر العزء ہے احوص انصاری، ہمام بن غالب، فرزدق، اخترتغلبی اور جریر ہیں عمر نے کہا انکے اشعار بھی بتائیں اور انھیں اندر آنے کی اجازت نہ دی سوائے جریر کے، جریر اندر داخل ہو گیا اس نے کہا تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے محمدؐ کو نبی بنا کر بھیجا ہے خلافت کے لئے امام عادل کو بنایا ہے اور ان کی عدالت

کے بارے میں شعر پڑھا عمر نے کہا جریر میں نے تم میں کوئی حق نہیں دیکھا، وہ کہنے لگا امیر المومنین پھر ہم کہاں جائیں عمر نے کہا افسوس ہو تم پر جریر، ہم نے اس منصب کو اٹھایا ہے کہ ہمارے پاس صرف تین سو درہم ہیں، ان میں سے ایک سو عبداللہ کے اور ایک سو ام عبداللہ نے لئے ہیں، باقی ایک سو درہم ہیں۔ جریر نے انکا مطالبہ کیا، آپ نے وہ اسے دے دیئے، جریر نے کہا یا امیر المومنین یہ میرے لئے غنیمت اور محبوب ہیں عمر نے کہا تم ایسے خلیفہ کے دربار میں آئے ہو جو فقراء کو دیتا ہے شعراء کو نہیں دیتا۔

[قصص العرب ج ۲ ص ۲۵۲]

حماد راویہ کہتا ہے میں علم کی تلاش میں نکلتے ہوئے کثیر عزا سے ملا، انھوں نے ہمیں احوث و نصیب کی طرف رہنمائی کی ان کا کہنا ہے جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو میں اور نصیب' احوث عمر بن عبدالعزیز کے دروازہ پر آئے تو سب سے پہلے مسلمہ بن عبدالملک سے ملے وہ ایک نوجوان تھے، ہم سمجھتے تھے یہی شریک خلیفہ ہیں انہوں نے ہمارے رہنے سہنے اور کھانے کا بندوبست کیا، پھر انہوں نے کہا تمہیں پتہ نہیں ہے یہ تمہارا امام شعراء کو کچھ نہیں دیتا، آل مروان میں کوئی صاحب دین ہے تو یہی ہے، باقی جو بچ گئے ہیں وہ دنیا دار ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم چار مہینہ ان کے پاس رہے۔ مسلمہ نے کوشش کی ہماری ملاقات کرائیں لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا، ہم نے سوچا کیوں نہ ہم جمعہ کے دن مسجد جائیں اور ان کی باتیں سنیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ مسجد میں آئے تو خطبہ میں کہا، ہر سفر کے لئے ایک زاد ناگزیر ہے، تم اپنے سفر کے لئے دنیا سے آخرت جاتے وقت اپنے زاد کیلئے تقویٰ کو لے لو تم کو ان لوگوں میں ہونا چاہیے جن کے لئے اللہ نے ثواب اور عقاب دونوں کو دکھایا ہے، ثواب کی طلب میں عقاب سے فرار میں کام کرنے والے ہو، تمہاری آرزوئیں طویل نہیں ہونی چاہئیں ورنہ قصی ہو جاؤ گے، دشمن کے مطیع ہو جاؤ گے سمجھ لیں کہ ایسا شخص کامیاب نہیں ہوتا کامیاب وہ ہے جو عذاب آخرت سے نجات کے لئے کوشش کرے جو اپنی جرح کی دوا نہیں کرتا تو وہ دوسرا زخم کھاتا ہے میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تمہیں اس چیز کا حکم دوں جس پر خود عمل نہ کروں ورنہ میں باز رہتا ہوں تو میں خسارہ میں ہونگا، یہ بات کہتی تھی کہ مسجد میں رونے کی آواز بلند ہوئی، عمر خود روئے، ان کا لباس تر ہو گیا ہم سمجھے کہ وہ مر گئے ہیں۔

ہم نے کہا جو شعر ہمارے پاس ہیں، وہ کسی کام کے نہیں ہمیں، نئے سرے سے اشعار بنانا چاہئیں۔ پھر

مسلمہ نے ہمیں جمعہ کے دن عام ملاقات میں موقعہ دیا، ہم داخل ہوئے سلام کیا، ہمارے سلام کا جواب دیا، ہم نے ان سے کہا ہمارا یہاں قیام بہت لمبا ہو گیا ہے اور ہمیں کچھ فائدہ بھی نہیں ہوا۔ انھوں نے کہا اے ابن کثیر کیا اللہ کی یہ آیت نہیں پڑھی کہ صدقات فقراء' مساکین عاملین' مولفۃ قلوب' اسیروں اور مقروضوں کے لئے ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے ہیں، آیا تم ان لوگوں میں سے ہو۔ میں نے ہنس کر کہا ہم ابن سبیل ہیں گھر بار سے کٹے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا کیا تم مہمان ابی سعید نہیں ہو تو کہا ہاں، کیا بات کرتے ہو ابی سعید کے مہمان ہو جو اتنا بڑا سرمایہ دار ہے اور خود کو ابن سبیل کہتے ہو؟ پھر کہا اجازت دیں میں کچھ سناؤں تو کہا کہو مگر حق کی بات کہنا، جھوٹ مت کہنا اللہ تم سے سوال کرے گا کہ جھوٹی باتیں کیوں پھیلاتے تھے۔ پھر نصیب آگے بڑھا، اجازت مانگی تو اس کو اجازت دینے سے انکار کیا۔ غصے سے کہنے لگے ہمارے پاس تمہیں دینے کیلئے کچھ نہیں ہے انتظار کرو میرے راتب میں کیا آتا ہے۔ بعد میں انھوں نے ہمیں تین سو درہم دیئے اور نصیب کے لئے ایک سو پچاس درہم دیئے۔

عمر بن عبدالعزیز اپنے بیٹے کے احتضار کے موقعہ پر: [قصص العرب ج ۱ ص ۲۴۵ تالیف جاد مولیٰ]

عبدالملک عمر بن عبدالعزیز کی محبوب ترین اولادوں میں سے تھا، جب وہ بیمار ہوئے اور ان کی مرض میں شدت آ گئی تو عمر بن عبدالعزیز کو خبر دی گئی، وہ ان کے پاس آئے اور کہا بیٹا خود کو کیسا پاتے ہو تو کہا الحمد اللہ بہتر ہوں، اس نے اپنی مرض کی شدت کو ان سے چھپانا چاہا۔ عمر نے کہا مجھے سچ بتاؤ تمہاری طبیعت کیسی ہے، میرے لئے تمہاری حاجتوں کو روا کرنا بہترین خدمت ہے تو کہا یا ابا تا! میں خود کو مرتے ہوئے' موت کے دھانے پر پاتا ہوں تو عمر بن عبدالعزیز نے بیٹے کا رخ قبلہ کی طرف کیا، جس وقت عمر نماز پڑھ رہے تھے اس وقت عبدالملک کی وفات ہوئی، اس وقت مزاحم نے آ کر کہا امیر المومنین عبدالملک وفات پا گئے ہیں تو وہ غش کھا کر گر گئے، مزاحم نے کہا میں نے ایک تعجب سے پُر حالت دیکھی، میں عبدالملک کے پاس آیا، ان سے پوچھا آپ کی حالت کیا ہے تو اس نے اپنی حالت کو آپ سے چھپایا تو آپ نے ان سے کہا اپنے نفس کے بارے میں سچ بتاؤ، بہترین چیز یہ ہے کہ میں آپ کی حاجت روائی کروں، میں آپ کو خبر دے رہا ہوں کہ ملک الموت جب میرے گھر میں داخل ہوتا ہے تو میرے جسم کا حصہ اٹھاتا ہے جس سے مجھے خوف ہوا اور اس سے جو کچھ تم نے دیکھا ہے۔

وفات عمر بن عبدالعزیز:۔[ص۴۱۲]

جب عمر بن عبدالعزیز کے احتظار کا وقت آیا تو مسلمہ بن عبدالملک ان کے پاس آئے اور کہنے لگے یا امیرالمومنین آپ نے اپنے بچوں کو اس مال سے محروم رکھا ہے اگر آپ مجھے ان کے بارے میں وصیت کرتے یا اپنی قوم سے کسی اور کو تو ان کی زندگی کا بندوبست ہوتا۔عمر بن عبدالعزیز نے جب یہ سنا تو کہنے لگے مجھے بٹھاؤ پھر کہا آپ کی بات میں نے سن لی،کہ میں نے اپنی اولاد کو اس مال سے محروم رکھا ہے،اس حوالے سے میں نے ان کا کوئی حق ان سے نہیں چھینا اور جو حق ان کا بنتا تھا،وہ میں نے انہیں دے دیا ہے لیکن میں دوسروں کا مال انھیں نہیں دوں گا۔جہاں تک کہ مجھے ان کے بارے میں وصی کریں تو میرا وصی وہ ہے جس نے حضرت محمدؐ پر کتاب نازل کی،وہی صالحین کا متولی ہے اور عمر کے بچے انہی میں سے ہیں اگر وہ مرد صالح ہیں تو اللہ ان کو بے نیاز کریں گے،اگر ایسا نہیں تو میں معصیت الٰہی میں ان کی معاونت نہیں کروں گا پھر کہا میرے بیٹوں کو بلاؤ۔جب انھیں دیکھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے،کہا میں اپنے جوانوں کو چھوڑ رہا ہوں،میں نے تم لوگوں کو دو راستوں کے درمیان رکھا ہے جس پر عمل کرنا چاہو،تمہاری مرضی ہے،مالی حوالے سے تم بے نیاز ہو جاؤ تو جہنم میں داخل ہو گے یا دنیا میں ہمیشہ کے لئے محتاج مند و ضرورت مند ہو جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ،میں نے دیکھا کہ فقر تمہارے لئے بہتر ہے یہاں سے اٹھ کر جاؤ گے تو اللہ تمہارا حافظ اور تمہارا رازق ہو گا۔

یزید بن عبدالملک بن مروان:۔ [تاریخ اسلامی محمود شاکر ج۴ص۲۳۲]

یزید بن عبدالملک عمر بن عبدالعزیز کے تقرر کے تحت خلیفہ بنا،ان کی انگوٹھی کا نشانہ "قنی السیئات یا عزیز" تھا۔ان کی ماں "عاتکہ" بنت یزید تھیں جو خوبصورت تھیں،عمر بن عبدالعزیز جب بیمار ہو گئے اور اپنی موت کا یقین ہو گیا تو یزید بن عبدالملک کو خط لکھا خط کا مضمون کچھ یوں تھا "میں اپنے آپ کو موت کے نزدیک دیکھتا ہوں،اللہ کے لئے اس امت کے بارے میں ڈریں،آپ بھی اس منصب کو اپنے بعد ایسے کسی فرد کے حوالے کریں جو آپ کی تعریف نہ کرے،خلافت کسی ایسے فرد کے سپرد کریں جو آپ کو معذور قرار نہ دے" والسلام۔

یزید بن عبدالملک ا۷ہجری کو دمشق میں پیدا ہوئے،عیش و نوش و عشرت کے عالم میں پرورش پائی۔سلطنت

کی قدر و قیمت سے بے بہرہ تھا کیونکہ انہوں نے اس کے لئے کوئی زحمت و مشقت نہیں کی تھی۔ جیسی مشقت اس منصب کیلیئے اس کے والد اور جد نے کی تھی، اسی کا وہ پھل کھا رہا تھا لہٰذا وہ حکومت سے منصرف رہا۔ یزید اپنے بھائی سلیمان بن عبد الملک کی طرف سے عمر بن عبد العزیز کے بعد ولی عھد نامزد کرنے کی شرط پر، عمر بن عبد العزیز کے بعد اقتدار پر آیا، وہ اقتدار پر آنے سے پہلے علماء سے نشست و برخواست رکھتا تھا، چاہتا تھا خود کو عمر بن عبد العزیز کی سیرت پر چلائے لیکن ان کے برے ساتھیوں نے انھیں آزاد نہیں چھوڑا اور ان کو اس راستہ سے ہٹایا۔ جس وقت اس نے یہ منصب سنبھالا تھا اس وقت اُس کی عمر ۲۹ سال تھی اور اس حوالے سے اس کے پاس کوئی تجربہ نہیں تھا، لوگ عام طور پر بڑوں اور اہل تجربہ کا احترام کرتے ہیں لیکن حکومت اموی آخری دور میں جوانوں میں منتقل ہوئی جنھیں حکومت کی قدر نہیں تھی کیونکہ انھوں نے حکومت کے حصول میں کوئی کاوش نہیں دکھائی تھی، وہ اسراف و طرب اور عیش و نوش کو ہی حکومتی ذمہ داریوں میں گنتے تھے۔

یزید بن عبد الملک ۷۱ھ کو دمشق میں عبد اللہ بن زبیر کے دورِ خلافت کے دوران پیدا ہوا ان دنوں اس کے والد شام اور مصر میں والی تھے یہ صاحب دولت تھے، یزید نے عیش و نوش میں پرورش پائی، اس کو پتہ نہیں تھا کہ سلطنت کی کیا قیمت ہے اس کے پاس سلطنت اس طرح آئی کہ جس کیلیئے اس نے ایسی کوئی زحمت و مشقت برداشت نہیں کی جیسی زحمت اس کے والد اور ان کے جد نے اٹھائی تھی لہٰذا یہ سلطنت سے الگ عیش و عشرت میں مصروف رہتا، اس کی ماں عاتکہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان تھیں۔ یہ دمشق میں مرا اور وہیں دفن ہوا، عمر بن عبد العزیز ان کے بھائی سلیمان بن عبد الملک کے بعد خلیفہ بنے اور ان کے بعد یزید خلیفہ بنا، یہ ظاہری طور پر حکومت پر آنے سے پہلے علماء کی محافل میں اٹھتا بیٹھتا تھا اور عمر بن عبد العزیز کی سیرت پر چلنا چاہتا تھا لیکن اس کے برے ساتھیوں نے اسے نہیں چھوڑا جس وقت یہ خلیفہ بنا تو اس کی عمر ۲۹ سال تھی۔ فتوحات کا جو سلسلہ تھا وہ رک گیا، یہاں سے حکومت کمزور ہونے لگی۔ یزید بن عبد الملک جب خلیفہ بنا تو کچھ دیر عمر بن عبد العزیز کی سیرت پر چلا، پھر دمشق کے چالیس بزرگ شخصیات اس کے پاس آئیں اور قسم کھا کر کہا قیامت کے دن خلفاء پر نہ حساب ہے نہ کتاب اور نہ عتاب ہے نہ عقاب، اس طرح انھوں نے انہیں دھوکہ دیا حالانکہ یہ تو صرف چند شامیوں کا عقیدہ تھا۔

[تاریخ اسلامی تالیف محمود شاکر ج ۴ ص ۲۳۴]

یزید ابن عبدالملک کے دور میں حکومت کے امراء و حکام کو بڑے پیمانے پر عزل و نصب کیا گیا، اس طرح عراق میں عمر بن عبدالعزیز کی وفات کی وجہ سے خوارج حرکت میں آئے، شام میں اکثر امیر بیت مروان میں سے رہے اس لئے وہاں کوئی واضح تغییر آیا اور نہ حرکت دیکھنے میں آئی۔ مدینہ میں حکومت ابا بکر بن محمد بن عمرو حزم سے لے کر انھیں معزول کیا گیا اور ان کی جگہ پر عبدالرحمٰن بن الضحاک کو معین کیا جو طائف میں امیر تھے۔ انہوں نے ان کو والی بنایا تھا اور دو سال کے بعد ان کو معزول کیا۔ عبدالواحد بن عبداللہ بن بشر النضری جو سب سے زیادہ ان کے لئے پسندیدہ تھے، وہ کوئی کام نہیں کرتے تھے جب تک کہ سالم بن عبداللہ بن عمر اور قاسم بن محمد بن ابی بکر سے مشورہ نہ کر لیں۔

مکہ میں عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید امیر تھا، ان کو عزل کیا، مکہ کو مدینہ سے منظم کیا اور امیر مدینہ تین ہو گئے، عراق حوادث کا جنگل بن گیا تغیرات کثیرہ ہوئے، کوفہ میں عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے امیر تھا لیکن مسلمہ بن عبدالملک جب عراق آیا تو ان کو عزل کیا اور ان کی جگہ محمد بن عمرو بن ولید بن عقبہ بن ابی محیط معروف بہ ذاالشامۃ کو بنایا۔

استاد حسن ابراہیم اپنی کتاب کے ص ۲۷۰ پر لکھتے ہیں یزید بن عبدالملک لہو ولعب اور فساد اخلاق میں مستغرق تھا۔ یزید کے دور میں اس کے اور ہشام کے درمیان نفرت کا آغاز ہوا کیونکہ یزید ایک بُرے کردار کا حامل تھا۔ انہوں نے دیکھا ہشام ان کی تحقیر کر رہا ہے اور اس کے لہو ولعب کی وجہ سے اسکی موت کی تمنا کر رہا ہے تو اس نے اسے خط لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے تمہارے لئے میری حیات گراں گزر رہی ہے، اس نے لکھا جو باتیں آپ کو پہنچی ہیں، وہ مجھ سے صادر نہیں ہوئی ہیں۔ یقیناً دشمن ہمیں آپس میں لڑانے اور صلہ رحم کاٹنے کی بات کریں گے۔ خود آپ کو چاہیے گناہگاروں کا احتساب کریں، میں نعوذ باللہ آپ کو گراں نہیں سمجھ رہا۔ یہاں تک وہ میدان جنگ سے غافل ہوا اور رفتہ رفتہ یزید کی حکومت سست پڑ گئی ۱۰۵ ھ ۲۵ شعبان کو ۳۴ سال کی عمر میں چار سال ایک مہینہ اقتدار پر رہنے کے بعد مرض سل (سینے کے درد) میں مبتلا ہو کر موت آئی اور اقتدار کو اپنے بعد اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک کے لیے اور اس کے بعد اپنے بیٹے ولید بن یزید کے لئے چھوڑا۔ یزید نے اردن کے شہر ربد میں وفات پائی، اس کا جسد خاکی دمشق میں منتقل کیا گیا اور اسے وہاں دفنایا گیا۔ اسکی دس اولادوں میں: ولید، غمر، یحیٰی، سلیمان، داؤد جنہوں نے چھوٹی عمر

میں وفات پائی ،عبدالجبار ٗعبداللہ ٗابوسفیان ٗہاشم اورعوام ہیں ۔بیٹیوں میں عاتکہ ہے جومحمد بن ولید بن عبدالملک کے عقد میں تھی غ اور مرعبدالجبار یوم ابی فطرس میں فلسطین میں ۱۳۲ھ میں قتل ہوئے ان کی ماں سعدہ بنت عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان تھیں ۔

ہشام بن عبدالملک:[تاریخ اسلامی ج ۴ص ۲۴۲]

ہشام بن عبدالملک ۹۲ھ میں پیدا ہوئے ،یزید بن عبدالملک کی ولی عہدی کے حوالے سے ان کے بعد خلیفہ بنے ،چہرہ سفید اور جسم صحت مند تھا ،ہشام انتہائی خوبصورت تھا اور بالوں پر خضاب لگاتا تھا انگشتری کا نقش ''الحکم للہ'' تھا ،عقل وفراست ،صاحب سیاست اور ارادے کا حامل انسان تھا ،جب بھی بیت المال میں کوئی مال داخل کرتا ،چالیس گواہ رکھتا ، جتنا مال انہوں نے بیت المال میں داخل کیا کسی اور نے نہیں کیا ،اس کے دور میں ہر صاحب حق کو حق دیا جاتا تھا ،جب کچھ وصول کرتے تو چالیس گواہ رکھتے کہ میں نے ان کا حق وصول کیا ہے ۔اس کی ماں عائشہ بنت ہشام بن اسماعیل مخزومی تھیں ۔ہشام ذہین وفطین ہونے کے ساتھ دقیق وباریک بین بھی تھا حلم و متانت کا مالک تھا ٗخون بہانے سے کراہت کرتا لیکن بزل مال میں بخیل تھا ۔ہشام اپنے بھائی یزید کی نامزدگی کے تحت ۲۶ شعبان ۱۲۵ ہجری کو نامزد ہوا جس وقت اس کی عمر ۳۴ سال تھی ۔وہ اپنے بچوں کو ہمیشہ میدان جنگ وجہاد میں مشغول رکھتا خاص کر معاویہ ٗسلیمان اور اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک اور چچازاد مروان بن محمد کو اسی نہج پر تربیت دی ۔ہشام بنی امیہ کو عطیہ جنگ میں شرکت کی شرط پر ہی دیتا لہٰذا بعض دفعہ خود جنگ میں جاتا اور بعض مواقع پر اپنے بدل میں کسی کو بھیجتا ۔اس نے آبادکاری پر زیادہ توجہ دی وہ گرمیوں میں رسافہ میں قیام کرتے تھے ۔

[تاریخ دولۃ امویہ تالیف محمد خضری بک ص ۵۳۵]

جس وقت یزید بن عبدالملک مرا اس وقت ہشام حمس میں تھا وہاں اس کے پاس عصا اور انگوٹھی لایا گیا اور انھیں خلافت کے آثار وراثت سپرد کیئے گئے ،پھر یہ فوراً دمشق آیا ،لوگوں سے بیعت لی یہ ۱۲۵ھ تک یعنی ۱۹ سال ۶ مہینہ ۱۱ دن منصب خلافت پر رہا ۔جس وقت اس نے خلافت سنبھالی ،اس وقت عراق اور مشرق کی طرف امیر ہشام عمر بن ہبیرہ تھا ،اس نے ہبیرہ کو ہٹایا اور ان کی جگہ خالد بن عبداللہ قسری کو معین کیا خراسان کے لئے ان کے بھائی اسد

بن عبداللہ کو۔جس وقت ہشام خلیفہ بنا، حجاز کا والی محمد بن ہشام مخزومی تھا، یہ عبدالملک بن مروان کا ماموں تھا۔

ابراہیم حسن لکھتے ہیں ہشام صاحب عقل و حلم کے ساتھ تدبر و فراست و حسن سیاست کا مالک تھا حتیٰ لکھتے ہیں بنی امیہ کے خلفاء میں تین سیاستمدار معاویہ، عبدالملک اور ہشام ہیں، ابو جعفر منصور سیاست میں زیادہ تر ہشام کی پیروی کرتے تھے۔ ہشام کی اصلاحات میں زیادہ تر زراعت، سرحدوں کی حفاظت اور کنویں کھودنے اور راستے بنانے پر توجہ تھی۔جس طرح داود بن علی عباسی نے کیا تھا۔ان کے دور میں ابریشم کی صنعت آئی ہے، قدائع ہشام میں آیا ہے وہ زیادہ تر علویین سے انتقام لینے پر تلے ہوئے تھے جہاں اس کو موقعہ و فرصت ملے وہ انہیں سزا دیتا تھا جس طرح امام سجاد کے دو فرزندوں زید اور یحییٰ کو اس نے سزا دی۔ان کی طبیعت میں غلاظت، خشونت اور زیادہ بخیلی پائی جاتی تھی۔

کسی شخص نے دو پرندے اسے تحفہ دیئے جو اسے پسند آئے تو تحفہ دینے والے نے ہشام سے کہا امیر المومنین میرا انعام کہاں ہے۔ ہشام نے کہا دو پرندوں کا کیا جائزہ ہوتا ہے، اس نے کہا جو امیر المومنین چاہیں، کہا جائزے کے طور پر ایک تم لے لو، چنانچہ ہشام نے ان میں سے ایک خوبصورت خود لے لیا، بعد میں اس نے بڑی مشکل سے چند درہم اس کو دیئے۔اس کا ایک باغ تھا وہ باغ میں گیا تو اس کے ساتھ اس کے ساتھی گئے سب نے مل کر میوہ کھایا' کھانے کے بعد لوگوں نے کہا اللہ امیر المومنین کو برکت دے تو ہشام نے کہا میرے لئے کیسے برکت ہوگی، تم لوگوں نے سب کھایا اور ختم کیا، پھر اس نے باغبان سے کہا یہ درخت اکھاڑو اور اس کی جگہ زیتون اُگاؤ تا کہ کوئی نہ کھائے۔

[اعلام زرکلی ج ۸ ص ۸۶]

زید بن علی بن حسین نے ۱۲۰ھ میں ہشام کے خلاف ۴ ہزار اہل کوفہ کے ذریعہ خروج کیا لیکن ہشام نے ان سب کو قتل کر دیا۔اس کے دور میں ایک جنگ خاقان ترک کے ساتھ ہوئی جس میں خاقان قتل ہوا اور ان کے ملک پر عربوں کا قبضہ ہوا۔ ہشام کے خزانہ میں اتنی دولت جمع ہوئی جو ان سے پہلے کسی بادشاہ کے دور میں جمع نہیں ہوئی تھی، اس نے رقہ سے چار فرسخ پر غرب میں مدینہ رسافہ بنایا۔ جہاں وہ گرمیوں میں قیام کرتا، ہشام سیاست مدار تھا اور اپنے امور میں بیدار تھا وہ مملکت کو خود اپنی ہدایات پر چلاتا تھا۔ وہ کہتا تھا لذت دنیا میں میرے لئے کوئی چیز باقی نہیں

رہی سوائے ایک برادر کے کہ میں اس کی معاونت کروں، اس کے اخراجات کو اٹھاؤں اس کی برادری کا تحفظ کروں، یہ لذت مجھے نہیں ملی۔

ولید بن یزید اور ہشام بن عبدالملک:۔[قصص العرب ج ۴ ص ۲۷۶]

عتبی نے کہا ولید بن یزید کو ہشام بن عبدالملک کے سامنے حاضر کیا گیا اور ان کے سر پر ایک عمامہ تھا، ہشام نے کہا اس عمامہ کو کتنے میں خریدا ہے تو کہا ایک ہزار درہم میں، ہشام نے کہا ایک ہزار درہم میں خریدا ہے جو بہت زیادہ قیمت ہے۔ولید نے کہا یہ میرے کسی دوست نے بخشا ہے جبکہ آپ نے اپنے ایک برے ساتھی کے لئے ایک کنیز کو دس ہزار درہم میں خریدا ہے۔

ہشام کی زوجات: کتاب تاریخ اسلام تالیف محمود شاکر جلد ۴۔

۱۔ام حکیم بنت یحیٰی بن حکم ان سے سلیمان الاغر پیدا ہوئے جنہیں سفاح نے مارا، مسلمہ، یزید، سعید اور محمد ان کی دیگر اولادیں ہیں۔

۲۔ام عبدہ بنت عبداللہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان ان سے یحیٰی اور عبداللہ پیدا ہوئے۔

۳۔ام عثمان بنت سعید بن خالد بن عمرو بن عثمان بن عفان اس سے مروان پیدا ہوئے۔

[قصص العرب ج ۲ ص ۲۵۷ شمارہ ۱۰۱]

سفیان قریشی کہتا ہے ہم ہشام بن عبدالملک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اہل حجاز کا وفد آیا، جب کوئی وفد آتا تھا تو مدرسہ کے جوان خطبہ کی بلاغت سننے کے لئے آتے تھے تو ہم بھی ان کا کلام سننے کے لئے حاضر ہوئے محمد بن جہم اس قوم کے بڑے تھے عمر رسیدہ تھے، صاحب رائے و علم تھے، اس نے کہا اللہ امیر المومنین کی اصلاح کرے، خطبائے قریش نے آپ کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے طویل بات کی ہے، کوئی بھی آپ کی قدر و منزلت تک نہیں پہنچا ہے، کوئی بھی آپ کی فضیلت کو گن نہیں سکا ہے، اگر مجھے اجازت دیں تو میں بھی کچھ کہوں گا، کہا کہو، کہا مختصر کروں یا لمبا تو کہا مختصر کرو۔کہا اللہ نے آپ کو نیکیوں سے مزین کیا ہے تقویٰ سے آپ کو زینت دی ہے، خیر دنیا و آخرت آپ کیلئے جمع کی ہے، میری حوائج ہیں آیا میں انکا ذکر کروں۔کہا کرو عمر رسیدہ ہوں، دنیا میرے اوپر سوار ہے، مجھ سے ہر چیز

چھنی گئی ہے اگر امیر المومنین چاہیں تو میری اس مجبوری کو رفع کریں میرے فقر کو دور کریں تو کر سکتے ہیں تو ھشام نے کہا آپ کا فقر کیسے رفع ہوگا تو اس نے کہا ایک ہزار دینار ایک ہزار دینار ایک ہزار دینار، ھشام چپ ہو گیا، سر نیچے کیا۔ اس نے کہا اے ابن ابی جہم بیت المال اتنی مقدار کا متحمل نہیں ہے تو اس نے کہا اللہ نے آپ کو اس کے لئے منتخب کیا ہے، اگر آپ نے دے دیا تو ایک حق ادا کیا، اگر منع کیا تو اللہ سے سوال کریں گے، اللہ نے عطاء کو محبت قرار دیا ہے منع کو مبغوض قرار دیا ہے۔ اللہ کی قسم آپ سے محبت کرتا ہوں آپ میرے لئے محبوب ہو جائیں بجائے اس کے کہ میں آپ سے بغض کروں۔ ھشام نے پوچھا، یہ ایک ہزار دینار کہاں خرچ کریں گے؟ اس نے کہا ایک ہزار دینار میرے اوپر قرضہ ہے، ادھار اتاروں گا جو میرے اوپر اور میرے اہل خانہ کیلئے بوجھ بنا ہے۔ کہا کوئی بات نہیں تمہاری اس غربت کو دور کریں گے کہا دوسرا ہزار دینار کس لئے مانگا ہے تو اس نے کہا اپنے بچوں کی ازدواج کیلئے تو اس نے کہا، صحیح ہے، یہ بھی درست ہے۔ پھر سوال کیا تیسرا ہزار دینار کس لئے مانگا، اس نے جواب دیا میں ایک زمین خریدوں گا، اپنی اولادوں کے لئے جس کی درآمد سے میرے اہل وعیال کی مشکلات دور ہو جائیں اور آنے والوں کے لئے مال چھوڑ جاؤں تو ھشام نے حکم دیا، اسے دے دیں۔ ھشام نے کہا اللہ کی قسم کوئی ایسے سوال کرنے میں لطیف شخص نہیں دیکھا، یقیناً یہ قریشی ہے۔ ہم اس اسراف سے بھی کراہت رکھتے ہیں اور بخل سے بھی۔ جب دیتے ہیں تو تبذیر نہیں کرتے، جب منع کرتے ہیں تو زیادہ کم نہیں کرتے، ہم اللہ کی زمین میں اللہ کے خزانہ کے امین ہیں، اللہ کے بندوں پر اس کے امین ہیں، اگر وہ اجازت دے دیں تو دیتے ہیں، اگر منع کرے تو منع کرتا ہوں۔ اگر ہر کہنے والا سچ کہتا اور ہر سائل مستحق ہوتا تو ہمیں مشکل نہ ہوتی، ہم کسی کو رد نہیں کرتے، ہم اس ذات سے مدد مانگتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ سے نیکی جاری ہو جائے وہ رزق کو فراہم کرتا ہے اپنے بعض بندوں کے لئے اور بعض کیلئے روکتا ہے، دونوں کو وہ جانتا ہے، لوگوں نے کہا امیر المومنین آپ نے ایسی گفتگو بلاغت میں کی کہ اس بلاغت میں اس حد تک کوئی نہیں پہنچتا ہے۔

خالد بن عبداللہ قسری: [ووفیات الاعیان ج۲ص ۲۲۶]

خالد بن عبداللہ بن یزید بن اسد بجلی قسری ھشام بن عبدالملک اموی کے دور میں امیر بصرہ و کوفہ تھا وہ ۱۸۹ ہجری) میں مکہ کے بھی والی رہے ہیں ان کی ماں نصرانیہ تھی، خالد فصاحت و بلاغت میں مشہور تھا وہ جود وسخاء عطاء کثیر

والے انسان تھا۔عبدالملک بن قریب اصمعی نقل کرتا ہے ایک عرب خالد بن قسری کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے دو شعر آپ کی شان میں کہے ہیں مگر اُس وقت تک یہاں نہیں پڑھوں گا جب تک کوئی خادم مجھے دس ہزار درہم نہ دے دے، خالد نے کہا ہم دیں گے تم پڑھو، اس نے کہا دیں گے تو بتاتا ہوں، شعر سننے کے بعد خالد نے غلام سے کہا اس اعرابی کو دس ہزار درہم دے دو۔

ایک اعرابی کو ایک لاکھ درہم دیئے۔ ہشام بن عبدالملک نے اس کو خط لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر تم سے کہا ہے اللہ جواد ہے اور تم بھی جواد ہو اللہ کریم ہے اور تم بھی کریم ہو، اس طرح خالد قسری کی دس خصلتوں کا ذکر کیا' ہشام نے کہا اگر تم اس منطق سے برات نہیں کرو گے تو تمہارا خون میرے لئے مباح ہے تو خالد نے ہشام کو لکھا ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہوا، اس نے کہا اللہ کریم ہے کریم سے محبت کرتا ہے، میں آپ سے محبت کرتا ہوں اللہ کیلئے' اللہ آپ سے محبت کرتا ہے لیکن اس سے زیادہ اس شقی بجلی کو دیکھو جس نے امیر المومنین سے کہا ہے کہ آپ کا خلیفہ آپ کو پسند ہے یا آپ کا رسول' تو آپ نے کہا میرا خلیفہ آپ خلیفہ اللہ ہیں محمد رسول اللہ ہیں کہا اللہ کی قسم ایسے شقی کو قتل کرنا میرے لئے آسان ہے۔ خالد دین میں متہم انسان تھا اس نے اپنی ماں کو ایک کلیسا بنا کر دیا چنانچہ اس پر فرزدق نے اس کی ہجو کہی ہے۔ کیسے لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں جس کی ماں کا کہنا ہے اللہ ایک نہیں ہے جبکہ اس نے اپنی ماں کے لئے ایک صلیب بنائی لیکن منار مساجد اس کو برے لگتے تھے۔ اس طرح ہشام نے خالد کو عراق سے ۱۲۰ ہجری میں عزل کیا۔ طبری نے کہا ہے عمر نے ہبیرہ کو عراق سے عزل کیا اور خلاد کو ۱۰۵ھ میں نصب کیا پھر ان کو عزل کیا اور یوسف بن عمرو ثقفی کو موکل کیا، وہ حجاج کا چچازاد بھائی تھا۔ خالد کو عزل کرنے کی وجہ ایک عورت ہے جس نے آ کر کہا میں مسلمان عورت ہوں، آپ کے عامل والی فلاں مجوسی ہے اور مجھے مجبور کرتے ہیں اور میرے حق کو غصب کرتے ہیں، اس کو ولید بن یزید نے قتل کیا۔

رزق مقدر:[قصص العرب ج ۲ ص ۲۵۹ شمارہ ۱۰۲]

عروہ بن عزینہ اپنے وقت کے اعیان علماء کبار صالحین میں سے تھے وہ ہشام بن عبدالملک کے پاس ایک گروہ شعراء کو لے کر آئے جب ہشام کے سامنے حاضر ہوئے تو ہشام نے عروہ سے خطاب کر کے کہا، کیا یہ شعر آپ

نے نہیں پڑھا ہے کہ میرا رزق مقدر خود بخود آئے گا، اب دیکھتے ہیں تم حجاز سے شام میں طلب رزق کے لئے آئے ہو تو کیا یہ تمہارے مقدر میں ہے یا نہیں؟ عروہ نے کہا یا امیر المومنین اللہ آپ کے علم وجسم میں بست وکشاد کرے، آپ کا زائر مایوس واپس نہ جائے، آپ نے مجھے وعظ کرنے میں انتہائی بلاغت اپنائی، زمانے نے جو چیز مجھے بھلائی تھی آپ نے مجھے یاد دلائی ہے وہ یہ کہہ کر فوراً باہر نکلا اور اپنی سواری پر سوار ہوئے اور حجاز کی طرف رخ کیا، جب رات ہوئی تو ہشام اپنے فرش پر سوئے ہوئے تھے، انہیں یاد آیا کہ قریش کا ایک شخص آیا، حکمت سے بھری بات کی اور میں نے اس کو برے طریقہ سے مایوس واپس کیا، اب یہ شاعر بھی ہے میرے خلاف باتیں بھی بنائے گا۔ جب صبح ہوئی پوچھا یہ کہاں گیا ہے تو خبر دی کہ وہ چلا گیا ہے، اس نے کہا یقیناً اس نے سوچا ہے کہ رزق اس کے دروازہ پر آئے گا، اپنے غلام کو بلایا، اسے دو ہزار دینار دیئے اور کہا یہ جہاں ملے، اس کو دے دو تو غلام اس کا پیچھا کرتے ہوئے اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا، دروازہ کھٹ کھٹایا، وہ باہر نکلا تو ان کو دو ہزار دینار دیئے تو اس نے غلام سے کہا امیر المومنین سے کہو میں نے سعی وکوشش کی اور اپنے گھر واپس آیا تو رزق بھی میرے گھر میں آ گیا۔

واعظ الملوک:[قصص العرب ج ۲ ص ۲۶۲ شمارہ ۱۰۴]

خالد بن صفوان بن اہتم یہ انتہائی فصیح وبلیغ مرد تھے وہ کہتے ہیں یوسف بن عمرو ثقفی نے مجھے ایک وفد کی قیادت میں ہشام بن عبد الملک کے پاس بھیجا جب ہم وہاں پہنچے تو ہشام اپنے عزیز واقارب اور خدمت گزار وزراء وغیرہ کے ساتھ شہر سے نکل کر ایک خشک میدان میں خیمہ زن تھے جس وقت زمین سرسبز وشاداب ہو چکی تھی اور سبز لباس پہن کر خود کو آراستہ کئے ہوئے تھی، اس وقت وہاں ایک بلند قامت خیمہ نصب کیا جسے یوسف بن عمرو یمن سے بنا کر خلیفہ کے لئے لایا تھا، چار قسم کا ابریشمی لباس تھا باقی تکیہ وغیرہ سب ابریشمی تھا، لوگ وہاں جمع ہوئے، میں نے اپنا سر اپنی صف سے اونچا کیا تو ہشام کی نظر میری طرف پڑی تو میں نے کہا اللہ امیر المومنین پر اپنی نعمتیں پوری کرے، اس ذمہ داری میں رشد وہدایت اور نیک عاقبت تک پہنچائے۔ رزق وبرکت دے اور وہ خوشحال زندگی گزریں اور انہیں کوئی ناگوار ونا ملائم حالات پیش نہ آئیں، میں صرف اللہ نے جو نعمتیں آپ پر نازل کی ہیں ان کو یاد دلانا چاہتا ہوں اور آپ کو اس کے شکر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں، اس میں میرے پاس کوئی فصاحت وبلاغت پر مبنی کلام نہیں ہے

سوائے آپ سے پہلے گزشتہ بادشاہوں کیلئے جو کسی نے کہا ہے،وہی دہرانا چاہتا ہوں، اگر امیرالمومنین اجازت دیں تو کہوں گا، ہشام تکیہ سے سیدھا ہوا، کہا ابن اہتم بولیں تو میں نے کہا یا امیرالمومنین بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ آپ سے پہلے گزر چکا ہے جس طرح آپ آج نکلے ہیں وہ بھی خورنق سدیر میں اسی طرح نکلے تھے وہ بھی عیش ونوش و منظر میں نکلے تھے ان کی زمین سفید تھی، انھیں بھی اللہ نے نعمتوں سے نوازا تھا بادشاہ نے حاضرین سے پوچھا یہ سب کس کا ہے، آیا آج جو میرے لئے یہ عزت و مقام ہے، یہ کسی اور کے لئے دیکھا ہے، جو اقتدار و سلطنت مجھے ملی ہے، یہ کسی اور کو ملی ہے تو وہاں ایک آدمی اللہ کی حجت کا حامل اور ادب و حق گوئی پر چلنے والا موجود تھا گویا زمین میں اللہ کی حجت تھی، اس نے کہا اے بادشاہ! آپ نے جو سوال کیا ہے آیا مجھے اس کا جواب دینے کی اجازت ہے تو کہا ہاں، تو اس نے کہا آیا ایک ایسے منظر میں کسی کو دیکھا ہے کہ اس کو یہ بادشاہت ملی ہو اور یہ اس کے لئے ہمیشہ رہی ہو، آیا جو چیز آپکو ملی ہے یہ ہمیشہ سے آپ کے پاس تھی یا یہ چیز آپ کو وراثت میں ملی ہے اور وہ بھی آپ سے زائل ہونے والی ہے، کسی اور کی طرف منتقل ہونے والی ہے، جس طرح کسی اور سے آپ کو منتقل ہوئی ہے، بادشاہ نے کہا ایسا ہی ہے تو اس نے کہا آپ کیوں تعجب کرتے ہیں، کیوں مغرور ہو رہے ہیں ایک ناچیز و ناپائیدار اور کم قیمت شے جو انتہائی قلیل مدت کیلئے آپ کو ملی ہے اور ہمیشہ کے لئے آپ سے غائب ہونے والی ہے۔اور کل آپ کو اس کا حساب دینے کیلئے حاضر ہونا ہے تو بادشاہ نے کہا افسوس ہو تم پر پھر فرار کہاں ہے، مطلب کہاں ہے تو کہا یا اپنی سلطنت میں باقی رہو اور اللہ کی اطاعت و بندگی کرو، جو آپ کی پسند و ناپسند ہے، سب میں اس کی اطاعت کرو یا اس تاج کو اتارو، اسلباس کو اتارو، پرانے لباس کو پہن لو اور موت آنے تک اپنے رب کی عبادت کرو۔بادشاہ نے کہا جب سحر ہو جائے گی تو میرا دروازہ کھٹکھٹانا، میں ان دونوں میں سے ایک کو اپناؤں گا اور جو حال ابھی ہے اگر اسی کو اختیار کروں گا تو میں آپ کو وزیر بناؤں گا، آپ کی اطاعت میں رہوں گا، اگر میں نے دشت و بیابان کو انتخاب کیا تو تم میرے ساتھ رفیق بنو گے، میرا ساتھ دو گے جب سحر ہوئی تو اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو دیکھا کہ اس نے تاج ولباس اتار پھینکا ہے اور پرانا لباس زیب تن کئے ہوئے ہے، وہ دشت و بیابان میں جانے کیلئے تیار ہو چکا ہے پھر اس نے جا کر پہاڑوں میں پناہ لی یہاں تک کہ اس کے لئے اللہ کی اجل آئی۔

ہشام یہ سن کر رویا، عمامہ سر سے اُتارا اور خیمہ اٹھانے کا حکم دیا اور جادہ ہشم کو چھوڑ کر قصر میں گئے موالی اور

ھشام کے چاہنے والے اور درباری میرے اوپر ٹوٹ پڑے اور کہا کہ تم نے امیر المومنین کے ساتھ کیا کیا، اس کی لذت کو خراب کیا، ان کے دستر خوان کو نا گوار بنایا، اس نے کہا جاؤ میں نے اللہ سے عہد و پیان کیا ہے جہاں موقعہ ملے گا اللہ کی یاد دلاؤں گا۔

[تاریخ اسلامی تالیف محمود شاکر ج ۴ ص ۲۴۲]

ھشام نے ام حکیم بنت یحییٰ بن الحکم سے ازدواج کیا، ان سے سلیمان اباالغمر پیدا ہوئے جنھیں ابوالعباس سفاح نے قتل کیا، اس سے مسلمۃ، یزید، سعید اور محمد پیدا ہوئے۔ ام عبدہ بنت عبداللہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان سے شادی کی، ان سے یحییٰ اور عبداللہ پیدا ہوئے، ام عثمان بنت سعید بن خالد بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ازدواج کی، ان سے مروان پیدا ہوئے، ان کی اولادوں میں سے معاویہ ہے وہ اپنے باپ کی حیات میں ۱۱۹ھ میں وفات پائی۔ وہ اُن کے ساتھ ۱۰ سال رہے۔ عبدالرحمٰن، عثمان، قریش، خلف، ولید، عبدالملک اور ان کی بیٹیاں ام سلمہ اور ام ھشام تھیں۔ رصافہ میں ۶ ربیع الآخر کو ۱۲۵ھ میں وفات پائی۔

ولید کا سلیمان کو عزل کرنے کا منصوبہ: [طبری ج ۵ ص ۲۶۷]

سنہ ۹۶ ہجری ولید نے ارادہ کیا وہ سلیمان کے پاس جائے اور اسے ولی عہدی سے خلع کرے اور اپنے بعد اپنے بیٹے کے لئے بیعت لے۔ جب یہ حکم سلیمان کو ملا تو اس نے انکار کیا، ان کو بہت سے مال کی پیشکش کی لیکن اس نے انکار کیا۔ اس نے اپنے والیوں کو لکھا عبدالعزیز کی بیعت کے لئے لوگوں کو دعوت دیں تو کسی نے بھی قبول نہیں کیا سوائے حجاج اور قتیبہ اور ان کے خواص کے تو عباد بن زیاد نے کہا لوگ آپ کو اس پر جواب نہیں دیتے، اگر جواب دیں گے تو آپ کے بیٹے کے ساتھ غدر نہ کرنے کی کوئی ضمانت نہیں بہتر یہ ہے کہ سلیمان کو لکھیں وہ خود یہاں آجائے، آپ کی اطاعت ان پر واجب ہے ان سے کہیں یہاں آکر عبدالعزیز کے لئے بیعت کریں یہاں آکر کہیں گے تو انکار نہیں کر سکے گا، اگر یہاں آکر انکار کیا تو لوگ ان کے خلاف ہو جائیں گے تو اس نے سلیمان کو اپنی طرف بلایا۔ اس نے آنے میں دیر کی تو ولید نے اس کے پاس جانے کا ارادہ کیا تا کہ جا کر ان کو خلع کریں چنانچہ لوگوں نے ان سے کہا تیار ہو جائیں اور جب وہ نکلنے کیلئے تیار ہوا تو بیمار ہو گیا اور نکلنے سے پہلے ہی مر گیا۔

ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان بن حکم:- [دولت اموی تالیف علی محمد صلابی ج ۲ ص ۴۸۴]

ولید کا باپ یزید ہے، عبدالملک بن مروان مرتے وقت چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے اس کو ولی عہد نہیں دبنا سکے چنانچہ انھوں نے اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک کو ولی عہد بنایا اور ولید کو ہشام کے بعد نامزد کیا ولید انتہائی فاسد انسان تھا لہٰذا بہت سے القاب فاسد اس کا لقب بنے ہیں وہ بنی مروان میں فاسد و فاجر ہتک حرمت کرنے والا شخص تھا اس کی ماں ام الحجاج محمد ثقفی کی بیٹی تھی ۔کتاب فوات میں آیا ہے وہ بہت مناسب قد اور خوبصورت اور سرخ وسفید چہرے کا مالک تھا اور شاعر بھی تھا، وہ فاسق، شارب خمر اور فسق وفجور میں مستغرق انسان ہونے کے ساتھ ایک ادیب اور علم لغت میں فصاحت و بلاغت کا حامل اور جود وسخا کا مالک تھا، بنی امیہ میں کوئی اس سے زیادہ شرابی اور دین میں بے پروائی دکھانے والا نہیں تھا، ہشام ولید کو بہت چاہتا تھا، ان کی عزت وتکریم کرتا تھا یہاں تک کہ ولید ایک فاسق و فاجر اور شرابی نکلا ،انھوں نے اس کے اعلانیہ فسق وفجو راور شرب الخمر کے خلاف تحریک چلائی ۔ہشام نے اس کے ساتھیوں کو اس سے کاٹنے کے لیے ۱۱۶ھ میں اسے حج کا امیر بنایا تو وہ صندوق میں بند کر کے ایک شکاری کتے کو بھی اپنے ساتھ لے گیا وہ کعبہ کی چھت پر شراب پینے کی نیت سے گیا تھا لوگوں نے اس کی دین سے بے پروائی کو دیکھا چنانچہ اس کے خلاف تحریک چلنے کے بعد اسے ولی عہدی سے ہٹا دیا اور اس کی جگہ ہشام نے اپنے بیٹے مسلمہ کو ولی عہد بنایا۔

ولید کی خلافت سنبھالنے کے بعد علماء دربار خلیفہ سے دور ہو گئے نظام خلافت گرتا اور روبہ زوال ہوتا گیا ،جب اسے پتہ چلا کہ اب لوگ اس کے خلاف نکلیں گے اور اس کو خلافت سے ہٹائیں گے یا اسے قتل کریں گے تو اس نے ایک ماہ میں اپنے دو بیٹوں حکم اور عثمان کو ولی عہد بنایا ،ولید نے انتقامی کاروائی میں اپنے چچا ہشام کے بیٹوں کو مارنا شروع کیا اور پھر ان کو شام بدر کیا۔اس وقت بنی امیہ دو حصوں میں بٹے ہوئے تھے جن میں سے ایک عبدالملک اور دوسرا معاویہ کی نسل سے پھیلنے والے تھے ،عبدالملک کی نسل سے پھیلنے والے سب اس کے خلاف تھے ہجوم لانے والے دارالخلافہ پر ہجوم لائے ،انہوں نے ولید کو قتل کرنے کا اہتمام کیا اس طرح ۲۷ جمادی الآخر ۱۲۶ھ کو ولید ابن یزید بن عبدالملک قتل ہوا۔یہاں سے خلافت اموی کا رعب و دبدبہ اور ہیبت گرتی گئی ۔شام میں بنی امیہ کے حامی قبائل

اور یمنیوں کا آپس میں اختلاف ہوا وہ ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے۔ بنی امیہ میں ایک بڑا اشگاف پیدا ہونے سے بنی مروان اور بنی سفیان میں اختلاف شروع ہوا اور دوسری جگہوں پر بھی ان کے خلاف تحریک چلائی، اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے نکلے۔

ولید بن یزید بن عبدالملک:[تاریخ اسلامی محمود شاکر ج ۴ص ۲۶۰]

ولید بن یزید ۹۰ھ میں پیدا ہوئے، ان کی ماں حجاج بنت محمد بن یوسف ثقفی تھیں یعنی حجاج بن یوسف کے بھائی کی بیٹی تھیں جو عراق میں عبدالملک کے زمانے میں کوفہ وبصرہ کے والی رہے، ان کی ولی عہدی کا عہد ان کے باپ یزید بن عبدالملک نے لیا، یزید بن عبدالملک نے ان کے چچا کے بعد ان کو ولی عھد بنایا تھا، ان کے چچا ان کا بہت احترام کرتے تھے یہاں تک انہوں نے کہ ان کی برائیاں نہیں دیکھیں لیکن جب انہوں نے محرمات کا ارتکاب شروع کیا، شراب نوشی اور فحاشی میں مشغول ہوئے تو ان دونوں میں کشیدگی بڑھ گئی۔ ھشام نے ارادہ کیا ان کو معزول کریں اور ان کی جگہ مسلمہ بن ہشام کو بنایا تو ولید دیہات میں فرار ہو گئے، وہ باہر ہی رہے یہاں تک کہ ھشام مر گئے، زھری ہمیشہ ھشام کو کہتے تھے ان کو خلافت سے ہٹائیں، زھری ولید سے پہلے مر گیا، اگر وہ زندہ ہوتا تو ولید سے بہت اذیت دیکھتا، ھشام فتنے سے ڈرتا تھا لہٰذا اس نے کوئی قدم نہیں اٹھایا، ولید اپنے چچا کے بعد ربیع الثانی میں خلیفہ بنا، اس نے ۳۵ سال عمر گزاری، ابتدائی عمر میں اچھی سیرت پر رہا اور اہل شام کے غریبوں، مسکینوں اور ناداروں کی خدمت اور عطیہ ورواتب میں اضافہ کیا۔ اپنے بعد اپنے بیٹے کو حاکم اور عثمان کو ولی عہد بنایا اور انہیں بیعت عراقین میں یوسف عمر ثقفی کے پاس بھیجا۔ حجاز میں اپنے ماموں یوسف بن محمد بن یوسف ثقفی کو بنایا ہشام کے ماموں ابراہیم محمد بن ہشام بن اسماعیل مخزومی کو ازل کیا، پھر اپنے ماموں کو مدینہ میں والی بنایا، پھر ان کو عراق بھیجا۔

یہاں تک یوسف بن عمر نے انھیں اذیت پہنچائی جس کے باعث وہ مر گئے۔ ان ایام میں اپنے بھائی غمر بن یزید بن عبدالملک سے قبرص میں جنگ کی اور انھیں اختیار دیا شام آئیں گے یا بلاد روم تو بعض شام آئے اور بعض نے روم جانا پسند کیا، ان کے دور میں یحیٰ بن زید بن علی زین العابدین خراسان میں چھپے ہوئے تھے جب ہشام مرا تو دار حریش بن عمرو بن داؤد نے مدینہ بلخ میں قیام کیا جب یہ خبر یوسف بن عمر کو ملی تو انہوں نے یہ خبر نصر بن سیار کو دی،

اس نے اپنے نائب جو بلخ میں تھے، ان کو اطلاع دی اور یحیٰی کے بارے میں خبر دی تو اس نے حریش میں آدمی بھیجے اور انھیں ۶۰۰ تازیانے مارے۔

انھیں یحیٰی کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلا پھر یحیٰی کو پکڑلیا اور زندان میں ڈالا اور نصر بن سیار نے یوسف بن عمر کو خبر دی، انہوں نے اسے ولید کے پاس بھیجا، ولید نے ان کو چھوڑنے کا حکم دیا اور چھوڑ کر ان کو اصحاب کے ساتھ ان کے پاس بھیجا، جب یحیٰی راستے میں تھا تو نصر نے ان پر غدر کیا اور ان کو مارنے کیلئے دس ہزار کا لشکر بھیجا۔ ان کے پاس ۶ (چھ) ہزار آدمی تھے انھوں نے ان سے لڑائی کی اور ان کو قتل کیا یحیٰی نے ان سے اموال لئے۔ ان کی مدت خلافت ۲۱ جمادی الآخر تک ہے جو ایک سال ۳ مہینہ بنتی ہے۔

یزید بن ولید ناقص کے نام سے معروف ہوا کیونکہ اس نے جس چیز اور عطیات میں ولید نے اضافہ کیا تھا اس کو کاٹا۔ یہ نام ان کو ان کے چچازاد بھائی مروان بن محمد نے دیا، وہ رجل صالح تھا، وہ اپنے چچازاد بھائی ولید بن یزید کے خلاف تھا کیونکہ اس نے بہت سے محرمات کو حلال قرار دیا تھا، اس وجہ سے اس کو قتل کیا گیا، اس کو اشجاج بھی کہتے ہیں اور اشجاج اس لئے کہتے تھے کہ عمر بن عبدالعزیز کو شبہات تھے۔ ولید بن یزید کے قتل کے بعد ۲۸ جمادی الآخر کو ۱۲۶ھ کو ان کی بیعت ہوئی۔ وہ ۷ ذی الحجہ کو طاعون سے مرے لہٰذا ان کی خلافت ۶ مہینہ رہی انہوں نے ۳۶ سال کی عمر پائی۔

ولید بن یزید انتہائی حسن و جمال کا مالک تھا قدرت مند شاعر تھا نقش خاتم "یا ولید احذر الموت" تھا، ۹۰ھ میں پیدا ہوا، اس کی ماں حجاج کے بھائی کی بیٹی تھی۔ یہ انتہائی فاسق و فاجر انسان تھا حرمات الٰہی کو پامال کرنے والا تھا' جب اس کا فسق انتہا کو پہنچا تو اہل دمشق بے قرار ہو کر اسے خلافت سے عزل یا قتل کرنے کیلئے نکلے، ان کی جگہ پر ان کے چچازاد بھائی یزید ناقص کو بادیہ سے بلایا اور اسے خلیفہ بنایا چنانچہ اسے قتل کر کے سولی پر چڑھایا۔ اس نے ایک سال چند مہینے خلافت کی، ۳۹ سال کی عمر میں قتل ہو گیا۔

[تاریخ اسلامی محمود شاکر ج ۴ ص ۲۶۴]

ولید کی ماں شاہ فرید بن فیروز بن یزدجرد بن کسریٰ ہے جسے قتیبہ بن مسلم اسیر کر کے لایا تھا، اسکی دو بیٹیاں تھیں ایک اپنے لئے رکھی اور ایک حجاج بن یوسف کو بھیجی، اس نے اس کو ولید کے لئے بھیجا اور اس سے یزید پیدا ہوا جو

ناقص کے نام سے معروف ہوا۔کیونکہ جو عطایا ولید نے بڑھائے تھے،ان کو اس نے کم کیا تھا،یہ لقب انھیں ان کے چچا زاد بھائی مروان بن محمد نے دیا تھا، یزید رجل صالح تھے انہوں نے اپنے چچا زاد ولید بن یزید کے خلاف قیام کیا کیونکہ انہوں نے محرمات کا ارتکاب کیا تھا لہٰذا ان کو قتل کیا۔بنی امیہ میں دو ہی شخص صالح و نیک کے نام سے معروف ہیں ایک عمر بن عبدالعزیز اور دوسرا یزید بن ولید لیکن ان کو ناقص کہا گیا ہے یہ دونوں بنی مروان کے عادل حکمرانوں میں سے تھے۔

ولید بن یزید ۹۰ ہجری میں پیدا ہوا،اس کی ماں ام الحجاج بن محمد بن یوسف ثقفی حجاج بن یوسف والی عراق کے بھائی کی بیٹی ہے،یہ عبدالملک کی حیات میں پیدا ہوا، یزید بن عبدالملک نے اپنی خلافت کے دوران اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک کے بعد ان کی ولی عہدی کیلئے بیعت لی، ہشام ان کا بہت خیال رکھتا تھا اور انہیں عزت دیتا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ شراب خوری اور بدکرداری میں مبتلا ہوا۔جس پر ہشام نے اسے ولی عہدی سے ہٹانے کی کوشش کی اور اس کی جگہ اپنے بیٹے مسلمہ کو ولی عہد بنانے کی سعی کی جس پر ولید فرار ہو کر روپوش ہو گیا، یہاں تک کہ ہشام مر گیا۔زھری ہشام کو بار بار کہتا اسے خلع کریں، زھری ولید کے اقتدار پر آنے سے پہلے وفات پا گیا اگر وہ زندہ رہتا تو ولید کے عقاب کا نشانہ بنتا۔ولید ۶ ربیع الثانی کو ۳۵ سال کی عمر میں والی بنا اور اس کیلئے بیعت لی گئی۔

[فوات الوفیات ج ۲ص ۵۹۰]

ولید بن یزید بن عبدالملک بنی امیہ کا عزل کیا ہوا خلیفہ ہے وہ زندیق وفاسق ،قدو قامت والا،سفید رنگ کا سرخی مائل خوبصورت انسان تھا، وہ ۹۰ ہجری میں پیدا ہوا،۱۲۰ ہجری میں رسافہ میں اس کیلئے بیعت لی گئی اور بخاری سے چند میل دور ۲۷ جمادی الآخر کو ۱۲۶ ہجری میں چالیس سال کی عمر میں قتل ہوا۔اس کے باپ نے اپنی حیات میں ہشام کے بعد اُسے نامزد کیا تھا اس نے اپنے دو بیٹوں عثمان و حکم کو اپنا ولی عہد بنایا تھا،انھیں جیل بھیجا یہاں تک کہ مروان جعدی نکلا،اس نے ان دونوں کو قتل کیا۔ولید نے اللہ کے تمام محارم کی ہتک کی،لوگوں نے اس کو پتھر مارے، وہ قصر میں داخل ہوا،دروازہ بند کیا،لوگوں نے اس کے گھر کا محاصرہ کیا،لوگوں نے کہا ہم تم سے اپنے نفس کی خاطر انتقام نہیں لیتے بلکہ اس لئے انتقام لیتے ہیں کہ تم نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیا ہے۔لوگوں نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اس نے دروازے پر جا کر لوگوں سے سوال و استفسار کیا تم کس جرم میں مجھے قتل کرنا چاہتے ہو کیا میں

نے تمہارے لیے فلاں فلاں خدمات انجام نہیں دیں، تو انھوں نے جواب دیا ہم اپنے لیے تمہارے خلاف نہیں ہوئے۔ ہم شریعت کی خاطر اٹھے ہیں تم نے شراب کو اپنی غذا بنالیا ہے لہو ولعاب کو اپنا شیوہ بنالیا ہے، افعال حرام کو انجام دیتے اپنے اباؤ اجداد کی منکوحات سے نکاح کرتے ہو اور حکم الٰہی کو ہلکا سمجھتے ہو، اس لیے ہم تم سے شریعت کی طرف سے انتقام لینے آئے ہیں، اس نے کہا بہت ہو گیا پھر وہ گھر میں داخل ہوا، اور قرآن اُٹھایا اور قرآن سے خطاب کرتے ہوئے کہا یوم کیوم عثمان یعنی آج کا دن عثمان کو کادن ہے، اب میں قرآن پڑھتے ہوئے قتل ہو جاؤں گا تو یہ نہ کہنا کہ میں شراب پیتے ہوئے اور گناہ کرتے ہوئے قتل ہو گیا، اس نے اپنے قتل کو ایک مظلوم انسان کا قتل بنانے کی کوشش کی قرآن اٹھا کے کھولا تا کہ قرآن پڑھتے وقت یہ لوگ مجھے قتل کریں تو اس وقت یہ آیت نکلی ﴿وہ ہماری آیات سے روگردانی (دشمنی) کرتا تھا)﴾ (مدثر ۱۶) اس آیت کی وجہ سے اسے قرآن کریم پر غصہ آیا تو قرآن کو چھوڑ کر شعر میں قرآن سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''تم مجھے ڈراتے اور دھمکی دیتے ہو، اگر قیامت کے دن اپنے رب کے پاس پہنچے تو اللہ سے کہنا کہ ولید نے مجھے پارہ پارہ کر دیا، پھر عبد اسلام لخمی نے اس کے سر پر مارا اور کسی نے اس کو چھرا مارا، پھر وہ ختم ہوا اور اس کو گھسیٹتے ہوئے لے گئے اور یزید ناقص اس کا سر لے کر مسجد میں آیا، سجدہ کیا اور جس نے یہ سر لایا تھا ان کو ایک لاکھ درہم دیئے اس کے سر کو نیزہ پر صلوۃ جمعہ کے وقت بلند کیا، جب اس کے بھائی سلیمان نے دیکھا تو کہا اللہ تم کو ختم کرے، میں گواہی دیتا ہوں تو شراب پیتا تھا، فاسق و فاجر تھا تم مجھے اپنی طرف بلا رہے تھے، تم تمام گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا، اس لئے اہل شام اس کے خلاف نکلے، کبھی وہ مستی میں نماز پڑھتا تھا، ہشام کے زمانہ میں وہ خلافت کو دیکھتا رہتا تھا، انتظار میں تھا، ایک دن اس نے قرآن کو اٹھایا تو سورہ ابراہیم کی آیت ۱۵ پر نظر پڑی، تو اس نے قرآن کو سامنے رکھا اور اس کو نشانہ بنا کر تیر مارا اور ایک شعر میں قرآن سے خطاب کرتے ہوئے کہا تم مجھے دھمکی دیتے ہو میں ہی وہ جبار عنید ہوں جس کا تم نے اس آیت میں ذکر کیا ہے، اس نے رمضان المبارک کے مہینے کا ستقبال شراب اور رجوئے سے کیا اور اس نے ایک شعر پڑھا، جب لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ تارک صلوٰۃ وصوم ہے تو کہا کہ لوگوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ہماری عیب جوئی کریں، تمہارے ذمہ ہے کہ ہمارے حق میں دعا کریں اور ہماری اطاعت کریں، تمہارے لیے ہمارے ذمہ ہے کہ عدل و احسان کریں، اس نے تمام محارم کو مباح قرار دیا جس پر اس کا خون بہانہ مباح ہو گیا ۔ وہ ہمیشہ گانا گانے اور رقص کرنے والوں کو ساتھ رکھا کرتا تھا۔

[اعلام زرکلی ج ۸ص ۱۲۳]

ولید بن یزید لہو ولعب اور گانا سننے میں مستغرق رہتا تھا، وہ شعر اور رقیق موسیقی کا عاشق تھا۔ابو فرج اصفہانی نے نقل کیا ہے وہ طبل وعود اور دف و ڈھول کا عادی تھا۔سید مرتضی نے کہا ہے وہ کھلا ملحد اور فاسق انسان تھا۔ابن خلدون نے کہا ہے اس کی برائیاں حد سے زیادہ ہیں بعض نے کہا یہ سب دوسروں نے اس سے نسبت دی ہے۔وہ ۱۲۵ھ میں ہشام کی وفات کے بعد اقتدار پر آیا اور ایک سال تین مہینے اقتدار پر رہا۔لہو ولعب میں مستغرق ہونے کی وجہ سے ان سے چھپ کر یزید بن ولید بن عبد الملک کی بیعت کی اور اعلانیہ ان کو بیعت سے خلع کیا۔ولید کو یزید کے آدمیوں نے اس کے قصر میں قتل کیا۔اس کو قتل کرنے والا عبد العزیز بن حجاج بن عبد الملک تھا اور ان کے سر کو دمشق کی جامع مسجد میں لٹکایا گیا، یہاں تک یہ سر دور ماموں تک دمشق میں آویزاں تھا انہوں نے ۲۱۵ھ میں اس کو محو کیا۔

[تاریخ اسلامی تالیف شاکر محمود ج ۴ص ۲۶۴]

ولید نے اپنے چچا کی اولاد کے ساتھ زیادتی کی ،سلیمان کو سوتازیانے مارے، اس کے سر اور داڑھی کو منڈوایا، اسے عمان کے زندان میں بھیجا اور عباس بن عبد الملک کو رسافہ بھیجا اور یمانیہ میں خالد بن عبد اللہ قسری کو یوسف بن عمیر ثقفی کے حوالہ کیا اور اپنے دو بیٹوں جو نابالغ تھے،ان کیلئے بیعت لی، پھر ان کی حرکات وسکنات خراب ہوئیں، انھوں نے محرمات کا ارتکاب کیا جو لوگوں پر گراں گزرا۔لوگ ان پر ٹوٹ پڑے، لوگوں نے خاموشی سے ان کے چچازاد بھائی یزید بن ولید کی بیعت کی، وہ لوگوں کے نزدیک نیک و صالح انسان تھے تو یزید نے ولید کو جو شام سے غائب تھا، ان کو اقتدار سے ہٹانے کا اعلان کیا، جس وقت وہ اردن کے شہر اغدب میں قیام پذیر تھے۔انہوں نے اپنا نائب شام میں اپنے ماموں عبد الملک بن محمد بن یوسف ثقفی کو متعین کیا، وہ وہاں سے فرار ہو گیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو شام میں متعین کیا۔یزید بن ولید دمشق میں داخل ہوئے اور ایک گروہ کو عبد العزیز بن حجاج بن عبد الملک کی قیادت میں یزید بن عبد الملک کے پاس بھیجا اور جہاں وہ بیٹھے تھے، وہیں ان کو قتل کیا، وہ نعمان بن بشیر کے قصر میں بیٹھے تھے ۲۸ جمادی الآخر کو اسال ۲ مہینہ اقتدار پر رہنے کے بعد وہ قتل ہوا، ولید کی یہ اولادیں تھیں:

حکم، عثمان، یزید، عباس، عاص، سعید، موسیٰ، فتح، فہد، قصی، لوئی، واسد، زواب، مومن اور چند بیٹیاں ہیں ان کی زوجات میں عاتکہ بن محمد بن عثمان بن محمد بن ابی سفیان بن حرب ہے ان سے عثمان ام عبد الملک بن سعید پیدا

ہوئے۔

یزید ناقص بن ولید بن عبدالملک بن مروان:

یزید بن ولید بن عبدالملک الناقص کو اپنے چچازاد بھائی کے بعد خلافت ملی اسے 'ناقص' لقب ملنے کی توجیہ میں لکھتے ہیں کہ اس نے لشکر کی تنخواہ میں کمی کی تھی ۔اسکا نقش خاتم "یایزید قم بالحق تنصر" تھا کہتے ہیں یہ کعبہ میں پیدا ہوا،ان کی ماں کا نام 'طریفۃ' تھا وہ شاہان ایران کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی وہ فیروز بن یزدجرد بن کسریٰ کی بیٹی ہے فیروز کی ماں ''بنت شرویہ'' ہے شرویہ کی ماں خاقان بادشاہ ترک کی بیٹی ہے فیروز کی ماں کی ماں قیصر عظیم روم کی بیٹی ہے۔یہ پانچ مہینے ۲۲ دن خلافت پر رہنے کے بعد طاعون سے مرا۔

یزید بن ولید:

۹۱ ہجری میں عبدالملک کے زمانہ میں مکہ میں پیدا ہوا اور اسکے لئے جمادی الآخر ۱۲۶ ہجری میں بیعت لی گئی ،جس وقت اس کی عمر ۳۵ سال تھی اس کی مدت خلافت ۵ مہینہ دو دن رہی اور ذی الحجہ ۱۲۶ ھ میں وفات پائی مروان بن محمد نے ان کی قبر کو نبش کیا اور ان کو سولی پر چڑھایا وہ بنی امیہ کا بلیغ ترین انسان تھا۔

یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان بن حکم: [فوات الوفیات ج ۲ ص ۶۳۷]

یزید بن عبدالملک عمر بن عبدالعزیز کے بعد ۲۴ رجب ۱۰۱ ہجری کو ۲۷ سال کی عمر میں سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے ولی عھدی کی بنیاد پر خلیفہ بنا،وہ شہر شام کے بلقا میں یا امان میں ۲۵ شعبان ۱۰۵ ہجری کو ۴۱ سال کی عمر میں مرا۔وہ طویل جسامت تھا متکبر و مغرور تھا اُس کو یزید ماجن بھی کہتے تھے اس نے خلیفہ بننے کے بعد شرک و گناہان کبیرہ کی طرف رُخ کیا۔آخری دنوں میں وہ کہتا تھا لوگ کہتے تھے خلفاء کو ایک دن سکون و آرام نہیں ملتا ہے،میں اس بات کو جھٹلاؤں گا پھر وہ اپنی تمام لذات اور عیش و نوش میں مستغرق ہوا اور حکم دیا ہر وہ چیز جو میرے لئے ناپسند و مکروہ ہے،سب کو ہم سے دور کریں۔

ولید بن یزید کو ۲۸ جمادی الآخر ۱۲۶ ھ کو قتل کیا گیا تھا۔یزید اسی سال میں ۷ ذی الحج کو طاعون کے مرض سے مر گیا،اس کی مدت اقتدار ۶ مہینہ تھی ان کی عمر ۳۶ سال تھی ،اُس کی اولاد میں خالد اور ولید ہیں،ان دونوں کو محمد

بن مروان نے قتل کیا۔ یزید کے حالات مضطرب ہوئے، فتنے بڑھ گئے، بنی مروان آپس میں اختلاف وانتشار کا شکار ہوئے، سلیمان بن ہشام بن عبدالملک جو کہ عمان میں بحکم ولید میں تھا، مال و دولت پر قابض ہوا، اس کے بعد وہ دمشق آیا اور ولید پر لعن کیا اور یزید نے ان کو محترم گردانا اور انھیں ان کا مال واپس کیا۔ ان کی بہن ام ہشام کو سلیمان کے عقد میں دیا، اہل حمص نے ان کے خلاف تحریک چلائی، عباس بن ولید بن عبدالملک کے گھر پر حملہ کیا، اس گھر کو گرایا، عباس وہاں سے فرار ہو کر دمشق آیا، اس طرح اہل حمص نے ولید بن یزید کی خون خواہی کی اور انہوں نے ولید کے بیٹے حکم کی خلافت کا اعلان کیا۔ ان کے امیر مروان بن عبداللہ بن عبدالملک کو خلع کیا اور اس کے بیٹے کو قتل کیا اور اپنے اوپر معاویہ بن یزید بن حصین کو امیر بنایا، لشکر کو خط لکھا کہ ولید کا انتقام لے لیں۔ ہر طرف سے لشکر آیا پھر محمد سفیان اہل حمص سے لشکر لے کر دمشق آیا تو سلیمان بن ہشام ایک لشکر لے کر ان کی طرف گئے، اہل فلسطین نے یزید بن سلیمان کی بیعت کی۔ اہل اردن نے محمد بن عبدالملک بن مروان کی بیعت کی تو انھیں یزید نے ایک لشکر بھیجا۔ حمص نے سلیمان بن ہشام کی بیعت کی اور یوسف بن عمرو ثقفی کو عراق سے عزل کر کے ان کی جگہ منصور بن جمہور کو رکھا اور انھیں عراق کے ساتھ سندھ، بجستان، خراسان وغیرہ دیا۔ اس وقت مروان بن محمد ارمینیہ میں تھے انہوں نے ولید کے خون کا مطالبہ کیا اور خود دمشق آیا اور اُس کے ساتھ موافقت کی اور بیعت کی پھر یزید بن ولید کو حجاز سے معزول کیا، پھر یزید نے اپنے بعد اپنے بھائی ابراہیم بن ولید کے لئے بیعت لی اور ان کے بعد عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کے لئے۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرا، یزید ۷ ذی الحج ۱۲۶ھ کو وفات پا گیا۔ اس دوران عرب قبائل قیسیہ اور یمانیہ میں جنگ زور پکڑتی گئی، جہاد کی شکل ختم ہوئی اور عصبیت نے سر اٹھایا یہاں تک کہ فتنہ خراسان تک پھیل گیا جہاں اکثر یمنی تھے کیونکہ وہاں آل ملھب بن ابی سفرہ تھے جبکہ اسد بن عبداللہ قسری اور ان کے بھائی خالد بن عبداللہ جو عراقین کے والی تھے ان کا تعلق یمانیہ سے تھا جو ان کی طاقت بن گئی۔

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک بن مروان:

یزید ناقص کی موت کے بعد اس کا بھائی ابراہیم بن ولید ۱۲۶ھ میں خلیفہ منتخب ہوا، ان کا نقش خاتم "تو

کلت علی الحی القیوم'' تھا اس کی خلافت انتہائی اضطراب میں رہی، وہ ایک ہفتہ خلیفہ کے نام سے خطبہ دیتا تھا ،دوسرے ہفتے امیر کے نام سے اور تیسرے ہفتہ کوئی بھی نام نہیں لیتا تھا، اس کی خلافت کے دوران مروان بن محمد نے قیام کیا، لوگوں نے اس کی بیعت کی، ابراہیم فرار ہو گیا، پھر واپس آ کر اپنے آپ کو معزول کیا، خلافت مروان کے حوالے کی، ابراہیم ۱۳۲ھ تک زندہ رہا اور پھر بنی عباس کے قتل عام میں وہ بھی مارا گیا۔

یزید بن ابی مسلم اور سلیمان بن عبدالملک:۔[نقص العرب ج ۴ ص ۳۶۸]

یزید بن ابی مسلم رئیس پولیس حجاج، حجاج کے مرنے کے بعد سلیمان بن عبد الملک کے پاس حاضر ہوا ،سلیمان نے ان سے کہا اللہ اس کو ختم کرے جس نے تم کو اس عھدے پر رکھا اور اپنی امانتوں کا امین بنایا۔اس نے کہا یا امیر میں دیکھ رہا ہوں کہ اب خلافت آپ کی ہے، وہ ہم سے گزر گیا ہے اگر آپ اس وقت دیکھتے جب اقبال نے میری طرف رخ کیا اور جو چیز ابھی آپ کو حقیر نظر آ رہی ہے وہ آپ کو بڑی نظر آتی اس وقت آپ جو کچھ بڑا دیکھ رہے ہیں وہ نہیں دیکھتے، سلیمان نے کہا آیا حجاج جہنم میں مستقر ہوا ہے تو کہا یا امیر یہ بات نہ کہو حجاج ہی تھا جس نے آپ کو یہ منابر تیار کر کے دیا ہے اور جباروں کو آپ کیلئے خاضع کیا ہے وہ قیامت کے دن آئے گا دائیں طرف آپ کا باپ ہو گا بائیں طرف آپ کا بھائی ہو گا۔

مروان بن محمد حمار:۔[اخبار الدول فی التاریخ تالیف احمد خطیط ج ۲ ص ۵۸]

مروان بن محمد ۷۲ھ میں پیدا ہوا ، ابراہیم بن ولید کی موت کے بعد خلیفہ منتخب ہوا، اسکا نقش خاتم ''ذکر الموت یا غافل'' تھا وہ شجاع اور با ہیبت انسان تھا، سفید رنگ معتدل قامت تھا، داڑھی بھری ہوئی تھی ،وہ شدید مشکلات میں متحمل و صابر تھا اسی وجہ سے اسے ''حمار'' کہا گیا ہے۔۷۲ھ کو جزیرہ میں پیدا ہوا، جہاں ان کے والد والی تھے ان کی ماں ام ولد ہے ان کا نام لبابہ کر دیہ ہے۔عرب اگر کسی کو صبر میں مشکلات میں غیر عادی پاتے تھے تو کہتے ہیں اصبر من حمار جنگوں میں گدھے سے زیادہ صبور ہے۔ان کی انگوٹھی پر نقش تھا''اے غافل! موت کو یاد کرو!'' ان کے دور میں ابو مسلم خراسانی صاحب دعوت عباسی منظر عام پر نمودار ہوئے۔کوفہ میں ابو العباس سفاح نکلے جو لوگوں سے خلافت کیلئے بیعت لیتے تھے۔اس نے اپنے چچا عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس کو مروان سے لڑنے

کے لئے بھیجا تھا، دونوں لشکر قرب محصل میں آمنے سامنے ہوئے اور شدید جنگ چھڑی۔ اس وقت دمشق عبداللہ کے ہاتھ میں آیا، مروان کو شکست ہوئی، اس جنگ میں چندین ہزار بنی امیہ و غیر بنی امیہ مارے گئے، مروان فرار ہو کر مصر گیا اور ان کے لشکر کے بے تحاشا افراد مارے گئے۔

عبداللہ بن علی ان کا پیچھا کرتے ہوئے نہر اردن تک پہنچے یہاں کچھ بنی امیہ کے لوگ ملے جو تقریبا ۸۲ افراد تھے، سب کو قتل کیا، پھر عبداللہ نے حکم دیا، ان کو کھینچیں اور پھر ان کے اوپر کچھ بچھایا اور اس پر اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھا پھر اس پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا، ان کے نیچے سے آوازیں آتی تھیں عبداللہ نے الیوم کیوم الحسین کہا۔ مروان جب بوصیر پہنچا جو ایک گاؤں تھا تو اس نے پوچھا اس گاؤں کا کیا نام ہے تو انہوں نے بتایا بوصیر ہے تو کہا سب کی برگشت اللہ کی طرف ہے پھر وہ وہاں موجود کلیسا میں داخل ہوا تو وہاں موجود خادم نے ان کے خلاف جاسوسی کی۔ اس کے چند دن کے بعد عامر بن اسماعیل مذنی جو مقدمہ لشکر صالح بن علی سفاح کے چچا کے ساتھ تھے انہوں نے کلیسا پر حملہ کیا، مروان سے جنگ لڑی، مروان قتل ہوا، ان کے سر کو اس جگہ پر کاٹا، زبان کو کاٹا اور زبان کو پھینک دیا اور ایک بلی نے آ کر اس زبان کو کھایا، مروان ۱۳۲ ہجری میں ۵۶ سال کی عمر میں مرا اس کا اقتدار ۵ سال ۱۰ مہینہ اور ۷ دن رہا، یہ خلفاء بنی امیہ کا شام میں آخری خلیفہ تھا۔

لیکن جب خلافت شام میں بنی عباس میں منتقل ہوئی اور انہوں نے بنی امیہ کا قتل عام کیا، عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک یہاں سے فرار ہو کر مغرب گیا جہاں اہل اندلس نے ۱۳۹ ہجری میں ان کی بیعت کی، اُس نے وہاں ایک والی کی حیثیت سے ۳۳ سال ۴ مہینہ حکمرانی کی، اُس نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی تو لوگوں نے اُس کی دعوت کو قبول کیا اور اُس کی اطاعت کی، اس نے ۱۷۱ ہجری میں وفات پائی، ان کے بعد ان کے بیٹے ہاشم بن عبدالرحمٰن نے ۷ سال ۷ مہینہ ۸ دن حکومت کی اور ۱۸۰ھ میں وفات پائی، انہوں نے اپنے بعد اپنے بیٹے حکم بن ہشام کو جانشین بنایا۔ اس طرح اندلس میں ان کے ۱۷ افراد نے حکومت کی، اس کے بعد اندلس میں قریہ ہر روسا نے علم بغاوت و نافرمانی بلند کیا اور طوائف الملوکیت کی شکل اختیار کی، اس طرح حکومت اموی اندلس میں اپنے اختتام کو پہنچی۔

[فوات الوفیات ج ۲ ص ۴۰۵]

مروج الذہب ص ۲۷۱ جب مروان بن محمد بن مروان نے یزید ناقص کی وفات کی خبر سنی تو وہ ارمینیہ سے اپنے لشکر کے ساتھ اقتدار لینے کیلئے آیا تو ابراہیم نے اپنے بھائی بشر اور مسرور کو ایک لشکر کے ذریعہ مروان کو روکنے کیلئے بھیجا تو ان دونوں کے لشکر کو شکست ہوئی اور بشر و مسرور دونوں اسیر ہوئے، پھر سلیمان بن ہشام بن عبدالملک سے جنگ لڑی اور اُس کو بھی شکست دی۔ پھر ابراہیم خود نکلے، مروان اس وقت مرج دمشق میں تھا، ابراہیم نے کثیر اموال وخزائن کو بزل کیا لیکن ان کے اصحاب نے ان کا ساتھ نہیں دیا تو وہ خلافت سے خلع ہوئے تو خود لوگوں نے مل کر مروان کی بیعت کی، اس فتنہ میں یوسف بن عمرو ثقفی بحبن میں جیل میں قتل ہوئے، ان کو یزید بن ولید نے عثمان بن ولید بن یزید کے ساتھ زندان کیا تھا، ان دونوں کو حملان کہتے تھے۔ جب ابراہیم بن ولید پیچھے ہٹے اور مروان نے ان کو مغلوب کیا تو ابراہیم کا لشکر ڈر گیا کہ مروان دمشق میں داخل ہوگا اور ان دونوں کو یوسف کے ساتھ نکالیں گے تو یہ لوگ اندر گئے، یزید بن خالد بن عبداللہ قسری کو قتل کیا اور اپنے باپ کا انتقام لیا اور یوسف کے پاؤں میں رسن ڈالی اور اس کو شاہراہ عام پر گھسیٹا تو یزید بن خالد نے بھی یہی کام کیا، اسی طرح عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک بھی قتل ہوگیا۔

سنہ ۱۲۸ھ میں ضحاک بن قیس خارجی نے قیام کیا، اس نے بصرہ وموصل پر قبضہ کیا اور پوری مملکت پر حملہ کیا، مروان ڈر گیا اور خود ان سے مقابلہ کیلئے گیا، دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوگئے، ضحاک کے لوگوں نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ پیچھے ہٹ جائے تو اس نے کہا مجھے تمہاری دنیا کی کوئی حاجت نہیں، میں نے اللہ کیلئے لڑنا ہے، ان پر حملہ کرنا ہے اللہ خود فیصلہ کرے گا، میرے اور ان کے درمیان میں میرے اوپر ساٹھ درہم قرضہ ہے، اس نے صبح سے شام تک جنگ لڑی، مروان کو شکست دی اور اس کے خیمہ پر قبضہ کیا۔

مروان بن محمد کے زمانے میں ابو مسلم نے ظہور کیا اور سفاح کے لئے بیعت لی، عبداللہ بن عباس عم سفاح نے لشکر کشی کی، مروان کے ساتھ بہت سخت جنگ ہوئی، دمشق محصور ہوگیا اور چند ین ہزار شامی واُموی مارے گئے، مروان مصر فرار ہوگیا اور عبداللہ نے اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ اسے نہر اُردن پر جالیا جہاں اُسکے ہمراہ بیاسی (۸۲) افراد بنی امیہ کے تھے، ان سب کو قتل کیا، قتل سے پہلے ان کو مجروح کر کے ان کے اوپر بیٹھ کر ان کی فریادوفغان کو سن کر لذت اٹھائی، مروان حمار فرار ہو کر بوصیر پہنچا تو اس نے جگہ کا نام پوچھا کسی نے کہا، بوصیر ہے تو کہا الی اللہ المصیر، پھر کلیسا میں داخل ہوگیا تو وہاں مروان کو خبر ملی کہ اسکے خادم نے اسکے خلاف مخبری کی ہے اس نے اس پر

خادم کا سر اور زبان کاٹ کر پھینک دی، پھر عامر بن اسماعیل الحرثی جو کہ سفاح کا چچا تھا نے مروان سے جنگ کی، پانچ سال دس مہینے کے بعد ۱۳۲ھ میں مروان قتل ہوا اور بنی امیہ کا خاتمہ ہو گیا۔

زوال امیہ و قیام عباسیہ: [تاریخ اسلام حسن ابراہیم حسن]

۸۰ سالہ حکومت کرنے کے بعد بنی امیہ کا شام کی مرکزی حکومت سے بھی خاتمہ ہوا، انکے خاندان کے چھوٹے بڑے، مردوں اور عورتوں کا قتل عام ہوا، انکے اموال پر قبضہ ہوا۔ کیوں دوسرے گروہ جن میں، خوارج، انصار، علوین، طالبین، طیارین شامل تھے، اقتدار سے محروم ہوئے۔ ایک مورخ تاریخ جو عمق و گہرائی، تسلسل قانون اسباب و علل کے تحت بات کرتا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیں، خاص کر وہ افراد جن کا کہنا ہے کہ تاریخ اسباق عبرت ہے، تاریخ ہمیں درس دیتی ہے اور وہ فلسفہ تاریخ کے معتقد ہیں۔

قارئین کرام! ان سوالات کے بارے میں ہم اسی کوتاہ نظری اور تجرباتی نقطہ نظر سے پہلے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح تاریخ کے صفحات صحیح و سقم سے پر ہیں، تجزیہ و تحلیلات بھی جانب داری، عصبیت گرائی اور قلم فروشی سے ممیز ہیں، اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارے ملک میں کالم نگار جب حالات کا تجزیہ و تحلیل کرتے ہیں تو وہ بے لوث تجزیہ کرتے ہیں، غیر جانبدار رہتے ہوئے حقائق سے کشف نقاب کرتے ہیں، ایسا نہیں ہے، ان کے بھی پیٹ ہیں، ان کی بھی ایک قوم ہے اور ان کی بھی ہمدردیاں کسی نہ کسی کے ساتھ ہیں، یہ بھی مقام پرست اور زر پرست ہیں۔ چنانچہ ہمیں تاریخ کی تحقیق کے ساتھ تجزیہ نگار و تحلیل گروں کی بھی تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔ آئیں اصل مطلب پر آتے ہیں کہ حکومت بنی امیہ کا زوال کیونکر ہوا؟ ان کی جگہ پر کیوں عباسین جاگزین ہوئے اور کوئی اور گروہ کیوں نہیں قابض ہوا؟ لیکن تحلیل سے پہلے اسکے وسائل و ذریعہ تحلیل سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ جس طرح کسی کاریگر کیلئے کوئی مشین کھولتے وقت اوزار رکھنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہمیں ان اوزاروں کو تلاش کرنا ہے ہمارے پاس تین عناصر ہیں:

۱۔ حاکم وقت　　　　۲۔ رعیت بشمول سیاہ و سفید، احزاب موافق و مخالف

۳۔ فریق معارض

یہاں ہمیں مندرجہ بالا ان تینوں عناصر کو مدنظر رکھنا ہوگا:۔

ا۔مقتدر حکمران:

حضرت عمر بن خطاب نے اپنے ابتدائی خطبہ میں اپنی حکومت کی پالیسی کا اعلان کیا جسے آپ دور رشادہ میں خطبہ عمر بن خطاب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں لہٰذا ان کا بارہ سالہ حکومتی دور تمام شکایات کے باوجود، بغیر کسی ڈاکہ اور بغیر قتل وغارت گری، امن وامان اور فتوحات کے ثمرات کے ساتھ گزرا۔خلیفہ سوم عثمان بن عفان کی حکومت کو دیکھیں تو وہ نرم مزاج، بردبار اور حلیم طبیعت کے مالک انسان تھے حتی مخالفین ومعارضین کو ڈانٹ ڈپٹ سے پرہیز کرنے والے اور طاقت کے استعمال کرنے سے گریز کرنے والے تھے۔حضرت علی نے انہیں مشورہ دیا، آپ آگے ہوں، ہم آپ کے پیچھے رہیں گے اور محاصرین کو بھی کچل دیں گے تو حضرت عثمان نے کہا ہم مسلمانوں سے جنگ نہیں لڑیں گے۔

زیاد بن ابیہ، حجاج بن یوسف، عبدالملک بن مروان کی حکومتیں ہیں۔کوفہ میں جب مغیرہ بن شعبہ تھا تو ہمیشہ ہنگامہ رہتا تھا جب سے وہاں کے لوگوں نے زیاد بن ابیہ کا خطبہ بترا سنا تو بہت کچھ امن قائم ہوگیا۔گرچہ اس امن کی راہ میں چند بہترین ذوات کو قربانی دینا پڑی اور سختیوں اور شقاوت کا سامنا کرنا پڑا سے اس طرح حجاج بن یوسف سے بھی خطرہ تھا ان کے بقول سقیم کی جگہ پر صحیح قربانی دینی چاہئے لہٰذا مت، بہت کچھ امن وامان میں رہی، خوارج دب گئے، ولید بن عبدالملک، سلیمان وغیرہ نے چین سے زندگی گزاری اور اپنے مخالفین کو اپنے امراء کے ذریعہ دردناک سزائیں دیں۔جوں ہی عمر بن عبدالعزیز کی حکمرانی قائم ہوئی تو انہوں نے تھوڑا سا امن اور حقیقی عدل وانصاف قائم کیا اور عوام پر رحم وکرم کیا تو پھر خوارج نے سر اٹھانا شروع کیا غرض جب حکومت امن وامان کے نام سے استبداد واستحصال پر انحصار کرے گی تو بنی امیہ جیسی حکومتیں قائم ہوں گی کہ جنہوں نے تنہا دیگران کو محروم نہیں کیا بلکہ خود اپنے خاندان کے بھی لائق وصالح افراد کو ان کے حق اقتدار سے محروم کیا اور اپنے نااہل بچوں اور مجرمین وفاسقین کو اقتدار پر لائے، یہاں سے ہی اقتدار کی خواہش کے رقیب وحریف بہت نکلے۔یہاں سے حاکم نے صحیح اور صالح مشورہ دینے والے والیان کو بھی اپنے اقتدار کے دوام کے لئے عبرت ناک سزا وعقاب کا نشانہ بنایا اور ان کو تہ تیغ کرنا شروع کیا تو ظلم وتشدد اپنی انتہاء کو پہنچا اور اوباش بچے اور مجرمین اقتدار پر آئے یہ تھی حاکم کی صورت حال۔

۲۔رعیت:

ا۔نبی کریمؐ کے دور میں امت میں کوئی دوسرا فرقہ اور حزب نہیں تھا،حضرت ابوبکراور حضرت عمر کے دور میں بھی ایسا ہی تھاحتیٰ حضرت عثمان کے دور میں انشقاق پیدا ہوا۔اسی طرح صفین میں حضرت علی کے دورِ خلافت سے تین گروہ وجود میں آئے شیعان علی،شیعان بنی امیہ اور خوارج لیکن شام میں اپنی جگہ انتہائی اتفاق وانسجام کے ساتھ باقی تھا۔

۲۔معاویہ بن یزید کے بعد خلافت واقتدار اس گھرانے سے نکلنے کے بعد امت عرب میں شگاف آیا۔عرب دو قبیلوں پر مشتمل تھے موت معاویہ ابن یزید اور سقوط حکومت آل ابی سفیان جس کے لئے معاویہ کی تمام تر کوشش تھی یہ خلافت و حکومت آل ابی سفیان میں مستقل رہے۔لیکن مداخلت ربانی نے ان کی یہ خواہش ناکام بنا دی،یعنی اس کو ہوا میں منتشر کردیا لہٰذا ان کا خاندان خلافت وحکومت سے محروم ہو گیا۔اس وقت حکومت اموی میں شگاف و دراڑ پڑ گئی جو کہ عرصہ چالیس سال سے متفق ومتحد اور منسجم تھی۔اس وقت شام میں دو بڑے قبائل تھے ان میں ایک بڑا قبیلہ قیسیون تھا اس کی اصل اور برگشت یمن سے تھی۔ان کی خواہش تھی اقتدار جس کو بھی ملے لیکن دارالخلافہ دمشق ہونا چاہیے چنانچہ ان کے ایک جنگی قائد حصین بن نمیر جس نے عبداللہ ابن زبیر کو مسجد الحرام میں محصور کیا ہوا تھا،اس نے جب یزید کی موت کی خبر سنی تو اس نے عبداللہ ابن زبیر سے کہا کہ میں آپ کی بیعت اس شرط پر کروں گا کہ آپ میرے ساتھ شام جائیں کیونکہ میرے پاس جو لشکر ہے وہ قائدین شام پر مشتمل ہے جو کہ میری حکم عدولی نہیں کرتے ہیں،آپ میرے ساتھ چلیں،میں شام میں آپ کی حکومت کو مستحکم کروں گا لیکن عبداللہ زبیر نے اس کی تجویز کو نہیں مانا۔

جبکہ دوسرا گروہ قبیلہ کلبیون کا تھا،امیر معاویہ ان کا داماد تھا اور یزید کی ماں اس قبیلے سے تھی،ان کی خواہش تھی خلافت بنی امیہ میں ہونی چاہئے اور اس کا دارالخلافہ دمشق ہونا چاہیے تو اس حوالے سے یہ دو گروہوں میں تقسیم ہوئے۔قیسیین میں ضحاک بن قیس فہری جو ایک عرصہ تک شام میں معاویہ اور یزید کی حکومت میں قائد لشکر رہے اور پورا شام ان کے کنٹرول اور قابو وتسلط میں تھا۔لہٰذا ضحاک بن قیس فہری اور حصین بن نمیر نے عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کی اوران کے مقابلے میں کلبیون کی خواہش تھی خلیفہ خالد بن یزید کو ہونا چاہئے لیکن چونکہ وہ نوعمر تھے،اس لیے لوگ ان پر راضی نہیں ہوئے اور کہا اس منصب کے لئے تجربہ کار اور عمر رسیدہ انسان چاہیے۔لہٰذا انھوں نے مروان کو انتخاب کیا ،یہ گروہ شام کے جابیہ نامی ایک گاؤں میں جمع ہوئے اور اہل شام کو متحد کیا اور دوسرے گروہ جس نے عبداللہ ابن زبیر

کی بیعت کی تھی کے مقابلے میں کامیاب ہوئے اور مروان کو وقتی طور پر خلیفہ نامزد کیا۔

۳۔معارض:

معارض کی شکل وصورت ،قدرت وتوانائی وانداز ہر جگہ اور ہمہ وقت یکساں نہیں رہتی بلکہ یہ شب وروز سے زیادہ تیز رفتار لمحات والی سواری پر سوار رہتے ہیں، ان کے اندر تغیرات وتبدیلیاں آتی رہتی ہیں ۔حکومت بنی امیہ کے معارض کون تھے، کب وجود میں آئے اور انہوں نے کب زیادہ سرگرمی دکھائی اور آخر میں اقتدار کی کرسی پر کون پہلے پہنچا، انہوں نے کیسی کیسی چالیں چلیں اور انھیں کامیابی کیوں اور کیسے حاصل ہوئی ۔ان سوالات کا جائزہ لینے سے پہلے ہم اس بحث کے دو مرحلوں میں تجزیہ وتحلیل کریں گے:

ا۔معارض کی شناخت ونوعیت۔

۲۔بنی امیہ کے معارض کون تھے۔

۳۔آخر میں کونسا معارض کرسی اقتدار پر فائز ہوا۔

۴۔اس کرسی کیلئے سبقت کرنے والے کون تھے اور کیسے یہاں تک پہنچے۔

یہاں ہم پہلے مرحلہ میں معارض کا تعارف پیش کرتے ہیں، معارض یعنی مقتدر حاکم کے بدیل حکمرانی یا اس کے نعم البدل کے خواہاں کو معارض کہتے ہیں یہ افراد کا ایک چھوٹا یا بڑا ٹولا ہوتا ہے' رفتہ رفتہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔اختلافات ہی سے ان کی طاقت وقدرت ختم ہو جاتی ہے چنانچہ کہتے ہیں اختلاف پھیلاؤ تا کہ تمہاری حکومت کو دوام ملے یہ مقولہ افلاطون ہے انھوں نے سکندر مقدونی سے کہا تھا۔ نئے ٹولے وجود میں آتے ہیں پھر پرانے ٹولوں میں شگاف آجاتا ہے چنانچہ اس وقت دنیا دیکھ رہی ہے کہ امریکہ میں کتنے احزاب ہیں، برطانیہ میں کتنے احزاب ہیں لیکن حکومت کسی کو نہیں ملتی سوائے اس پارٹی کے جس کے پاس ووٹ خریدنے کی طاقت ہوتی ہے، وہ دو ہی ہیں ۔اسی طرح ہمارے ملک میں بھی بیسیوں سیاسی پارٹیوں میں سے ان دو پارٹیوں میں سے ہی کسی کو حکومت ملتی ہے چونکہ یہ دونوں ووٹ خریدنے کی طاقت رکھتے ہیں ۔پھر حاکم کا ظلم وتشدد اور اس سے ناراضگی کی بنیاد پر پھر مختلف گروہ اپنے اختلافات کو بھول کر پھر وحدت کی ضرورت پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں اس وقت اتحاد اہم ضرورت ہے چنانچہ پہلی مثال کے طور پر دیکھیں کبھی اہل سنت والجماعت اور قبور پرستی کو شرک گردانے والے بھی آپس میں متحد

ہو جاتے ہیں ہم یہاں سیاسی میدان سے پہلے دینی وسماجی او راجتماعی مثال پیش کرتے ہیں کہتے ہیں سابق زمانے میں مسلمان امتِ اسلام کہلاتے تھے جب سے فرقہ گرائی شروع ہوئی اور صرف سنت پیغمبرؐ کو واحد مصدر متعارف کروانے والا ٹولہ وجود میں آیا تو انہوں نے باطلیوں کی گھڑی ہوئی تمام جعلی روایتوں کو ڈنڈے سے منوایا جس کے بعد ان کے خلاف ایک گروہ سنی وجود میں آیا جس سے یہ فروعی عقائد اور سیاست سب میں تتر بتر اور نا قابل جمع ہو گئے اور ہر کوئی اقتدار کی خاطر دین وملت سے کھیلنے لگا۔ دوسری تیسری صدی میں انہوں نے محسوس کیا ہمیں اختلافات کو بھول کر متحد ہونا چاہیے چنانچہ انہوں نے اہل سنت والجماعت کا متحدہ محاذ تشکیل دیا اور لوگوں کو باور کروایا کہ ٹھیک ہے ہمارے اندر سینکڑوں اختلافات موجود ہیں، اس کے باوجود سنت پیغمبرؐ کو اٹھانے میں ہم متحد ہیں لیکن یہ اکثریت میں ہونے کے باوجود نہ اقتدار لے سکے، نہ کسی کو اقتدار سے ہٹا سکے اور نہ ہی یہ اپنی وحدت منوا سکے بلکہ آئے دن مزید تقسیم بندی کا شکار ہوتے گئے۔

دوسری مثال شیعوں کی ہے جو گروہ در گروہ ہوئے۔ امام حسن عسکری سے پہلے فرقوں میں بٹے اور آپ کے بعد حسب نقل سعد اشعری اور نوبختی کے شیعوں کے پندرہ اور فرقے بنے جن میں نصیریت اور مسیحیت کی طرف گرائش میں پیش پیش غالی ہیں۔ اسی طرح غالیوں کے خلاف دسیوں گروہ بنے چنانچہ دور آل بویہ میں مختلف اور متعدد گروہوں کو یکجا کرنے کے لئے شیخ مفید نے آواز اٹھائی اور کہا ہم سب شیعہ ایک ہیں، ہمیں اپنے درمیان اختلافات کو بھولنا ہو گا، نصیری، علی اللہ، دروزی، علوی، اثنا عشری، اسماعیلی، شش امامی، سات امامی، بے عمل، باعمل، شرابی وغیر شرابی ہم سب ایک ہیں اس طرح ایک متحدہ محاذ شیعہ وجود میں آیا۔

تیسرا گروہ وہ ہے جس وقت اس ملک میں جب سے کفر وشرک اور الحادازم نے اسلام پر دھاوا بولا اور ملک میں کمیونزم اور اشتراک ازم نے سر اٹھایا تو سب مسلمان متحد ہوئے اور اتحاد اسلامی وجود میں آیا اور کفر والحاد کا مقابلہ کیا لیکن انہیں کچھ نہیں ملا، حاکم نے ان سے سمجھوتا کیا کہ آپ کو اقتدار سے کیا واسطہ، آپ کے مطالبات ہم منظور کراتے ہیں، یہ مطالبات کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر چلے اور آخر میں یہ اتحاد ٹوٹ گیا اور جب دوبارہ قوی ہوئے تو ملی یکجہتی کونسل وجود میں آئی، جب اہل سنت کا بول بالا ہوا تو شیعہ وحدت کی تحریک چلی کہ ہم سب ایک ہیں، بے دین اور ملحد وسیکولر رہنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا بلکہ ہمارا مفاد و مصلحت اسی میں ہے کہ ہم کافر سے بھی اتحاد کر سکتے ہیں چنانچہ ہم سب ایک

ہیں، اختلاف کے بیج بونے والے، اختلاف کا نعرہ بلند کرنے والے اور ہر ملا سب و شتم کرنے والے اتحاد مسلمین کے علمبردار بنے۔ اس طرح ایک طرف سے شیعہ وحدت، دوسری طرف سے سنی وحدت اور تیسری طرف سے شیعہ سنی وحدت کا نعرہ بلند ہوا چونکہ کثرتِ تنظیم کی طبیعت میں وحدت حقیقی ناپذیر ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ معارض طول تاریخ میں رہتے ہیں۔ اس لیے یہاں بھی اسلام و مسلمین کو سر بلندی نصیب نہ ہوئی۔ اس الحادی گروہ کے شعار ہمارے قائدین کے شعار سے ملتے ہیں کہ ہم بھی سامراجیت کے خلاف ہیں ہم بحالی جمہوریت میں سب متحد ہیں، ان کیلئے گویا بحالی جمہوریت توحید کی پہلی سیڑھی ہے نمی دانم انہوں نے یہ شعار کس امام سے لیا ہے، میرے خیال میں کسی امام سے نہیں بعد کے بعض مجتہدین سے لیا ہوگا کہ جن کا کہنا ہے، کفر کی حکومت بہتر ہے ظالم کی حکومت سے، یہ روایت ہر خاص و عام کی زبان پر ہے۔

۲۔ بنی امیہ کی حکمرانی کے معارضین کون تھے؟ بنی امیہ کی حکومت کے وجود کا آغاز معاویہ سے ہوا، اس وقت شام میں ان کا کوئی معارض نہیں تھا، حجاز ان کے سامنے تسلیم ہو چکا تھا، صرف عراق میں ان کے دو معارض خوارج اور شیعوں کے نام سے موجود تھے۔ بنی امیہ نے سیاست مداروں کے دو معروف ہتھکنڈوں یعنی ایک نرم مزاجی، تملق و چاپلوسی، حیلہ و بہانہ اور دوسرا تشدد و انتقام کے ذریعے خوارج کو دبا دیا لیکن شیعوں کے معارض کو مختلف طور و طریقہ سے تسلیم کروایا اور انھیں جھکایا۔ معارض وہاں دب گئے، معاویہ کی موت اور یزید کے اقتدار کے بعد یہ معارض دوبارہ وجود میں آئے اور انہوں نے دوبارہ سر اٹھایا۔ انہوں نے امام حسین کو دھوکا دیا۔ ان سے غداری اور بے وفائی کی اور یزید کو حاکم بنایا۔ ان میں اصل معارض کون تھے؟ یہ چہرے عوام پر واضح نہیں ہوئے کیونکہ انہوں نے چند مہینے کے بعد اپنا چہرہ بدل دیا، کل کا یزیدی و حکومتی معارض، امام حسین کا حامی بنا اور پھر اس طرح حسین کے حامی یزید کے حامی بن گئے، اس لیے انسان اندازہ کرسکتا ہے کہ ان معارضین میں کون کون تھا۔

ان کے بعد بنی امیہ کیلئے معارض عبداللہ بن زبیر بنا اُن کے بعد مختار کی حکومت طاقت وقدرت میں آئی اور معارضین کو دبایا لیکن آخری دور میں معارض میں ایک گروہ اور شامل ہوا اور خود بنی امیہ سے کٹ کر نئے معارض وجود میں آئے۔ بنی امیہ اور بنی مروان کے وہ افراد جو بادین تھے یا جو اقتدار سے محروم افراد تھے، وہ سب معارضین سے مل گئے اور ایک متحدہ محاذ بنی امیہ کے نام سے وجود میں آیا۔ اس میں خوارج 'شیعہ' بنی امیہ والے اور ملحدین و مفسدین اور

فاسقین و زندیق سب جمع ہو گئے، ان کا قائد عبداللہ بن معاویہ بن جعفر طیار تھا۔ان کی سر برآوردہ شخصیات میں طالبین کے ساتھ عبداللہ سفاح منصور، ابو ہاشم، سبائیہ اور مختار سب جمع ہوئے، یہ لوگ سرگرم ہوئے۔ یہاں خوارج کا نام مٹ گیا، بنی امیہ والے تعداد کے حوالے سے کمی کی وجہ سے قابل قدر کردار نہیں رکھتے تھے تو شیعوں کا نام زیادہ سامنے آیا کہ شیعہ مخالفینِ بنی امیہ ہیں وہ متحد ہوئے کہ بنی امیہ کے اقتدار کا خاتمہ ہونا چاہیے۔

عبداللہ بن معاویہ کو اس سلسلہ میں بہت کامیابی حاصل ہوئی اور اس وحدت کے نتیجہ میں انہوں نے اصفہان میں حکومت قائم کی لیکن بنی امیہ نے ان کا تختہ الٹ دیا اور عبداللہ بن معاویہ اتحادی سربرآوردہ شخصیت ابو مسلم خراسانی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ یہاں پر دو نکات کی وضاحت کرنے کی ضرورت ہے پہلا نکتہ یہ ہے کہ حکومت جب کمزور ہو جاتی ہے تو وہ بیرونی دشمن سے گھبراتی ہیں اور اسے جزیہ دیتی ہے اور داخلی دشمن معارضین کو کچلنے کیلئے شیر بن جاتے ہیں اور تمام مظالم شہریوں پر ڈھائے جاتے ہیں، یہ بات چنداں وزن نہیں رکھتی کہ عوام ایک طاقت ہیں کیونکہ یہ اپنے ساتھ کے شہریوں کے مقابل میں شیر ہیں، جہاں کوئی اجتماع ہو، کثرت افراد ہو تو وہ اس کو دبانے میں شیر ہو جاتے ہیں لیکن حکومت کے سامنے گیدڑ اور لومڑی جیسے ہو جاتے ہیں، حکومت کے سامنے ان کی کوئی طاقت نہیں ہوتی، اس کی بھی بعض وجوہات ہیں:

۱۔حکومت کثرت ذرائع کی حامل ہوتی ہے جب کہ معارضین کے پاس وسائل میں صرف صدقہ اور چندہ ہوتا ہے، ان کے پاس اتنے وسائل نہیں ہوتے کہ جن کے بل بوتے پر وہ حکومت کا مقابلہ کرسکیں اگرچہ کہیں سے انہیں معاونت مل بھی جائے تو حکومت کے مقابل میں اس کی حیثیت کم ہی ہوتی ہے۔

۲۔حکومتی افراد جو حکومت سے وابستہ ہوتے ہیں وہ حقیقت سے قریب اور ان کے ہمدرد اور مخلص ہوتے ہیں جبکہ معارضین آپس میں اتحاد میں منافق ہوتے ہیں، اکثر و بیشتر وہ نفاق برتتے ہیں اور نفاق پالتے ہیں، ظاہراً مسکراہٹ اور چرب زبانی دکھاتے ہیں جبکہ اپنے اندر نفاق رکھتے ہیں ان کا اتحاد طبیعی نہیں تصنعی اور تکلفی و نمائشی ہوتا ہے اور وہ جلد ہی اس غبارے سے ہوا نکالنے کیلئے تیار رہتے ہیں اس اتحاد میں ہر پارٹی کا سربراہ دوسرے پر نمبر لینے اور برتری دکھانے کیلئے چوکنا رہتا ہے۔اس وقت کے معارضین کے سربراہ عبداللہ بن معاویہ کی دو شناخت ہیں جن کی وجہ سے انہیں یہ برتری و سروری ملی ہے۔

(۱)۔ان کا باپ بنی امیہ نواز تھا بلکہ یزید نواز تھا اس وجہ سے بنی امیہ والے ان سے ملے ہیں۔وہ صرف اقتدار کی خاطر اٹھے ہیں اور وہ فکر بنی امیہ کے مخالف نہیں تھے۔

(۲)۔جنہوں نے انھیں اٹھایا، وہ اکثر و بیشتر زندیق تھے انہی اسباب و عوامل کی وجہ سے وہ اپنے ہی حامی اور حمایت یافتہ فرد ابو مسلم کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

۳۔بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد بنی عباس کیسے کامیاب ہوئے؟ وہ اس کرسی پر پہلے کیسے پہنچے؟ یہاں بھی حقائق کو مدنظر رکھنا ہوگا۔جو حقائق کو مسخ کر کے فلسفیانہ تجزیہ کرتے ہیں، وہ حقائق کو چھپانے کیلئے ایسا کرتے ہیں، یہاں داؤد الہامی 'رسول جعفریان' احمد خاتمی اور دیگر بہت سے تاریخ میں محقق ہونے کے دعویداروں کا اسرار اور کہنا ہے کہ شیعوں کو دھوکا ہوا ہے اور یہ انقلاب دراصل شیعوں نے برپا کیا ہے، یہ انقلاب برپا کرنے والے شیعہ تھے جنہوں نے بنی امیہ کا تختہ الٹ دیا تھا لیکن بنی عباس نے انھیں دھوکہ دیا لیکن اس تجزیئے کو حقیقت سے دور، فریب، دھوکہ و اغفال اور زمینی حقائق مسخ کر کے پیش کرنے کا ہنر کہہ سکتے ہیں۔یہ کہنا دو راز حقیقت ہے جسے ہم چند مراحل میں واضح کریں گے:

(۱)۔اس متحدہ محاذ میں نام شیعہ آل محمد استعمال کیا گیا، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے لیکن یہ سب شیعہ فکر و عمل میں ایک تھے، ایسا نہیں تھا بلکہ اس کے اندر بہت سے شیعہ گروہ تھے، یہ ایک شیعہ نہیں تھے بلکہ گروہ در گروہ تھے:

(۲)۔شیعہ فاطمی، فاطمہ زہراء کی اولاد سے نکلنے والے۔

(۳)۔شیعہ حسینی 'یعنی زیدی شیعہ تھے جو زید بن علی اور ان کے فرزند یحییٰ بن زید کے ماننے والے تھے۔

(۴)۔شیعہ حسنی 'جو عبداللہ نفس ذکیہ محمد بن عبداللہ' ابراہیم بن عبداللہ حسنی کے ماننے والے تھے۔

(۵)۔شیعہ بنی عباس تھے۔

(۶)۔شیعہ زندیق جو ایک بڑی طاقت کے حامل تھے ان کا سربراہ ابو مسلم خراسانی تھا۔

ان محققین کو واضح کرنا چاہیے کہ آپ جس شیعہ کے ساتھ دھوکہ ہونے کی بات کر رہے ہیں، اس میں کونسے شیعہ کو دھوکہ ہوا ہے؟ یہ تحریک کب وجود میں آئی اور کب یہ سرگرم ہوئے۔اگر سرگرمی کے حوالے سے دیکھیں گے تو میدان عمل میں شیعیان کو بہت سرگرم دکھانے والے بھی موجود ہیں۔

(۱)۔اس تحریک کا ایک بڑا فعال رکن ابو سلمیٰ خلال تھا، ابو سلمیٰ خلال پہلے دن سے بنی عباس کے ساتھ تھا، کہتے ہیں وہ

علویین کو چاہتے تھے تو سوال یہ ہے وہ کون سے علویوں کو چاہتے تھے؟ ابوسلمٰی نے اپنے شیعہ ہونے سے انکار کیا کیونکہ وہ بنی عباس کے شیعہ تھے اور انہوں نے کام بھی شیعہ بنی عباس کے طور پر کیا اور اقتدار پر بھی بنی عباس کے شیعہ کے طور پر آئے۔

(۲)۔ دوسرا فعال و سرگرم رکن ابو مسلم خراسانی تھا، ابو مسلم خراسانی نے بنی عباس کو خلافت پر پہنچانے کیلئے عبداللہ معاویہ کو قتل کیا۔

(۳)۔ فعال گروہ عبداللہ سفاح اور منصور تھا' محمد ابراہیم امام تھا کہ ان لوگوں نے لشکر کو تیار کیا اور بنی امیہ کے خلاف لشکر کشی کی ہے جب لشکر کشی انہوں نے کی ہے تو پھر خیانت کس نے کی ہے، انہوں نے اپنے لئے کام کیا اور خود آگے آئے تو دھوکہ کس کو ہوا ہے؟

ہاں یہ کہنا درست نہیں کہ کلی طور پر شیعوں کو دھوکہ ہوا بلکہ یہاں شیعہ نفس ذکیہ کو دھوکہ ہوا۔ یہاں آل محمد کے شیعہ دو ہیں ایک آل محمد جعفر صادق کے شیعہ ہیں، جعفر صادق نے کہا میرے شیعہ نہ کوفہ میں ہیں اور نہ خراسان میں، امام نے کہا میں نے جنگ نہیں لڑنی ہے، امام نہیں مانتے تو دوسرے آل محمد میں محمد و ابراہیم تھے ان کے شیعوں نے انھیں اٹھایا، وہ بنی عباس کے ساتھ نہیں گئے اور جب وہ دونوں قتل ہوئے تو وہ دب کر ان کی طرف گئے تو یہاں دھوکہ کس کو ہوا۔ یہاں سے یہ جملہ سچ نظر آتا ہے جو عبدالملک بن مروان نے اپنے ابتدائی خطاب میں کہا اں صحیح ہے عبد اللہ ابن زبیر مرد شجاع ہے' دلیر ہے لیکن اس کو جنگی تجربہ نہیں، وہ قیادت نہیں کرسکتا کیونکہ شجاعت اور طاقت وقدرت کے ساتھ تدبیر بھی چاہیے۔ اس تجزیہ کے تحت بنی امیہ آخر میں گرچہ طاقت میں تھے لیکن تدبیر سیاست میں ان کی نااہل قیادت نے ان کی جڑوں کو بوسیدہ و فرسودہ اور متزلزل کر دیا جسکی وجہ سے انھیں شکست ہوئی۔ آخری دنوں میں ہشام بن حکم کے دور میں انتہائی ظلمت و تاریکی میں پست و ذلیل انسانوں کی حکمرانی اور خواہشات وانا پرتی انتہاء پر تھی وہ مکارم وفضائل سے عاری اور فسق و فجور کے عادی تھے۔ انکی محفلیں لہو ولعب سے پُر تھیں جبکہ ان کے دشمن بیدار و آگاہ تھے۔ اس طرح سے بساط امیہ نیچے سے کمزور سے کمزور ہوتی جارہی تھی، کم کم افق سلطنت اموی سے آفتاب کا سایہ اٹھ رہا تھا۔ اب ان کے سلاطین میں فراست و ذہانت' طاقت وقدرت، عقلانیت اور سلطنت کے لئے معاویہ اور عبد الملک جیسے افراد قصہ ماضی بن چکے تھے یادِ اللہ، یادِ دین و دیانت، رجوع بہ شرافت کے لئے عمر بن عبدالعزیز کا نام

قصہ پارینہ ہو چکا تھا۔ بنی امیہ کو حکومت ملی تو انہوں نے ظلم اور فسق وفجور کو اپنی شناخت بنایا اور اپنی جنایت کا ذائقہ چکھ کر دنیا میں اقتدار کی کرسی سے محروم ہو گئے ۔ کہتے ہیں اندلس میں ان کی حکومت قائم ہوئی تھی لیکن جن مظالم و جرائم کا آغاز انہوں نے دمشق میں کیا، اس کی وجہ سے ان سے نفرت ایک نہ ختم ہونے والی حقیقت تھی ۔

قیام علویین:

قیام زید نے دعوت عباسی پر بہت اثرات مرتب کئے، یہاں سے بنی امیہ نے دعوت عباسی کو کچلنے کی کوشش کی، ان کے بعد ان کے بیٹے یحیٰ کا قیام ہے، جب کوفہ والوں نے ان کی نصرت کرنے سے انکار کیا تو وہ ۱۲۵ھ میں خراسان گئے، لیکن اس عرصہ میں دعوت عباسی بہت سست رفتاری میں چل رہی تھی یہاں تک کہ محمد بن علی عباسی داعی اوّل عباسی نے ۱۲۴ھ میں وفات پائی، اس نے اپنے بیٹے ابراہیم کو وصی بنایا، اس کے ریاست سنبھالنے کے ایک سال گزرنے کے بعد خلیفہ عباسی ہشام نے وفات پائی پھر دعوت عباسی میں طاقت آئی، ہشام کے بعد حکومت میں ضعف ،اضطراب اور فساد پھیلا، یہاں سے ابراہیم نے خراسان میں موجود اپنے داعیوں سے روابط قائم کئے، ان کی حرکات ولید بن یزید بن ولید کے دور میں پھر سست پڑیں پھر عبداللہ بن معاویہ بن جعفر بن ابی طالب کنیت ابا محمد نے خلیفہ ابراہیم بن ولید کے دور میں دعویٰ خلافت کیا، کہتے ہیں وہ بڑے شجاع اور شاعر تھے، عباسیوں کو احساس ہوا کہ ان کی دعوت کیلئے وہ باعث خطر ہیں ۔

قیام بنی ہاشم:

ہم یہاں پر عبداللہ سے پہلے ان کے والد گرامی محمد بن حنفیہ کی تاریخ سے کچھ نقل کریں گے کیونکہ تاریخ اسلام میں حتیٰ عقائد اسلامی میں ان کے نام سے بہت تحریفات وخرافات شامل کئے گئے ہیں اور ان کو داغدار بنایا ہے، ان کی روشنی میں عبداللہ کی شخصیت کو بھی جان لیں گے اور یہ جو خرافات اور انحرافات فرقہ کسانیہ نے دین میں داخل کی ہیں اور جو اسے محمد بن حنفیہ سے نسبت دیتے ہیں، وہ محمد بن حنفیہ ہیں یا ان کے فرزند کتاب وفیات الاعیان ج ۴ ص ۱۶۹ رجال نمبر ۵۵۹ میں ابن خلکان لکھتے ہیں:

محمد بن علی بن ابی طالب معروف بہ ابن حنفیہ کو ابن حنفیہ اس لئے کہا گیا ہے وہ اپنی ماں سے منسوب ہیں،

ان کی ماں جنگ مرتدین یمامہ سے اسیر لی گئی ہیں، وہ قبیلہ حنیفہ سے تھیں حالانکہ وہ یمامہ سے نہیں بلکہ یہ سندیہ تھیں محمد علم وورع کے ساتھ قوت وشجاعت بے نظیر کے مالک تھے چنانچہ مبرد نے اپنی کتاب کامل میں لکھا ہے ایک دفعہ حضرت علی نے ایک ذرّہ خریدی جوان کے لئے لمبی پڑ رہی تھی، آپ چھوٹی کرنا چاہ رہے تھے تو محمد نے حضرت سے کہا آپ نشانی لگا دیں کہ کہاں سے چھوٹی کرنا ہے تو حضرت نے نشانی لگا کر دی تو محمد نے ایک ہاتھ نشانی پر رکھا اور دوسرا نیچے رکھ کر کھینچ لیا، وہ اسی جگہ سے ٹوٹ گئی۔

کہتے ہیں بادشاہ روم نے معاویہ کو لکھا آپ کے بادشاہان ہمارے بادشاہوں کو لکھتے تھے اور ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے تھے آپ اجازت دیں تو ہم دو آدمی آپ کے پاس طویل الجسامت اور طویل القدرت بھیجیں تو معاویہ نے عمرو عاص سے پوچھا کہ ہم ان کا مقابلہ کس سے کریں گے تو عمرو عاص نے قیس بن سعد بن عبادہ کو پیش کیا اور دوسرا محمد بن حنفیہ کو پیش کیا۔ محمد بن حنفیہ نے کہا ان سے کہیں ہم بیٹھتے ہیں، وہ آ کر ہمیں اٹھائیں یا وہ بیٹھیں اور ہم انھیں اٹھائیں گے۔ محمد بن حنفیہ کی شجاعت وجرات وشہامت اتنی بلند تھی کہ جنگ صفین میں حضرت علی کا پرچم محمد کے ہاتھ میں تھا، کسی نے محمد سے کہا کیوں آپ کے والد بار بار آپ کو میدان جنگ میں خطرات میں دھکیل دیتے ہیں جبکہ حضرات حسنین کو نہیں بھیجتے تو محمد نے کہا یہ دونوں ان کی دو آنکھیں ہیں اور میں ان کے ہاتھ ہوں، ہاتھ سے آنکھ کو بچایا جاتا ہے۔ محمد کہتے تھے وہ انسان حکیم نہیں جس سے نیکی نہ نکلے۔ فرقہ کسانیہ ان کی امامت کا معتقد ہے، ان کا کہنا ہے وہ ابھی جبل رضوان میں زندہ ہیں جس کی طرف اس وقت کے شعراء کسائی نے شعر بنائے ہیں۔ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے لوگوں کو امامت محمد بن حنفیہ کی طرف دعوت دی ہے اور کہا یہ مہدی ہیں۔ کسانیوں کا کہنا ہے وہ جبل رضوان میں ہیں، مرے نہیں ہیں، وہ وہاں چالیس آدمیوں کے ساتھ گئے تھے اور ابھی تک کوئی خبر نہیں آئی ہے۔ ان کے آگے ایک شیر اور ایک چیتا بیٹھا ہوا ہے اور ان کے آگے پانی اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور دنیا کو عدل سے پُر کریں گے۔ رضوان ایک پہاڑ ہے جو مدینہ سے سات منزل کے بعد دائیں طرف واقع ہے۔

جب ابن زبیر نے دعویٰ خلافت کر کے لوگوں سے بیعت لی تو اہل حجاز نے ان کی دعوت کو قبول کر کے ان کی بیعت کی تو انھوں نے عبداللہ بن عباس اور محمد بن حنفیہ کو بھی دعوت دی تو ان دونوں نے کہا ہم آپ کی بیعت نہیں کرتے جب تک لوگ آپ پر متفق نہ ہو جائیں، یہ بات عبداللہ کو گراں گزری تو اس نے انھیں محاصرہ میں رکھا، اذیت

وآزار پہنچائی اور دھمکی دی کہ اگر بیعت نہیں کرو گے تو ہم تم لوگوں کو قتل کریں گے اور آگ سے جلائیں گے۔ البدایہ و نہایہ ابن کثیر ج ۹ ص ۴۱ میں آیا ہے محمد حنفیہ سادات قریش میں اپنے دور کے مشہور شجاعان واقویہ میں سے تھے جب ابن زبیر کے لئے بیعت لی گئی تو آپ نے بیعت نہیں کی، اس وجہ سے ان کے درمیان شدید اختلاف ہوا۔ ابن زبیر نے جب ان کو زندان کیا، ان کے گھروں کو جلانے کیلئے لکڑی جمع کی تو محمد بن حنفیہ نے کوفہ میں موجود شیعوں کو فریادرسی کے لئے لکھا۔ محمد بن حنفیہ نے محرم الحرام ۸۱ ہجری کو مدینہ میں وفات پائی، ان کی اولادوں میں سے عبداللہ، حمزہ، علی، جعفر اکبر، حسن، ابراہیم، قاسم، عبدالرحمٰن، جعفر اصغر، عون، رقیہ ہیں۔ بعض گمراہ و منحرف فرقہ رافضیہ ان کی امامت اور مہدی موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ بعض نے محمد بن حنفیہ کے دعویٰ امامت کرنے اور اس سلسلہ میں امام زین العابدین سے مناظرہ کرنے اور حجر اسود کو حکم بنانے کی قصہ کہانیاں وضع کی ہیں۔

تاریخ میں ان سے منسوب یہ باتیں حقیقت کے انداز میں پیش نہیں کی گئیں بلکہ انہیں فرقہ کسانیہ مختاریہ کی اختراعات میں سے گردانا گیا ہے۔ حضرت عمر کے قتل سے دو سال پہلے ان کی ولادت ہوئی اور اول محرم ۸۱ ہجری کو وفات ہوئی اور بعض نے کہا ۸۳ ہجری کو ان کی وفات ہوئی ہے، ان کی نماز جنازہ ابان بن عثمان بن عفان جو کہ والی مدینہ تھے انہوں نے پڑھی، وہ بقیع میں دفن ہوئے ہیں بعض نے کہا ہے طائف میں۔

عبداللہ بن محمد بن علی:

مقاتل طالبین ابوالفرج اصفہانی مطبوع نجف ۱۳۸۵ھ ص ۸۵ پہ ابوالحسن اصفہانی لکھتے ہیں عبداللہ بن محمد بن علی ابن ابی طالب کنیت ابا ہاشم محمد بن حنفیہ کے بیٹے ہیں آپ عالم تھے لیکن بہت سخت اور تند مزاج تھے اور دھیما نہ گفتگو کرتے تھے۔ اپنے باپ محمد بن حنفیہ کے وصی ہونے کا بھی دعویٰ کرتے تھے۔

اعلام زرکلی ج ۴ ص ۱۱۶ پر لکھتے ہیں عبداللہ بن محمد حنفیہ کنیت ابو ہاشم دور مروانی میں علویین کے زعماء میں شمار ہوتے تھے، وہ مخفی طور پر لوگوں کو بنی امیہ سے نفرت اور بنی ہاشم کی طرف رغبت دلاتے تھے عبداللہ خلافت عباسیین کے بانیوں میں سے ہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے علی نے اپنے بعد اپنا جانشین اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو بنایا۔ محمد بن حنفیہ سے امامت ان کے بیٹے عبداللہ ابو ہاشم کو منتقل ہوئی ہے۔ سلیمان بن عبدالملک ان کی نقل و حرکت سے واقف ہوا تو

اس نے ان کو شام میں زہر دلایا، جب انھیں پتہ چلا کہ انھیں زہر دیا گیا ہے تو خود محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس جو اس وقت حمیمہ میں قیام پذیر تھے وہاں جا کر انھیں اپنے حال سے آگاہ کیا اور اپنے شیعوں کو ان کی طرف پلٹایا اور جو کچھ خطوط اور اسرار ان کے پاس موجود تھے، ان تک پہنچائے اور وہاں ہی وفات پائی مورخین کا کہنا ہے انھوں نے ۹۸ھ میں سلمان بن عبد الملک کے دور میں وفات پائی۔

عبد اللہ بن محمد:

عبد اللہ بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ان کے بھائی کا نام جعفر بن محمد ہے ان کی ماں ام فروۃ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں ان کی نانی اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر ہیں۔ عبد اللہ بن محمد بن علی بن حسین بن علی کو بنی امیہ کا ایک شخص قتل کرنے کیلئے گیا عبد اللہ بن محمد نے ان سے کہا، مجھے قتل نہ کرو، میں قیامت کے دن تمہارے لئے گواہ بنوں گا اور تمہارے لئے فائدہ مند ہونگا، اس نے کہا میں وہاں نہیں ہونگا، پھر انھیں شراب میں زہر دیا اور قتل کیا۔

یحیٰ بن زید: [مقاتل الطالبین ص ۱۰۲]

اعلام زرکلی ج ۸ ص ۱۴۶ پر لکھتے ہیں۔ یحیٰ بن زید کو ایران کے شہر سنجان میں قتل کیا گیا۔ یحیٰ بن زید بن علی اپنے دور کے مرد شجاع تھے انہوں نے اپنے والد کے ساتھ بنی مروان کے خلاف قیام کیا زید کوفہ میں قتل ہوئے اور ان کو سولی پر چڑھایا گیا لیکن یحیٰ فرار ہو کر بلخ گئے اور وہاں اپنی طرف دعوت دی، امیر عراق یوسف بن عمر نے ان کو طلب کیا، ان کو نصر بن سیار نے گرفتار کیا، یوسف بن عمر نے ولید بن یزید بن عبد الملک کو لکھا تو ولید نے ان کو حکم دیا، ان کو امن دے دیں اور ان کو چھوڑیں، نصر نے ان کو چھوڑا اور انھیں خود کہا کہ آپ ولید سے ملیں وہ سرخس گئے اور وہاں دیر کی تو نصر نے عامل سرخس کو لکھا کہ اسے وہاں سے ہٹائیں چنانچہ یحیٰ وہاں سے بیہق گیا پھر نیشاپور گئے اور ولید کے پاس جانے سے انکار کیا اور وہاں نیشاپور کے والی عمرو بن ضرارہ نے ان سے جنگ لڑی عمرو بن ضرارہ دس ہزار لشکر کے ساتھ تھے جبکہ یحیٰ کا لشکر ۷۰ افراد پر مشتمل تھا۔ یحیٰ نے ان کو شکست دی، عمرو قتل ہوئے، وہ واپس ہرات گئے پھر وہاں سے آدمی بھیجے، نصر بن سیار نے سلم بن احور مازنی تمیمی کو ان کی تلاش کے لیے بھیجا، یہ انھیں جوزجان میں ملے، وہاں جنگ ہوئی اور ان کی پیشانی پر تیر لگا اور وہیں پر قتل ہوئے اور ان کے سر کو ولید کے پاس قریہ ارغبیل

پہنچایا اور ان کے جسد کو بجستان میں سولی پر چڑھایا یہاں تک کہ ابو مسلم خراسانی اٹھا وہ بجستان پر مسلط ہوا تو سلم بن احور کو قتل کیا، یحییٰ بن زید کے جسم کو اتارا اور اس پر نماز پڑھی اور وہیں پر دفن کیا۔ ذہبی نے کہا ہر وہ بچہ جو اس سال خراسان میں پیدا ہوا تھا، بزرگوں نے اُس کا نام یحییٰ رکھا۔

عبداللہ بن مسور:

عبداللہ بن عون بن جعفر ابن ابی طالب ان کے ساتھ عبداللہ بن مسور تھے انھیں عبداللہ بن معاویہ نے قتل کیا۔

حسین بن علی بن حسن حسینی: [فی ظلال تشیع ص ۴۷۹]

خلیفہ عباسی موسیٰ ہادی فرزند مہدی خلیفہ عباسی (چوتھے خلیفہ) کے دور میں حسین بن علی بن حسن بن حسینی نے قیام کیا۔

داعی آل علی: [تاریخ دولۃ اسلامیہ ص ۲۸۲]

ا۔محمد بن امام صادق: [فی ضلال تشیع ص ۵۴۶]

۲۰۰ھ میں جو محمد بن جعفر صادق معروف بہ دیباج (خوبصورت حسین وجمیل) عمر رسیدہ تھے وہ لوگوں میں محبوب تھے۔ اپنے باپ جعفر صادق سے نقل کرتے تھے بعض نے ان سے کہا آپ جانتے ہیں لوگوں میں آپ کا کتنا مقام ومنزلت ہے، آپ آگے بڑھیں ہم آپ کی بیعت خلافت کریں گے، اگر آپ قیام کریں گے تو کوئی بھی شخص آپ سے اختلاف نہیں کرے گا لیکن انھوں نے انکار کیا۔ ان کے بیٹے علی بن محمد اور حسین افطس دونوں نے اصرار کیا اور آخر میں انھیں راضی کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں والدین اولاد کو آزاد چھوڑتے ہیں تو اولاد بیرونی سرپرستی سے گمراہ ومنحرف ہوتی ہے لیکن اولادوں کی طرف سے والدین کی گمراہی بہت زیادہ ہوتی ہے وہ والدین کو سیاہ وسفید بنا کر او رسفید کو سیاہ بنا کر پیش کرنے میں کامیاب رہتے ہیں غرض انہوں نے دعوئ خلافت کیا ور ان کی بیعت کی۔ جب یہ خبر اسحاق بن موسیٰ عباسی کو ملی، اس وقت وہ یمن میں تھا، وہ ایک لشکر لے کر آیا، جب وہ مکہ مکرمہ کی سرحد پر پہنچا تو اسے پتہ چلا کہ محمد بن صادق جنگ کیلئے آمادہ ہیں اور انہوں نے مکہ کے گرد خندق کھودی ہے تو یہ دیکھ کر

اسحاق ان سے لڑنے سے منحرف ہوا اور واپس عراق گیا راستہ میں اس کی ورقہ بن جمیل سے ملاقات ہوئی، وہ شیعوں سے لڑنے کیلئے ایک لشکر عباسی کے ہمراہ مکہ آرہا تھا، ان دونوں میں گفتگو ہوئی، ورقہ بن جمیل کا جانے پر اصرار تھا دونوں لشکر واپس آئے بئر میمون میں ان دونوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی، دو دن لڑنے کے بعد محمد کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، کہتے ہیں وہ مال غنیمت کی خاطر لڑے۔

۲۔ابراہیم بن امام موسیٰ بن جعفر:

۲۰۰ھ میں یمن میں ایک شیعی انقلاب برپا ہوا، اس کی قیادت ابراہیم بن امام موسیٰ بن جعفر نے کی، آپ مکہ سے اپنے اصحاب اور انصار کے ساتھ نکلے، اس وقت یمن میں اسحاق بن موسیٰ حاکم تھا، جب اسحاق بن موسیٰ کو پتہ چلا کہ ابراہیم ان کی طرف ایک لشکر لے کر آرہا ہے تو اس نے یمن کو چھوڑا اور وہ وہاں سے نکل گئے۔ جب مامون خلیفہ عباسی کو پتہ چلا کہ اسحاق یمن چھوڑ کر گیا ہے تو اس نے اسے معزول کیا اور اس کی جگہ پر محمد بن علی بن موسیٰ ھامان کو حاکم بنایا، یہ بھی کامیاب نہیں ہوا۔ مامون نے جب دیکھا کہ یہ بھی عاجز ہوئے ہیں اس کیلئے ممکن نہیں کہ ابراہیم اور اس کے لشکر سے مقابلہ کریں تو خلیفہ مامون نے ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر کو یمن میں والی بنایا لیکن محمد بن علی ھامان نے مامون کے اس فیصلہ کو مسترد کیا اور ناراض ہو گیا کہ اس نے ابراہیم کی حاکمیت کا کیوں اعتراف کیا۔ چنانچہ محمد بن علی بن ھامان نے ان سے لڑنے کا فیصلہ کیا ان دونوں میں انتہائی شجاعت و دلیری کے ساتھ جنگ چھڑی، والی عباسی نے استقامت دکھائی اور ابراہیم پر اس کو غلبہ حاصل ہوا تو اس نے اپنے آپ کو یمن کا نجات دھندہ قرار دیا۔ پھر اس نے یمن کے ساتھ برا سلوک کیا تو مامون نے پھر اس کی غلط حرکتوں کی وجہ سے اسے دوبارہ معزول کیا اور اس کی جگہ پر عیسیٰ بن یزید جلودی کو والی بنایا لیکن محمد بن ھامان نے اس حکم کو بھی مسترد کر دیا اور یمن کی حاکمیت پر برقرار رہا، آخر میں ان دونوں میں مذاکرات ہوئے جو ناکام ہونے کے بعد سخت جنگ ہوئی اور آخر میں عیسیٰ بن یزید جلودی غالب آیا اور ابن ھامان یمن سے فرار ہو گیا، اس طرح یمن میں چندین جنگیں لڑی گئیں اسی طرح عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب اس نے ۲۰۷ھ میں منطقہ زبید و عک میں جنگ لڑی، خلیفہ تنگ آئے، دنیا اس کیلئے تنگ ہوئی چونکہ ہر طرف سے اس کے خلاف جنگ لڑی جارہی تھی، ایک کو دباتے تو دوسری طرف سے بغاوت کے

شعلے اٹھتے ،ایک دن اس نے سخت فیصلہ کیا تا کہ وہاں ابھرنے والے واقعات کو دبایا جائے ، یہ ان کے وزیر حسن بن سہل نے مشورہ دیا تھا،اس نے یمن میں ایک قوی وقدرتمند ،صاحب عقل زیاد بن ابیہ کے خاندان سے محمد بن ابراہیم زیادی کو والی بنایا،اس پیشکش کو مامون نے قبول کیا،اس کے بعد سلیمان بن ہشام بن عبدالملک اموی کو اس کا وزیر بنایا، یہ دونوں والی اور وزیر بنی امیہ سے تھے یہ دونوں ہاشمی اور شیعوں کے دشمن تھے ان کی طاقت وقدرت زیادہ ہوئی تو اس نے شیعوں اور آل علی کو چن چن کر سختی سے عذاب دیا اور اذیت پہنچائی ،ابن خلدون اس کے بارے میں لکھتے ہیں وہ آل علی کے سرسخت دشمن تھے۔

۳۔محمد بن قاسم بن حسین:

آٹھویں خلیفہ عباسی ابو اسحاق محمد بن معتصم خلیفہ بنے تو محمد بن قاسم بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے حکومت کے خلاف ایک تحریک چلائی ،ان کے گرد بہت سے لوگ جمع ہوئے۔مسعودی کہتے ہیں یہ کوفہ میں عابد و زاہد صاحب ورع اور پرہیز گار تھے مروج ذہب ج ۴ ص ۵۲ سے نقل ہوا ہے اصفہانی لکھتے ہیں وہ اہل علم و فضل ،فقہ، زہد وتقویٰ والے تھے مقاتل طالبین ص ۵۷۸ پر لکھتے ہیں وہ پرہیز گار و مجتہد تھے آخر میں ابراہیم بن غسان نے انھیں گرفتار کیا اور بغداد میں معتصم عباسی کے پاس حاضر کیا۔

۴۔حسین بن علی بن حسن بن حسن:-[شیعہ وتشیع تالیف جواد مغنیہ ص ۱۲۷]

حسین بن علی بن حسن بن حسن السبط بن علی بن ابی طالب آپ کے ساتھ ایک گروہ جن میں ادریس، یحییٰ اور سلیمان بن عبداللہ بن حسن تھے انہوں نے قیام کیا،ابتدائی دنوں میں ان کے ساتھ بہت لوگ مل گئے ،انہوں نے مدینہ سے ہادی عباسی کے پوتے کی طرف سے والی مدینہ کو نکال دیا اور لوگوں سے کتاب اللہ اور سنت نبیؐ پر بیعت لی ۔پھر مکہ کیلئے نکلے تو وہاں حاکم عباسی کے لشکر نے ۸ ذی الحجہ کو ان کے ساتھ مقابلہ کیا جس میں حسین اور آپ کی جماعت کے اصحاب شہید ہوئے ، یہ سو سے زائد سادات تھے ،سب شہید ہوئے ،ان میں سلیمان بن عبداللہ بن حسن بھی تھے وہ ۱۶۹ھ کو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر فخ نامی جگہ پر شہید ہوئے ،یحییٰ وہاں سے فرار ہوئے اور دریائے دیلم جو بحر قزوین کے کنارے پر واقع ہے وہاں لوگوں کو اپنی بیعت کیلئے دعوت دی،لوگوں نے ان کی بیعت کی، ہارون

رشید نے فضل بن یحییٰ برمکی کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا لیکن فضل اور یحییٰ کے درمیان صلح ہوگئی۔ یحییٰ بغداد میں حاضر ہوئے اور ہارون رشید نے ان کا احترام کیا اور انھیں مال کثیر دیا لیکن بعد میں ان کے ساتھ غداری کی۔

اما ادریس بن عبداللہ بن حسن یہ بھی واقعہ فخ سے فرار ہوکے فارس میں کسی جگہ روپوش ہوگئے۔ ایک شخص جس کا نام واضح تھا اور وہ ڈاک کا کام کرتا تھا اس نے خود کو شیعہ بنا کر پیش کیا اسے وہ جگہ پتہ چلی جہاں ادریس پوشیدہ تھے انھوں نے اپنی خدمات پیش کیں، ادریس کو ان کے اخلاص میں کوئی شک نظر نہیں آیا، انہوں نے فوراً اس سے کہا مجھے مغرب لے جاؤ تو وہ انہیں مغرب لے گئے چنانچہ وہ مغرب اقصیٰ پہنچے جسے آج مراکش کہتے ہیں مغرب کی تین جگہ ہیں مراکش اور ولیلہ۔ ولیلہ کا عباسی والی تھا اس کا نام اسحاق بن محمد بن عبدالحمید تھا، اس نے ادریس کو پناہ دی، ان کی تکریم کی اور عباسی کی اطاعت چھوڑ کر ان کی بیعت کی، یہ خبر ہارون رشید کو پہنچی تو انھیں پتہ چلا کہ یہ واضح نے کیا ہے تو اس نے واضح کو قتل کیا اور ادریس کو سولی پر چڑھایا۔

واضح نے ادریس کو ادھر پہنچایا تھا قبائل واشعارٔ اور دیگر علاقوں نے ان کی بیعت کی، انھیں اپنے جان و مال پر مقدم رکھا، جب اس کی حکومت محکم ہوئی تو یہ ایک لشکر بربریوں کا لے کر گئے وہاں کے قلعہ کو فتح کیا جو سب دین یہود نصرانیہ پر تھے یہ سب ان کے ہاتھوں مسلمان ہوئے پھر اپنی جگہ ولیلہ واپس آئے کچھ عرصہ رہنے کے بعد دوبارہ جنگ پر نکلے جہاں غیر مسلمان اپنے غاروں میں رہتے تھے ان سے جہاد کیا اور ان کو نکالا یہ سب اسلام میں داخل ہوئے۔

یہ سب خبریں ادریس کے بارے میں جب ہارون رشید کو پہنچیں تو وہ اس کے نتائج سے ڈرا۔ اس نے سوچا اگر بروقت کاروائی نہ کی گئی تو یہ اس کے خاتمے کا سبب ہوگا۔ چنانچہ اس نے شماخ نامی شخص کے ذریعے اسے زہر دینے کا ارادہ کیا۔ اس شخص نے خود کو ادیب و بلیغ دکھایا، ادریس بھی اس سے مطمئن و مانوس ہوا۔ ایک دن ادریس کے دانت میں تکلیف ہوئی، انہوں نے شکایت کی کہ میرے دانت میں درد ہے تو اس نے انہیں دوا میں زہر ڈال کر دیا اور خود روپوش ہوگیا۔ اس سے ادریس ۱۷۷ھ کو شہید ہوئے۔ بعض نے کہا ہے وہ ۱۷۵ھ کو شہید ہوئے ہیں۔ آپ فاضل و متقی و پرہیزگار انسان تھے، آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی لیکن ایک کنیز بربریہ جس کا نام کنزۃ تھا وہ حاملہ تھی۔ ایک غلام جس کا نام راشد تھا جو عاقل بھی تھا امین اور شجاع بھی اس نے روسا بربریہ کو جمع کیا اور کہا تم صبر کرو تا کہ یہ بچہ اس کنیز

سے پیدا ہو جائے، اگر وہ لڑکا ہوا تو ہم اس کی تربیت کریں گے تا کہ وہ بالغ ہو جائے، پھر ہم اس کی بیعت اہل بیت کے نام کریں گے، اگر وہ لڑکی ہوئی تو پھر تم اپنا فیصلہ خود کرو چنانچہ سب اس پر راضی ہوئے۔ کنیز کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو راشد نے اس کا نام ادریس رکھا۔ بہتر طریقہ سے ان کی تربیت کی اور انھیں قرآن، حدیث، سنت، فقہ سکھایا اور بادشاہوں کی تاریخ سنائی، گھوڑا سواری اور جنگ کی تربیت دی، تمام جنگی فنون سے آگاہ کیا۔ جب اسکی عمر گیارہ سال ہوئی اور وہ ریاست سنبھالنے کے قابل ہوا تو بربریوں نے اپنی مرضی سے اس کی بیعت کی یہاں سے تمام اطراف کے لوگ اس کی بیعت کیلئے آئے۔ جہاں جہاں جس نے سنا وہ ان کی بیعت کیلئے آئے یہاں تک کہ ۵۰۰ شجاع خاندان قیس اور ازد اور رمذحج سے بھی آئے، سب نے ان کا احترام کیا اور ان کیلئے جائزہ دیا، جب ادریس کے پاس بہت عرب آئے اور مدینہ ولیلۃ ان کیلئے چھوٹا پڑا تو انھوں نے مدینہ وفاس بنایا اس میں مدارس، مسجدیں، بازار بنائے جس نے بھی کوئی جگہ بنائی یا کوئی درخت کی شجرکاری کی وہ اس کی ہوگئی۔ لوگوں نے بہت تعمیرات کیں یہاں تک کہ لوگ ایران سے بھی آئے جب شہر کی تعمیرات مکمل ہوئیں تو وہ جامع مسجد گیا اور منبر پر جا کر خطبہ دیا۔

قیام طالبین: [تاریخ دولۃ اسلامیہ ص ۲۰۹]

محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان:

ماں کی طرف سے نفس زکیہ کے بھائیوں میں سے ہیں، یہ ان کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے۔ حسن مثنیٰ کی وفات کے بعد فاطمہ بنت حسن نے عبداللہ بن عمرو سے شادی کی جب حسن مثنیٰ کی وفات ہوئی اور وہ احتضار کی حالت میں تھے تو پریشان ہوئے کہا: "مجھے پریشانی لاحق ہو رہی ہے" تو ان سے پوچھا: "کیوں جبکہ آپ رسول اللہ، علی، حسن وحسین کے پاس پہنچیں گے یہ سب آپ کے باپ ہیں" تو انھوں نے جواب دیا: مجھے موت سے ڈر نہیں، میں اس لئے ڈرتا ہوں کہ عبداللہ بن عمرو بن عثمان ہماری زوجہ سے عقد کریں گے، اس پر فاطمہ نے قسم کھائی میں ایسا نہیں کروں گی بعد میں انھوں نے قسم کا کفارہ ادا کر کے ان سے شادی کی۔

خروج محمد بن قاسم: [تاریخ دولۃ اسلامیہ ص ۲۵۶]

محمد بن قاسم کوفہ میں مقیم تھے لیکن وہاں سے نکل کر خراسان گئے اور وہاں اپنی خلافت کی طرف لوگوں کو

دعوت دی۔ بہت سے لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔ عبد اللہ بن طاہر جو وہاں کے والی تھے نے محمد بن قاسم سے جنگ کی عبد اللہ بن طاہر اس پر غالب آیا محمد بن قاسم کو اسیر کیا اور معتصم عباسی کے حوالہ کیا ۲۱۹ھ کو سامراء میں قید کیا لیکن بعد میں زندان سے فرار ہوئے پھر ان کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ ان کے تابعین کا کہنا ہے کہ وہ غیب میں گئے ہیں اور جلد ظہور کر کے دنیا کو عدل و انصاف سے پُر کریں گے۔

عبد اللہ بن حسن بن حسن: [مقاتل طالبین ص ۱۲۲]

انھیں ابا محمد بھی کہتے تھے ان کی ماں امام حسین کی بیٹی فاطمہ صغریٰ ہیں فاطمہ کی ماں ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ ہیں (وہی طلحہ جو جنگ جمل میں قتل ہوئے) ان کی ماں جربا بنت قسامۃ بن رومان بنی طی سے ہیں ان کو جربا اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ انتہائی خوبصورت تھیں ان کے مقابل میں کوئی عورت نہیں آسکتی تھی جربا ء اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کے سامنے اونٹ آنے سے کراہت کرتے ہیں۔

حسن بن حسن یعنی حسن مثنیٰ نے اپنے چچا امام حسین سے درخواست کی کہ وہ اپنی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی ان کے عقد میں دے دیں تو امام نے فرمایا جو تمہیں پسند ہے، اس کا انتخاب کرو، انہوں نے شرمندہ ہو کر جواب نہیں دیا تو امام نے فاطمہ کو ان کے عقد میں دے دیا اور کہا یہ میری ماں سے زیادہ شباہت رکھتی ہے۔ سکینہ انتہائی حد سے زیادہ حسن و جمال میں یکتا تھیں فاطمہ نے حسن بن مثنیٰ کے بعد عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے شادی کی۔ ان سے ان کی یہ اولادیں تھیں: محمد مقتول، اور ابراہیم اس کو محمد دیباج بھی کہتے ہیں، قاسم، رقیہ، بنو عبد اللہ بن عمرو ہیں۔

عبد اللہ بن حسن بنی ہاشم کے بزرگوں میں سے تھے فضل و کرم اور علم کے مالک تھے کہتے تھے تمام حسن و خوبی عبد اللہ بن حسن میں منتقل ہوئی ہے۔ سب سے پہلے امام حسن اور امام حسین دونوں کے نسب سے ملنے والے فرزند عبد اللہ بن حسن ہیں اپنے رہن سہن، لباس میں سب سے زیادہ محترم تھے، عبد اللہ بن حسن، امام حسین کی بیٹی فاطمہ صغریٰ کے گھر پیدا ہوئے ایک دن منصور بن ریان فزاری اپنے نانا حسن مثنیٰ کے پاس آئے انہوں نے ان سے کہا تم نے غلط کام کیا ہے اپنے چچا کی بیٹی سے عقد کیا ہے، آپ نے اچھا کام نہیں کیا کیونکہ جب صلہ رحم ملتا ہے تو آپس میں گڑبڑ ہوتی ہے تمہیں چاہیے تھا کسی اور خاندان سے شادی کرتے تو انہوں نے کہا اس اللہ نے مجھے ان سے ایک پسندیدہ

اولادوی ہے انہوں نے کہا مجھے دکھاؤ تو انہوں نے عبداللہ بن حسن کو دکھایا جس پر وہ بہت خوش ہوئے۔

ابراہیم بن حسن بن حسن: [مقاتل طالبین ص۱۲۲]

ان کی ماں بھی فاطمہ ہیں انھوں نے بھی زندان میں وفات پائی۔

علی بن حسن بن حسن: [مقاتل طالبین ص۱۲۹]

ان کو ابا الحسن بھی کہتے تھے ان کی ماں عبداللہ بن عامر بن بشر بن عامر بن ملاعب الاسنہ بن مالک بن جعفر بن کلاب ہیں۔

عباس بن حسن بن حسن:

عباس بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب ہیں انہوں نے ۳۵ سال کی عمر میں ۱۴۵ھ میں زندان میں وفات پائی۔

اسماعیل بن ابراہیم بن حسن:

ان کو طباطبا بھی کہتے تھے ان کی ماں ربیحہ بنت محمد بن عبداللہ بن ابی امیہ ہیں، انھیں زادرکب بھی کہتے ہیں، یہ بہت صابر انسان تھے۔

محمد بن ابراہیم بن حسن:

ان کی ماں ام ولد تھیں جنکا نام عالیہ تھا وہ خود دیباج اصفر تھے یعنی زرد رنگ کے ابریشم کی مانند تھے، انہیں منصور کے پاس لایا گیا تو محمد بن ابراہیم کو دیکھ کر کہا تم دیباج اصفر ہو انہوں نے کہا ہاں، منصور نے کہا میں تمہیں اس طرح قتل کروں گا جس طرح کسی کو پہلے نہیں کیا، پھر انہیں ایک دیوار پر لگایا اور دیوار کو ان کے اوپر گرایا۔

علی بن محمد بن عبداللہ:

ان کی ماں ام سلمہ بنت حسن بن حسن بن علی ہیں ان کی ماں رملہ تھیں ان کے باپ کو مصر بھیجا گیا تھا، ان کے ساتھ ان کے بھائی موسیٰ بن عبداللہ اور مطر نامی ایک شخص کو بھیجا جو کہ صاحب حمام تھا، اس کو مطر اس لئے کہتے تھے کہ وہ

امیر کے حمام کا نگران تھا علی کو پکڑا اور موسیٰ کو چھوڑ دیا گیا۔انہوں نے بھی اسی دور میں وفات پائی۔

زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب:

زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ان کی کنیت ابوالحسن تھی ان کی ماں ایک کنیز تھی جو مختار بن عبیدہ نے امام سجاد کو تحفہ میں دی تھی۔زید بن علی سے ہاشم بن محمد بن سائب کلبی نقل کرتے ہیں خالد بن عبداللہ قسری نے زید بن علی پر کچھ مال کا دعویٰ کیا۔اس وقت عراق میں یوسف بن عمر بن محمد، ہشام کی طرف سے والی تھے۔کوفہ میں چند مہینہ رہے اور لوگوں کے پاس پیغام بھیجا ان کی بیعت کریں اس پر سلیمان بن سراقہ بارقی نے یوسف بن عمر کو خبر دی زید خروج کرنے والے ہیں۔زید نے قبل از وقت قیام کیا۔زید بن علی ۱۲۲ھ کو شہید ہوئے، ان کے نام سے ایک فرقہ زیدی وجود میں آیا جو ابھی بھی موجود ہے۔اس کی اپنی فقہ، اور فلسفہ ہے، اس کے بھی چند فرقے ہیں۔

زید بن علی، اولاد امام حسن، ابراہیم محمد نفس ذکیہ اور دیگر بنی ہاشم کی برجستہ شخصیات تھے۔کیونکہ منصور اور ان کے بھائی نے پہلے آل محمد کے نام سے خلافت کے لئے بیعت لی تھی۔جب منصور دوانقی خلیفہ بنا تو محمد بن عبداللہ بن حسن روپوش ہوئے لیکن منصور دوانقی نے ان کی تلاش شروع کردی اور ہر قیمت پر ان کے قتل کا عزم کیا، اس صورت حال کے پیش نظر محمد نے مدینہ کی جانب خروج کیا اور ابراہیم نے بصرہ کی طرف رُخ کیا، لیکن منصور دوانقی نے اُنھیں بالآخر شہید کردیا، شہادت سے پہلے منصور نے ان دونوں کو گرفتار کیا اور بعد میں اُنھیں اسی طرح پابند سلاسل کردیا جس طرح یزید بن معاویہ نے امام حسین کی اولاد کے ساتھ سلوک کیا تھا، منصور نے خاندان بنی ہاشم، جن سے انہیں خطرہ لاحق تھا کو چن چن کر تہہ تیغ کیا۔شاید امام صادق اگر اس منصب کے دعویدار بنتے تو یہ لوگ انھیں بھی قبول نہ کرتے کیونکہ جب محمد بن نفس ذکیہ کے والد عبداللہ محض جیسے پاکیزہ انسان، امام کے خاندان سے قرب رکھنے کے باوجود امام صادق سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ میرے بیٹے مہدی کے خلیفہ بننے سے حسد کرتے ہیں تو کیا تمام شیعہ اس جیسے یا اس سے بدتر کلمات استعمال نہیں کرسکتے تھے؟ امام واجب الطاعۃ نفس ذکیہ اور ابراہیم بن عبداللہ محض دونوں کی تفصیل ''حزب حسنی'' میں ملاحظہ کریں۔

محمد بن عبداللہ:

محمد بن عبداللہ معروف بہ نفس ذکیہ فرزند عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سنہ ۱۴۵ھ میں پرچم قیام و بغاوت وضد خلافت بنی عباس اٹھایا، آپ اس وقت شیعوں کی بڑی شخصیات میں سے تھے اور بنی ہاشم کی ممتاز شخصیات میں شمار ہوتے تھے فضل، شرافت، دین، علم، شجاعت، فصاحت کے حامل تھے آپکے بھائی ابراہیم نے بھی آپ کا ساتھ دیا۔ اس کے علاوہ دیگر اولاد اور خاندان ابی طالب بھی آپ کے ساتھ تھے۔

یہ شخصیت عصر اموی کے اواخر میں منظر عام پر آئی، اکثر و بیشتر بنی ہاشم نے ان کی بیعت کی، ان بیعت کنندہ گان میں سے ایک ابوجعفر منصور رتھے کتاب جہاد شیعہ ص ۱۱۲ میں مقاتل طالبین ص ۲۰۶ تخری ۱۰۷ سے نقل کرتے ہیں محمد بن عبد اللہ ملقب بہ نفس ذکیہ، کو نفس ذکیہ کہنے کی توجیہ میں کہتے ہیں وہ بہت زاہد و ناصح تھے، کثیر روایات جو اس وقت مجامع روائی میں امام مہدی کے نام سے آئی ہیں اس سے مراد نفس ذکیہ ہیں۔ نفس ذکیہ بنی ہاشم میں برجستہ، فضل و شرافت، دین وعلم اور شجاعت و فصاحت و کرامت میں معروف و مشہور شخصیت تھے۔

لوگوں میں یہ بات مشہور ہوئی جس مہدی کی آمد کی بشارت دی گئی ہے وہ یہی نفس ذکیہ ہے۔ عبداللہ محض نے بہت سے شیعوں کو قانع کیا کہ یہی مہدی ہے اور اگر دنیا کی عمر ختم ہو جائے، ایک دن باقی رہا تو اللہ اس دن کو لمبا کریں گے اور اس میں مہدی مبعوث ہونگے، ان کا نام میرا نام اور ان کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہے یعنی عبد اللہ کو صریح قریش تھے کیونکہ ان کا سلسلہ نسب ماں باپ دونوں کی طرف سے فاطمی علوی تھا۔ دور اموی میں محمد اپنے آپ کو ابوالعباس اور منصور کی جگہ اپنے آپ کو اس منصب کا حق دار سمجھتے تھے اور ان دونوں نے ان کے حق کو غصب کیا ہے، ان دونوں کی گردن میں ان کی بیعت ہے لہٰذا محمد نفس ذکیہ نے ان دونوں کی بیعت کرنے سے منہ موڑا۔ ابی العباس اور منصور کا محمد اور ان کے بھائی سے بیعت لینے پر اصرار کی وجہ بھی یہی تھی کہ ان دونوں نے پہلے ان کی بیعت کی تھی چنانچہ مقاتل طالبین میں اصفہانی لکھتے ہیں جب ان کو خلافت ملی تو سفاح و منصور دونوں کی کوشش تھی کہ محمد اور ابراہیم سے بیعت لیں کیونکہ ان کی گردن میں ان کی بیعت ہے، یہ دونوں روپوش ہوئے اور چھپتے گئے لیکن ان کا پیچھا بھی ہوتا رہا۔ اصفہانی نے یہ بھی نقل کیا ہے منصور دوانیقی نے دو دفعہ ان کی بیعت کی ہے، ایک دفعہ مسجد حرام میں جب

یہ نکل رہے تھے تو اس نے ان کی رکاب پکڑی تھی اور دوسری دفعہ جب ان کے مہدی ہونے کی شہرت پھیلی، یہ ان کے باپ عبداللہ بن حسن کا اجتہاد ہے وہ کہتے تھے میرا بیٹا وہی مہدی ہے جس کی رسول اکرمؐ نے بشارت دی ہے جس کی بنیاد پر لوگ ان کے گرویدہ ہوئے ہیں، اس پر بنی ہاشم کی بیعت اور انھیں خلافت کیلئے تجویز کرنے کے فیصلے نے انہیں مزید تقویت دی اور اس نے لوگوں میں ان کی طرف رغبت پیدا کی۔ اور لوگوں میں یہ بھی پھیلایا روئے زمین پر ایک شخص جس کا نام محمد ہو، ان کی ماں کا نام تین حروف پر مشتمل ہو اوّل ح اور آخر ذال ہو، ان کا باپ سبط حسن ہو اور ان کی ماں سبط حسین ہو تو وہ مہدی ہوں گے۔ ان کی ماں عند بن ابی عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب تھی، وہ چھوٹی عمر سے ہی منصب امامت کیلئے خود کو تیار کر رہے تھے اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے رہے تھے اور وہ خود کو مہدی کہتے تھے۔ منصور کی تمام تر کوشش رہی کہ ان سے نظروں کو ہٹایا جائے۔ اس لئے اس نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا اور لقب مہدی رکھا۔ محمد اور ابراہیم دونوں نے ابی العباس کی بیعت کرنے سے انکار کیا، اس وجہ سے خلافت عباسی کو ابتداء میں بہت سی مشکلات و اضطراب کا سامنا ہوا تو وہ محمد کے مسئلہ کو ٹالتے رہے۔ ۱۳۶ ہجری کو منصور دوانیقی حجاز گئے اور اہل مدینہ ان سے ملنے آئے سوائے محمد کے منصور نے عبداللہ سے ان کے دو بیٹوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا مجھے نہیں پتہ ہے کہ وہ کہاں ہیں یہاں تک کہ منصور غصہ میں آیا اور بعض نے عبداللہ کو قتل کرنے کا مشورہ دیا لیکن والی مدینہ زیاد بن عبداللہ حارثی نے منصور کے غصہ کو کم کیا اور اس نے ذمہ داری لی کہ وہ محمد اور ابراہیم کے بارے میں تحقیق کریں گے اور ان کو گرفتار کریں گے، منصور راضی ہوا اور عبداللہ حارثی کو اس کے منصب پر رکھا اور وہ خود واپس عراق آیا، عراق آتے وقت اس کو خبر ملی کہ اس کے بھائی ابی العباس فوت ہو گئے اور خلافت ان کی طرف منتقل ہوئی ہے فوراً اہل مکہ و مدینہ سے اپنی بیعت لینے کیلئے کسی کو حجاز بھیجا اور کہا کسی کو بیعت سے مبراء نہ کیا جائے، ساتھ ہی اس نے ایک خط زیاد بن عبداللہ کو لکھا کہ نفس ذکیہ اور ابراہیم کے بارے میں زیادہ توجہ دیں، ان سے بیعت لینے میں جلدی کریں لیکن منصور کیلئے حوادث و مشکلات تازہ یک بعد دیگر پیش آمد ہوئیں لہٰذا وہ پہلے ان سے خلاصی چاہتا تھا جن میں ابی مسلم خراسانی اور اپنے چچا عبداللہ بن علی سے اور تحریکوں سے جو زندیق تھے، اور خوارج سے جو ان کے خلاف قیام کئے ہوئے تھے یہ مشکلات یک بعد دیگران کے سامنے تھیں، وہ ان سب پر غالب آیا تو اس کی توجہ دوبارہ حجاز کی طرف منتقل ہوئی کیونکہ عالم اسلامی میں تمام مسلمانوں کی توجہ اہل مدینہ و مکہ کی طرف ہوتی ہے اور انھیں یہ خبر بھی ملی کہ نفس

ذکیہ کی دعوت پھیل رہی ہے۔اس دوران منصور نے فیصلہ کیا کہ اب تمام تر توجہ نفس ذکیہ کی طرف ہونی چاہیے۔اس نے ۱۳۸ ہجری میں امیر حج فضل بن صالح بن علی عباسی کو بنایا اور ان سے کہا نفس ذکیہ اور ابراہیم کے بارے میں زیادہ توجہ رکھیں، کوئی ایسی حرکت نہ کریں کہ وہاں کوئی اضطراب سامنے آئے۔منصور نے ان سے کہا تمہاری نظر اگر محمد اور ابراہیم پر پڑے تو ان کو الگ نہ کریں، ان کو ساتھ رکھیں، اگر وہ نظر نہ آئیں تو کسی سے ان کے بارے میں پوچھنا نہیں۔فضل مدینہ گیا سب ان سے ملنے آئے سوائے محمد و ابراہیم کے، انہوں نے ان کے والد عبداللہ سے سوال کیا ،کیوں آپ کے بیٹے ہم سے ملنے نہیں آئے تو انہوں نے کہا اُن کے بارے میں شک کرنے کی ضرورت نہیں، بس یہ لوگ شکار میں مستغرق ہیں، ان کے ساتھی بھی ان کو نہیں دیکھتے ہیں، فضل خاموش ہو گئے اور حج کے بعد دوبارہ عراق آ گئے۔۱۴۰ھ کو منصور دوبارہ حج کے لئے حجاز روانہ ہو گیا اور اس سفر میں اس نے فیصلہ کیا کہ اب دعوت علویہ کا تصفیہ ہونا چاہیے۔منصور نے بنی ہاشم اور علویین کو جمع کیا اور ان کو جائزے اور عطیات دیئے، ہر ایک سے خلوت میں بات کی اور ہر ایک سے نفس ذکیہ کے بارے میں پوچھا تو ہر ایک نے کہا یا امیر المومنین آپ جانتے ہیں یہ دونوں آپ سے پہلے اس منصب کے خواہش مند رہے ہیں اس لیے اب وہ آپ سے ڈرتے ہیں، وہ آپ کے خلاف بغاوت نہیں کرنا چاہتے لیکن حسن بن زید بن حسن بن علی نے منصور سے کہا، اللہ کی قسم، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ آپ پر حملہ نہیں کریں گے، منصور چوکنا ہوا اور دوبار عبداللہ بن حسن سے ملاقات کی کہ شاید ان سے ان کے دو بیٹوں کے بارے میں کوئی معلومات مل سکیں چنانچہ اس نے اپنے دستر خوان پر بنی عباس اور عبداللہ بن حسن سب کو جمع کیا اور عبداللہ بن حسن سے کہا محمد و ابراہیم میرے حوالے سے ڈرتے ہیں، میں چاہتا ہوں یہ دونوں میرے پاس آئیں، میں ان سے نیکی کروں گا، ان کے ازدواج کروں گا اور انہیں اپنے ساتھ ملا کر رکھوں گا، عبداللہ تھوڑی دیر چپ رہے، پھر کہا یا امیر مجھے ان کے بارے میں کوئی علم نہیں کہ وہ کہاں ہیں یہ دونوں میرے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔منصور نے خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی اور عبداللہ کے بارے میں صبر کیا۔

اس نے محمد بن نفس ذکیہ اور ابراہیم دونوں کو حج کے دوران گرفتار کرنا چاہا جس کے لئے استہزا اصفہانی لکھتے ہیں کہ اس نے ایک دن کھانا نہیں کھایا اور زیادہ تر عبداللہ بن حسن کو خوش کرنے اور ان سے بات کرنے میں گزارا، انہوں نے ان پر بہت اسرار کیا کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے عبداللہ نے قسم کھائی مجھے پتہ نہیں۔منصور نے کہا آپ

ایسا نہ کرو، عبداللہ بن حسن نے منصور سے مہلت طلب کی اور رات کو وہ نکل کر سلیمان بن علی کے پاس گئے، ان سے کہا میرے بھائی ہمارے اور آپ کے درمیان دامادی کا رشتہ ہے، ہمارے اور ابی منصور کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں، سلیمان نے کہا میرا بھائی عبداللہ بن علی اس کے زندان میں ہے کیونکہ اُس نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے چنانچہ موت ان کیلئے ہر لحہ تیار ہے۔ اگر منصور میری بات کو مان کر آپ کے دو بچوں کو معاف کرتے تو ضرور ان کے چچا کو معاف کرتے۔ عبداللہ نے منصور سے دوبارہ ملاقات کی، منصور نے اپنے بیٹے مہدی سے کہا جو ان کے پاس خطوط آئے تھے، انھیں پڑھ کر سناؤ، مہدی نے اپنے باپ سے کہا، کلام میں نرمی کریں، منصور غصہ میں آیا اور کہا کہاں ہے آپ کا بیٹا تو عبداللہ نے جواب دیا مجھے نہیں پتہ، منصور نے کہا آپ ان کو دیں گے یا نہیں، عبداللہ نے کہا اگر وہ میرے پاؤں کے نیچے ہوتے تو میں قدم نہیں اٹھاتا، منصور نے حکم دیا فوراً اس کو گرفتار کریں اور اسکو زندان میں ڈالیں۔

منصور نے مدینہ کیلئے نیا والی محمد بن خالد بن عبداللہ قسری کو معین کیا، ان سے کہا نفس ذکیہ کی تلاش میں جدت کو اپنائے اور ان کے ہاتھ میں بہت مال دیا، وہ ۱۴۱ ہجری میں مدینہ پہنچا، دن گزرتے گئے، محمد بن خالد کو اپنی اس مہم میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی، منصور نے اسے تاخیر کا ذمہ دار ٹھہرایا اور اسے حکم دیا کہ مدینہ کے گھروں کی تلاشی لیں۔ لیکن یہ والی اپنے سے پہلے والی مدینہ زیاد بن عبیداللہ کی طرح بنی حسن کا خون نہیں بہانا چاہتا تھا۔ اس نے منصور کو لکھا نفس ذکیہ میرے یہاں آنے سے پہلے مدینہ چھوڑ گیا ہے، وہ دیگر علاقوں میں نقل مکانی کر رہا ہے تو منصور نے اس کو بھی معزول کیا۔ منصور نے اپنے خاص مشاور ابو العلی سے مشورہ کیا کہ مدینہ کے لئے کس کو والی بنایا جائے اور کس کی ذمہ داری لگائیں کہ وہ نفس ذکیہ کو تلاش کریں تو اس نے مشورہ دیا آل زبیر بن عوام یا آل طلحہ بن عبیداللہ کے گھرانے میں سے کسی کو انتخاب کریں کیونکہ یہ لوگ علی بن ابی طالب کے دشمن ہیں اور دونوں جنگ جمل میں حضرت علی کے خلاف نکلے تھے۔ اسی طرح عبداللہ زبیر نے حجاز میں اپنی خلافت کا اعلان کیا تھا اور آل ابی طالب کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا تھا خاص کر کے محمد بن حنفیہ کو، اور مختار ثقفی کو جو نصیر آل علی تھے، ان کے اس مشورہ کو ابو جعفر منصور نے مسترد کیا اللہ تم کو قتل کرے، کتنی اچھی رائے ہے جو تم لائے لیکن یہ رائے ہم سے مخفی نہیں تھی میں نے عہد کیا ہے کہ میں ان سے انتقام اپنے اور ان کے دشمن کے ذریعہ نہ لوں، میں ان کے لیے ایک عربی فقیر و بے حیثیت گھرانے سے کسی کو انتخاب

کروں گا، وہ جو چاہے کرے۔

چنانچہ منصور نے مدینہ پر رباح بن عثمان بن حیان کو بھیجا۔ یہ شخص مسلم بن عقبہ کا چچا زاد بھائی تھا جسے یزید بن معاویہ نے تاراج مدینہ کے لئے معین کیا تھا، جس نے مدینہ کا محاصرہ کیا، اہل مدینہ کو قتل کیا اور ان کو اپنے لشکر کیلئے مباح قرار دیا۔ منصور نے رباح بن عثمان کو بلایا، اس کو خبر دی کہ میں نے تمہیں والی مدینہ کیلئے انتخاب کیا ہے اس بات کو چھپا کر رکھیں اور ان کو یہ بھی واضح کیا کہ زیاد حارثی اور ابن قسری نے ان کے اوامر پر عمل نہیں کیا، ان سے خیانت کی ہے۔ تم جلدی مدینہ جاؤ۔ رباح ۱۴۴ھ رمضان میں مدینہ پہنچا اور وارد مروان گیا، وہاں عبداللہ بن حسن عرصہ سے مجوس تھے، رباح نے ایک علوی کو بھیجا جس کا نام حسن بن زید تھا کہ وہ پتہ کرے کہ نفس زکیہ کہاں ہے۔ عبداللہ نے حسن سے کہا اے میرے برادرزادے میرا امتحان ابراہیم کے امتحان سے زیادہ ہے، اللہ نے ابراہیم کو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا، وہ اللہ کی اطاعت تھی، ابراہیم نے کہا یہ میرے لئے بہت بڑا امتحان ہے لیکن تم لوگ میرے پاس آئے ہو کہ میں اپنا بیٹا تمہیں ذبح کرنے کیلئے دوں، یہ اللہ کی عصیان و نافرمانی ہے۔ رباح عبداللہ بن حسن کے پاس زندان آیا، اس نے کہا اے شیخ امیرالمومنین نے مجھے مدینہ کا والی بنایا، صلہ رحمی کیلئے والی نہیں بنایا ہے اور نہ پہلے گزرنے والوں کی سیرت پر چلنے کا کہا ہے، نہ تم میرے ساتھ کھیل سکتے ہو جس طرح زیاد اور قسری کے ساتھ کھیلے ہو، میں تمہاری جان لوں گا یا تم محمد اور ابراہیم کو میرے سامنے لاؤ لیکن اس کو زندان سے کوئی جواب نہیں ملا۔

رباح نے اپنا غصہ محمد بن خالد قسری پر نکالا اور اسے گرفتار کیا اور اسے تازیانے مارے۔ رباح مدینہ کے منبر پر گیا اور اہل مدینہ سے خطاب کیا جس میں اس نے اس خطبہ کا نمونہ پیش کیا جو حجاج بن یوسف نے مسجد کوفہ میں دیا تھا، رباح نے اپنے خطبہ میں کہا میں سانپ ہوں اور فرزند سانپ عثمان بن عیان ہوں مسلم بن عقبہ جس نے تمہاری سرسبزی کو ویران کیا ہے، تمہارے مردوں کو قتل کیا ہے میں دوبارہ اس کو ویران کروں گا حتیٰ یہاں کتے کی بھی آواز نہ آئے گی اس کے کلمات نے اہل مدینہ کے غصہ کو بڑھایا، اہل مدینہ بہت غصہ میں آئے اہل مدینہ کے دلوں میں تاراج مدینہ کا قصہ تازہ ہوا، انھوں نے رباح کے منہ پر چیخنا شروع کیا کہا اے جلد تازیانہ زدہ تم باز آتے ہو یا ہم تمہیں باز کریں۔ رباح تک یہ بات پہنچی کہ نفس ذکیہ شعاب رضوی میں روپوش ہے، اس نے عمرو بن عثمان بن مالک جہنی جو بنی جشم سے تعلق رکھتا تھا کو ایک لشکر دے کر بھیجا کہ وہ نفس ذکیہ کو تلاش کرے محمد کو ان کی آمد کی خبر ملی تو وہ فوراً وہاں

سے فرار ہو گئے، ان کے بیٹے پہاڑ سے گر کر وہیں مر گئے، محمد کی جان بچ گئی، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہے، رباح کو اپنا غصہ نکالنے کے لئے اہل مدینہ کے علاوہ کوئی نہ ملا۔ وہ منبر پر گیا، محمد اور اس کے بھائی کو سبّ وشتم کیا، ان کو فاسق و فاجر و غدار کہا پھر ان کی ماں کو ابید کی بیٹی ہند کی مذمت کی، انھیں گالی دی جس پر اہل مدینہ غصہ میں آئے تو اس نے تہدید میں کہا اللہ تمہارے چہرے کو ذلیل و خوار کرے، ہم خلیفہ کو بتادیں گے کہ تم نے دھوکا دیا ہے، تم نے میری بات نہیں مانی ہے۔ لوگ ان پر ہجوم لائے، چیخ و پکار کیا، کہا ہم تمہاری بات نہیں سنتے، اسے پتھر مارے، اس نے دار مروان میں پناہ لی لوگ اس کے گرد جمع ہوئے۔ رباح نے خلیفہ کو اہل مدینہ کی نافرمانی اور بغاوت کی تفصیل لکھی اور ان سے کسب تکلیف کی تو منصور نے اسے ایک خط لکھا، خط کا مضمون اہل مدینہ سے خطاب تھا، رباح سے کہا، اس خط کو منبر سے پڑھا کر سنائے۔

خط کا مضمون یہ ہے، اے اہل مدینہ! تمہارے والی نے مجھے خط لکھا جس میں تمہارے دھوکے مخالفت، سوء سیرت اور امیر المومنین کی مخالفت کا تذکرہ کیا ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے اگر تم ان حرکتوں سے باز نہیں آئے تو میں تمہارا امن خوف میں تبدیل کروں گا، تمہارے بر و بحر سے راستے کٹ جائیں گے اور شدائد تم پر مسلط ہوں گے پھر انھیں قوم عاد سے نسبت دی اور دھمکی دی کہ ایک ایسا لشکر اہل فارس اور خراسان سے جو شیعیان عباسی ہیں، اہل مدینہ پر مسلط کریں گے لیکن منصور کا یہ خط اہل مدینہ کے غم و غصہ کو ٹھنڈا کرنے میں کامیاب نہ ہوا تو منصور نے ارادہ کیا کہ خود حج کے موقعہ پر مدینہ جائے۔ چنانچہ ۱۴۴ھ میں وہ مدینہ آیا۔ اس نے فیصلہ کیا مدینہ داخل ہوتے وقت غم و غصہ کی آگ کو شعلہ ور کرتے ہوئے داخل ہو جائے اس نے مدینہ سے باہر ربذہ پر قیام کیا، والی مدینہ رباح ربذہ میں اسے ملنے آیا اور اہل مدینہ کی نافرمانی و سرکشی کا دوبارہ تذکرہ کیا۔ خلیفہ نے حکم دیا اولاد حسن کے جتنے قیدی ہیں، ان کو میرے سامنے حاضر کیا جائے شاید وہ لوگ نفس ذکیہ کے بارے میں معلومات دیں۔ رباح انھیں نکال کر خلیفہ کے پاس لے گیا، وہ سب پابند غل و زنجیر تھے جہاں منصور تھا وہاں انہیں حاضر کیا۔ عبداللہ بن حسن پر تشنگی طاری ہوئی، اس نے فریاد سے کہا اے معشر الناس کوئی ہے جو ابن رسول اللہؐ کو ایک گلاس پانی کا دے دے تو کوئی جواب دینے والا نہیں ملا، عبد اللہ نے خلیفہ سے کہا یا اباجعفر، ہم نے بدر میں آپ کے اسیروں سے اس طرح نہیں کیا تھا تو منصور نے ان کے چہرہ پر تف کیا، منصور نے بنی حسن سے نفس ذکیہ کے بارے میں پوچھا، اسے کوئی جواب نہیں ملا، اس نے سختی کی، پھر اس نے

حکم دیا انھیں بغیر زین کے اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ لے جائیں اور قصر ابن ہبیرہ میں بند کر دیں، یہ زمین کے نیچے زندان تھا جہاں دن رات کا پتہ نہیں چلتا تھا بعض نے اس تاریک زندان میں وفات پائی،ان میں سے ایک محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان تھے،ان کا سر کاٹ کر ایک جماعت شیعہ کے ساتھ خراسان بھیجا اور خراسان کے شہروں میں گھمایا اور ان کو گمان ہوا یہ سر نفس ذکیہ کا ہے، جاحظ نے بنی حسن پر گزرنے والے مصائب کا ذکر کیا ہے۔منصور نے بنی حسن کو قصر ہبیرہ میں زندان کیا اور محمد بن ابراہیم بن حسن کو وہاں رکھا،اس کے زندہ ہونے کے دوران اس پر ایک دیوار بنائی اور اسے بھوکا اور پیاسا قتل کیا اور تمام بنی حسن کو بھی قتل کیا۔ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو زنجیر میں باندھ کر انبار لائے،وہ اپنے بھائی عبداللہ اور حسن سے کہتے تھے کہ ہم سلطان بنی امیہ کے زوال کی تمنا کر رہے تھے لیکن ہم نے سلطان بنی عباس کو دیکھا کہ اس نے ہمیں کہاں پہنچا دیا۔

منصور کو آل علی پر زندان میں گزرنے والے حالات کے خطرہ کا احساس ہوا،وہ جانتا تھا اہل فارس و خراسان زیادہ شیعہ ہیں وہ آل علی اور اہل بیت کی قدر دانی کرتے ہیں وہ ان کو اپنے عمل کا جواز پیش کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے ہاشمیہ میں جا کر ایک خطبہ دیا۔منصور ڈر گیا کہ اس نے بہت سے آل علی کو زندان کیا ہے جبکہ کثیر اہل فارس و خراسان ان کے شیعہ ہیں کہیں وہ ان سے الگ نہ ہو جائیں،وہ علی اور اولاد علی کے زیادہ معتقد تھے لہذا اس نے ضروری سمجھا کہ اس نے جو سلوک اولاد علی سے کیا ہے،اس کی وضاحت پیش کرے۔وہ ہاشمیہ میں منبر پر گیا اور ایک طویل خطبہ دیا،یہ خطبہ مروج ذہب ج ۳ ص ۳۱۱ میں ہے،کہا اے اہل خراسان تم ہمارے شیعہ اور ہمارے انصار ہو، ہماری دعوت کے اہل ہو،اگر تم نے ہمارے علاوہ کسی کی بیعت کی تو تم نے کسی نیک کی بیعت نہیں کی ہے۔اولاد ابی طالب کو ہم نے چھوڑا ہے،اس ذات لا الہ کی قسم! خلافت میں ہم نے ان کے قلیل کو چھوڑا ہے نہ کثیر کو،پھر اس نے تاریخ علویین کو گننا شروع کیا،کہا حکمین میں علی بن ابی طالب نے یہ کیا اور ان کا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہوا اور اس کے انجام میں ان کا اپنا قتل ہوا۔

پھر اس نے امام حسن کا معاویہ کے حق میں خلافت سے تنازل کا ذکر کیا' پھر اہل کوفہ نے حسین بن علی کو تنہا چھوڑا یہاں تک کہ وہ بھی قتل ہوئے،پھر منصور نے زید بن علی اور محمد بن علی کو چھوڑنے کا ذکر کیا،پھر منصور نے بنو عباس کو بنی امیہ کی طرف سے لاحق ظلم وستم کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ ظلم وستم سب علویین کے قیام کی وجہ سے ہوا ہے پھر علویین کا

حکومت عباسی کے خلاف قیام کا ذکر کیا، پھر ہماری حکومت جب اللہ کے فضل وعدالت سے مستقر ہوئی تو ان لوگوں نے ہمارے خلاف قیام کیا، انھوں نے ہمارے ساتھ حسد کیا، ہمارے خلاف عداوت کی، اللہ نے ہمیں ان پر فضیلت دی ہے، اللہ نے اپنے نبیؐ کی میراث سے ہمیں خلافت دی ہے۔ بنی امیہ نے ہمارے خلاف جرات کی اے اہل خراسان! جو کچھ ان جاہلوں کی طرف سے ہمیں ملا ہے محمد نفس ذکیہ کی بیعت سے اور ان کی غلط حرکتوں سے۔ گویا منصور نے احساس کیا کہ محمد نفس ذکیہ تک اس کی رسائی ہوئی ہے، وہ اس انتظار میں تھا کہ محمد قیام کرے تھوڑا وقت نہیں گزرا کہ محمد نے مدینہ میں ۱۴۵ھ کو قیام کیا اور لوگوں سے بیعت لی اور خود کو امیر المومنین کہلوایا۔ ہم سوال کرتے ہیں وہ کونسی چیز ہے جو محمد کو اس انقلاب کے اعلان کرنے کا سبب بنی ہے۔

مورخین نے اس بارے میں متعدد اور مختلف اسباب بیان کیئے کہ محمد مجبور ہوئے کہ اعلان انقلاب کرے، طبری کا کہنا ہے رباح نے محمد کا پیچھا کیا، اس سے وہ مجبور ہوئے کہ ظہور کرے، ابو جعفر منصور بھی اولاد حسن پر ٹوٹ پڑے، رباح نے مدینہ آکر کوشش کی کہ محمد ہاتھ آجائے لیکن محمد نکل گیا منصور کے ہاتھوں اولاد حسن کو جو سزائیں پہنچیں وہی سبب خروج محمد تھا۔ محمد، منصور سے چھپا ہوا تھا، ظاہر نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ منصور نے اس کے باپ عبداللہ حسن کو قید کیا اور ان کے چچا، اہل وعیال اور خاندان سب کو زندان کیا، ابن طباطباء کا کہنا ہے کہ عبداللہ محض لوگوں سے محمد کے بارے میں کہتے تھے یہ مہدی ہے جس کی بشارت دی گئی ہے، یہ محمد بن عبداللہ ہے، ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں ہے لوگوں نے ان کی طرف گرائش کی، پھر اس کی تائید میں اشراف بنی ہاشم سے بیعت کراوئی، انھوں نے اسے خلافت کیلئے پیش کیا اور ان کو خود پر مقدم رکھا اور انہیں رغبت دلائی کہ خلافت کو حاصل کریں، یہ دیکھ کر لوگوں کی رغبت بڑھ گئی۔ یہ بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کہ بنی عباس ان سے ڈرنے لگے۔ جب محمد نے دیکھا کہ ان کے اپنے والد پر کیا گزر رہی ہے اور اپنی قوم پر کیا گزر رہی ہے تو انہوں نے ظہور کیا لیکن صاحب مقاتل طالبین کا کہنا ہے محمد کے بھائی موسیٰ نے ان کو تہدید کیا جس کی وجہ سے انہوں نے ظہور میں تعجیل کی۔

انہوں نے جن کو علاقوں میں دعوت کیلئے بھیجا تھا انہوں نے کہا موسیٰ کو زندان سے نکالیں، حقیقت یہ ہے انصار محمد کا ان پر اصرار تھا کہ وہ اعلان کریں، یہی ان کا سبب خروج ہے کہ انقلاب کے مقدمات آمادہ ہونے سے پہلے انہوں نے خروج کیا، لوگوں نے یہاں تک کہا کہ اس امت میں اس سے زیادہ فال بد کرنے والا اور کوئی نہیں ہوگا تو

اس نے اعلان کیا کہ رجب ۱۴۵ھ میں خروج کریں گے، اس طرح لوگ ان کی خلافت کی طرف آگئے شرفاء فضلاء علماء اور شجاعت وفصاحت کے حامل سب نے ان کی طرف رجوع کیا، اچانک اعلان کیا، رباح بھی اپنی تیاری میں تھا محمد ۲۵۰ مردوں کی معیت میں زندان مدینہ گئے، زندان کو توڑا، زندان میں موجود افراد کو نکالا، سب کو مدینہ کی گلیوں میں گھمایا تکبیر کی آواز بلند کی اور اپنے قیام کا اعلان کیا ضد بنی عباس اور بغاوت کا اعلان کیا اور کہا کہ میرا انقلاب سفید ہے، ہم خون بہانے سے گریز کریں، کسی کو قتل نہ کریں، اچانک رباح کو پتہ چلا کہ انقلاب برپا ہوا، وہ اٹھ نہ سکا، اس نے دار مروان میں پناہ لی۔ رباح خود کو موت سے نہ بچا سکا، اس نے چند کلمات غصہ میں کہے، اے اہل مدینہ امیر المومنین اپنی آمدنیات کو شرق وغرب سے تمہارے لئے خرچ کر رہے ہیں قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم خروج کریں گے تو کوئی نہیں بچے گا، کوئی اہل مدینہ سے ان کا کوئی حامی نہیں نکلا صرف بنی زہرہ میں سے کچھ افراد دار الامارہ میں ان کو بچانے کیلئے گئے لیکن وہ محمد نفس ذکیہ سے اسے نہ بچا سکے۔

[تاریخ دولۃ العباسیہ تالیف محمد خضری ص ۲۰۴]

کہتے ہیں دورِ عباسی میں ان کے خلاف محمد بن قاسم بن علی بن عمرو بن علی بن حسین بن علی جو کہ کوفہ میں مقیم تھے، کوفہ چھوڑ کر طالقان خراسان گئے اور وہاں لوگوں کو رضا بہ آل محمد کے شعار کی دعوت دی۔ بہت سے لوگ ان کے پاس جمع ہوئے تو بنی عباس کے والی عبداللہ بن طاہر امیر خراسان نے ایک لشکر بھیجا اور دونوں کے درمیان طالقان میں جنگ چھڑی وہاں سے محمد بن قاسم فرار ہوئے اور خراسان کے ایک گاؤں میں روپوش ہوئے تو کسی نے جاسوسی کی عبد اللہ بن طاہر کے نمائندے نے ان کو گرفتار کیا اور انھیں عبداللہ طاہر کے پاس بھیجا، انہوں نے انہیں معتصم عباسی کے پاس بھیجا، وہ ۲۱۹ھ میں سامراء میں حبس ہوئے یہاں تک کہ عید فطر کی رات جب لوگ عید فطر میں مصروف ہوئے تو وہاں سے وہ اپنے چاہنے والوں کے توسط سے زندان سے فرار ہوگئے، فرار کے بعد وہ کہاں گئے، کسی کو پتہ نہیں چلا، ایک گروہِ زیدی کا عقیدہ ہے کہ وہ مرے نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں اور وہ مہدی ہیں، وہ آ کر دنیا کو عدل سے پر کریں گے۔ یہ لوگ اکثر کوفہ کے اکناف واطراف طبرستان، دیلم اور خراسان میں رہتے تھے یہ عقیدہ ۳۳۲ھ تک چلتا رہا جیسا کہ مسعودی نے مروج الذہب میں نقل کیا ہے۔

قیام خروج محمد بن عبداللہ:

محمد بن علی مدینہ میں اوران کے بھائی ابراہیم بصرہ میں تھے، دونوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دن میں مختلف جگہ سے منصور پر حملہ کریں گے۔ایک دن دونوں نے مل کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تا کہ منصور کی طاقت کو تقسیم کرسکیں۔جب محمد بن عبداللہ کو پتہ چلا کہ ان کا خاندان زندان میں دردناک اذیت کا سامنا کر رہا ہے تو اس نے خود خلافت کا دعویٰ کیا اور مدینہ میں گیا، اس کے ساتھ ۱۵۰ مجاہد تھے، انہوں نے زندان کو کھولا اور زندان میں موجود افراد کو آزاد کیا، کسی نے بھی ان کے ساتھ مقابلہ ومزاحمت نہیں کی بلکہ اہل مدینہ نے ان کی معاونت کی اور وہاں کے والی رباح کو وہاں سے بے دخل کردیا، ۱۴۵ھ میں محمد مدینہ کے والی بنے اور انھوں نے خطاب کیا، ان کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ ان کے بھائی ابراہیم نے بصرہ میں خروج نہیں کیا کیونکہ وہ ان دنوں میں بیمار پڑ گئے تھے۔جب منصور کو پتہ چلا کے محمد نے خروج کیا ہے تو انھوں نے انہیں جنگ سے پہلے خط لکھا تا کہ وہ جنگ سے باز آجائیں، خون نہ بہائیں، اس نے خط میں غلیظ ترین الفاظ وکلمات استعمال کئے اور لکھا اگر اس نے جنگ سے پہلے خود کو تسلیم کیا تو وہ اپنے، اپنے بھائی، خاندان اور اولاد کے امین ہونگے اور جو بھی ان کی بیعت میں ہیں، وہ سب امان میں ہوں گے۔اور انھیں ہر سال ایک لاکھ درھم دیئے جائیں گے اور جہاں رہنا چاہیں انھیں امن ملے گا، اس کے علاوہ جنگ میں ان کے جو پیروکار ہیں، انہیں آزاد کیا جائے گا اور کسی کو اذیت نہیں دی جائے گی۔

محمد نے انھیں جواب دیا اگر ہماری بیعت کریں گے تو جتنا آپ نے چاہا، وہ سب ہم آپ کو دیں گے۔جب منصور کو محمد کا خط ملا تو اس نے کہا یہاں طاقت کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں ہے۔منصور نے اس جنگ کیلئے عیسیٰ بن موسیٰ کو انتخاب کیا جسے سفاح نے منصور کے بعد ولی عہدی کیلئے انتخاب کیا تھا، عیسیٰ نے منصور سے کہا اپنے چچاؤں سے اس سلسلہ میں مشورہ لے لیں، منصور نے کہا تم میرا حکم مانو۔وہ ہمارے خیر خواہ نہیں ہیں وہ آپ کے اور میرے خون کے درپہ ہیں یا آپ خود جائیں یا میں جاؤں گا، پھر اس نے ایک خط لکھا جس میں ان کی تعریف کی اور اس میں ایک سفید کاغذ بھیجا، ان سے کہا میں نے آپ کو ان دونوں میں اختیار دیا ہے، اگر ان پر آپ کامیاب ہوئے تو ان سے تلوار اٹھاؤ، اگر آپ کے ہاتھ سے یہ لوگ بچ نکلے تو میں آپ ہی کو پکڑوں گا جب تک آپ انہیں نہیں لائیں گے آپ

نہیں بچیں گے وہ جانتے ہیں آپ کیا ہیں اور آپ کا مذہب کیا ہے اور مسکن کہاں ہے؟؟۔

منصور نے ایک لشکر منظم کیا اور عیسیٰ کی سرکردگی میں اسے مدینہ بھیجا اور ساتھ میں کچھ لوگوں کے لیے تحفے تحائف اور اپنا پیغام بھیجا۔لوگوں نے محمد سے بغاوت کی اور عیسیٰ کے ساتھ مل گئے حتیٰ عیسیٰ نے ایک لشکر مکہ کے راستہ پر چھوڑا کہ کہیں وہ فرار ہو کر مکہ نہ جائیں، ۱۲ رمضان ۱۴۵ھ میں عیسیٰ مدینہ میں داخل ہوا، اس نے جنگ سے پہلے ایک خط محمد کو بھیجا کہ تسلیم ہو جاؤ اور جنگ چھوڑو محمد تسلیم نہیں ہوئے اور میدان جنگ گرم ہوا محمد نے شجاعت دکھائی لیکن ان کی شجاعت ان کی طاقت کے مقابل میں کارآمد نہ ہو سکی یہاں تک کہ محمد گر گئے اور پرچم بنی عباس مسجد نبوی کے مینار پر بلند ہوا۔جنگجو تسلیم ہو گئے ۱۴ رمضان ۱۴۵ھ کو محمد قتل ہوئے۔عیسیٰ بن موسیٰ نے بغداد میں منصور کو فتح کی خبر پہنچائی اور محمد کا سر بھیجا۔محمد ۲ مہینہ ۱۷ دن والی مدینہ رہے۔ابراہیم نے خفیہ طور پر اپنے بھائی کی طرح دعوت دی تھی، بہت سوں نے ان کی بیعت کی، آخر میں بصرہ میں خروج کیا اور اطراف بصرہ پر مسلط ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے ۳۰ رمضان کو اپنے بھائی کے قتل ہونے کی خبر سنی جس سے وہ شکستہ ہو گئے اور حزن و اندوہ اور مصیبت ان پر چھا گئی۔منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کو ان کی طرف بھیجا، ان کے درمیان جنگ چھڑی اور ۲۵ ذیقعدہ ۱۴۵ھ کو وہ بھی قتل ہوئے۔محمد اور ان کے بھائی ابراہیم طالبین کے سب سے زیادہ خوش اخلاق، صاف ستھری اور بے داغ شخصیت تھے ان سے کوئی ایسی حرکات وسکنات اور براسلوک ظاہر نہیں ہوا تھا لیکن تقدیر نے ان کا ساتھ نہیں دیا کیونکہ انہوں نے اس مہم کیلئے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت ثمر آور تیاری نہیں کی تھی اس طرح اولاد امام حسن سے عہد منصور میں محمد اور ان کے بھائی ابراہیم قتل ہونے کے بعد جو افراد فرار ہوئے، وہی باقی بچے۔

قیام علویین:-[فی ظلال تشیع ص ۴۲۹]

امام صادق نے اس حوالے سے خاموشی کو ترجیح دی اور اپنے حق عمارت و ریاست وخلافت سے چشم پوشی کی، جب منصور دوانیقی نے اپنے بھائی ابی العباس کے بعد ۱۳۶ھ میں منصب خلافت سنبھالی اور اپنے مخالفین اور دشمنوں کا صفایا کرنا شروع کیا اور مملکت کا نظام سنبھالا تو پہلے مرحلے میں ابو العباس منصور کی خواہش یہ تھی کہ محمد بن عبد اللہ نفس ذکیہ اور ان کے بھائی ان کی بیعت کریں، جب حکومت بنی عباس محکم ہوئی تو انھوں نے چاہا ان پر غلبہ حاصل

کریں چونکہ انھیں ان سے خطرہ تھا چنانچہ صاحب مقاتل طالبین لکھتے ہیں آخر حکومت بنی امیہ میں انھوں نے نفس ذکیہ کی بیعت کی تھی ایک دفعہ مدینہ میں اور ایک دفعہ مسجد الحرام میں۔

امام واجب الطاعۃ نفس ذکیہ اور ابراہیم بن عبداللہ محض:

عبداللہ نفس ذکیہ کی گرفتاری: [مقاتل طالبین ص ۱۴۰]

نفس ذکیہ جنہیں مہدی زمان بھی کہتے تھے عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی نے کہا: مجھے میرے باپ نے کہا بنی ہاشم کی ایک جماعت ابواء میں جمع ہوئی، اس میں ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس، ابوجعفر منصور، صالح بن علی، عبداللہ بن حسن بن حسن اور ان کے دو بیٹے محمد اور ابراہیم بن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن عثمان تھے۔ صالح بن علی نے کہا: تمہیں پتہ ہے کہ لوگوں کی نظریں آپ لوگوں پر لگی ہوئی ہیں، اللہ نے آپ سب کو ایک جگہ جمع کیا ہے، اپنے میں سے کسی ایک کی بیعت کریں اور عہد و پیان کریں، اللہ فتح نصیب کرے گا، وہ فاتحین کا مالک ہے پھر عبداللہ بن حسن نے حمد و ثناء کے بعد خطبہ پڑھا: اللہ جانتا ہے اور آپ لوگ جانتے ہیں کے میرا یہ بیٹا مہدی ہے اس کی بیعت کریں تو ابوجعفر نے کہا تم اپنے آپ کو کس چیز سے دھوکا دیتے ہو کیونکہ سب سے زیادہ قابل توجہ محمد بن عبداللہ ہے تو سب نے کہا تم نے سچ کہا ہے یہی چیز ہم سب جانتے ہیں، سب نے محمد کی بیعت کی۔ عیسیٰ کہتے ہیں عبداللہ بن حسن کی طرف سے میرے باپ کو پیغام بھیجا گیا کہ ہمارے پاس آجائیں، ہم اجتماع کر رہے ہیں، ہم جعفر کو نہیں چاہیں گے تا کہ تمہارے درمیان فساد نہ کرے، عیسیٰ نے کہا میرے باپ نے مجھے بھیجا ہے تا کہ دیکھ سکوں یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ جعفر بن محمد نے محمد بن عبداللہ اور ارقط بن علی بن حسین کو بھیجا ہم سب آ گئے تو محمد بن عبداللہ نماز پڑھ رہے تھے، ہم نے کہا میرے باپ نے آپ کی طرف بھیجا کہ آپ لوگ کیوں یہاں جمع ہوئے ہیں تو محمد بن عبداللہ نے کہا ہم مہدی کی بیعت کیلئے آئے ہیں تو کہتے ہیں اتنے میں جعفر بن محمد آئے، لوگوں نے ان کیلئے عبداللہ بن حسن کے پاس جگہ بنائی پھر امام جعفر نے بات کی اور کہا ایسا کام نہ کرو، یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے آپ کا بیٹا مہدی وہ مہدی نہیں ہے، نہ ہی یہ مہدی کا دور ہے اگر آپ چاہتے ہیں اللہ کو راضی کریں تو امر معروف اور نہی از منکر کریں۔ واللہ ہم سب آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے، آپ ہمارے شیخ ہیں، ہم آپ کے بیٹے کی بیعت کریں گے تو عبداللہ غصہ میں آئے اور کہا مجھے پتہ

چلا ہے کہ آپ جو کہتے ہیں اس کے خلاف ہیں، اللہ نے آپ کو غیب کا علم نہیں دیا ہے، آپ صرف میرے بیٹے سے حسد کرتے ہیں، امام صادق نے فرمایا ایسا نہیں، مجھے کوئی حسد نہیں، آپ اور آپ کے بیٹوں کو خلافت ملنی چاہیے، یہ کہہ کر ہاتھ ابی العباس پر رکھا پھر ہاتھ عبداللہ پر رکھا اور کہا یہ آپ کیلئے نصیب نہیں ہوگا اور نہ آپ کے بیٹوں کیلئے لیکن یہ ان کا نصیب ہے، آپ کے دو بیٹے قتل ہونگے، یہ کہنے کے بعد امام صادق جگہ سے اٹھے اور ہاتھ عبدالعزیز عمران زھری پر رکھا تو فرمایا زرد عبا والے کو دیکھا یعنی ابا جعفر کو کہا ہم نے دیکھا اللہ کی قسم ہم اس کو قتل ہوتے دیکھیں گے تو عبد العزیز نے کہا ہاں محمد قتل ہونگے ۔کعبہ کی قسم جعفر صادق نے جو بات کی ہے عبدالعزیز کہتے ہیں میں دنیا سے رخصت نہیں ہوا اور ہم نے دیکھا کہ یہ قتل ہوئے ۔

راوی کہتا ہے جب امام نے بات کی تو قوم وہاں سے نکل گئی وہ کسی بات پر متفق نہیں ہوئے تو عبد صمد اور ابو جعفر نے کہا ابا عبداللہ آپ نے یہ کیسی بات کی تو امام نے فرمایا میں یہ کہوں گا اور میں جانتا ہوں اور اللہ جانتا ہے ۔علی بن عباس مقانعی نے بکار بن احمد سے کہا جب بھی جعفر بن محمد ابن عبداللہ کو دیکھتے تو ان کی آنکھ میں آنسو آنے لگتے اللہ کی قسم لوگ ان کے بارے میں یہ باتیں کرتے ہیں، یہ مہدی ہیں، یہ قتل ہونگے، ان کے باپ کی کتاب میں نہیں ہے کہ یہ اس امت کا خلیفہ ہو جائے گا۔جعفر بن محمد بن اسماعیل کہتے ہیں میرے باپ نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے اور جعفر مسجد رسول اللہ میں تھے ایک بغل سوار آیا، اس نے اپنا ہاتھ میرے اوپر رکھا، میں نے ان سے پوچھا کیا ہے، کہا تم جاہل ہو، یہ محمد بن عبداللہ ہیں جو اس اہل بیت کے مہدی ہیں ۔

غسان نے اپنے باپ سے انھوں نے عبداللہ بن سعد سے نقل کیا ہے ابو جعفر منصور نے دو دفعہ محمد کی بیعت کی، ایک مسجد الحرام میں جب ہم وہاں تھے اور جب نکلے تو انہوں نے محمد کی رکاب کو پکڑ لیا اور کہا اگر حکومت آپ لوگوں کو ملے تو ہمیں بھول نہ جائیں ۔جب منصور دوانیقی خلیفہ ہوئے تو اس کی تمام تر توجہ محمد کو تلاش کرنے میں لگی ہوئی تھی، انہوں نے بنی ہاشم کے ایک ایک فرد کو بلایا، خلوت میں ان سے بات کی، انہوں نے کہا اے امیر المومنین آپ اس کو جانتے ہیں وہ اس منصب کو آپ سے پہلے چاہتا تھا وہ اپنے نفس کیلئے آپ سے ڈرتا ہے، وہ آپ کا مخالف ہے نہ معصیت کرنا چاہتا ہے سوائے حسن بن زید کے ۔ابا جعفر نے عبداللہ بن حسن نفس ذکیہ سے اپنے دو بیٹوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے دیگر ہاشمیوں کی بات کی کہ وہ ان سے راضی نہیں ہیں ۔بکر بن عبداللہ موالی آل ابی بکر کہتے ہیں

مجھے علی بن ریاح سے انہوں نے صالح صاحب مصلی سے سنا ہے، میں ابی جعفر کے پاس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا وہ غذا کھا رہے تھے وہ مکہ کی طرف جا رہے تھے اس کے دستر خوان پہ عبداللہ بن حسن تھے ابوالکرام اور بنی عباس کے دیگر لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو ابا جعفر سے کہا اے ابا محمد، محمد ابراہیم نظر نہیں آ رہے یہ دونوں ہم سے ڈر گئے ہیں میں چاہتا ہوں ان سے انس لوں یہ دونوں ہمارے پاس آ جائیں میں انھیں صلہ دوں گا جائزہ دوں گا ان کی شادی کروں گا ان کے ساتھ مل کے رہوں گا عبداللہ نے سر نیچے کر کے کہا اے امیر المؤمنین مجھے ان کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہیں مجھے پتہ نہیں یہ میرے ہاتھ سے نکل گئے ہیں تو اس نے کہا ایسے آدمی کو خط لکھو جو ان تک پہنچائے ابو جعفر نے غذا کھانا چھوڑ کر تمام تر توجہ کے ساتھ عبداللہ سے کہا عبداللہ نے قسم کھائی اور کہا مجھے کچھ پتہ نہیں ہے پھر منصور دوبارہ تکرار کرتے اے ابا محمد ایسا مت کہو محمد ابی جعفر سے ڈر کر فرار ہو گئے ہیں کیونکہ ابا جعفر نے ان کیلئے لوگوں کے سامنے بیعت کی تھی جب ہم غذا سے فارغ ہوئے تو پھر عبداللہ بن عباس آیا۔

یہی وجہ ہے اس گھرانے کے حافظ اسلام افراد نے اٹھنے والوں کو مشورہ دیا قیام نہ کریں پیش گوئیاں کی نصیحتیں کیں اور خود انہوں نے بھی ان کا ساتھ نہیں دیا اور چھوڑا، ان میں سے بعض فاسق فاسد افراد نکلے، بعضوں کو ملحدین اور غلاۃ نے از خود اٹھایا حتیٰ ان کے نا چاہتے ہوئے بھی اٹھایا۔ واقعہ کربلا کے المناک دل خراش منظر کو نزدیک سے دیکھنے کے بعد اہل بیت اطہارؑ نے اس امت کی آزمائش کی اور راسے صحیح معنوں میں درک کیا لہٰذا میدان رقابت سیاسی سے خود کو الگ رکھا لیکن یزید ابن معاویہ کی موت کے بعد مملکت اسلامی دو حصوں میں بٹ گئی ایک طرف عبد اللہ زبیر مدعی خلافت تھے جس نے جنگ جمل کی آگ کو روشن کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے دوسری طرف مروان بن حکم طرید و مبغوض رسول اللہ کا خاندان تھا۔ بنی ہاشم کے خاندان ان دونوں سے منزوی رہے لیکن منافقین و مفاد پرستوں نے آخر میں محمد حنفیہ کو اغوائے فکری کر کے ان کو اقتدار طلبی کے لیے رضا مند کیا یہاں سے کہہ سکتے ہیں اس کا آغاز محمد حنفیہ سے ہوا جہاں مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی طلب اقتدار پرست نے ان کے نام کو استعمال کر کے کوفہ میں حکومت قائم کی اور وہ بعد میں خود محمد حنفیہ کے ساتھ سازش کرنے والا تھا وہ محمد ابن حنفیہ کو قبل از وقت کشف ہوا لہٰذا وہ ان سے الگ ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے ہاشم نکلے ان کے بعد بنی ہاشم کا ہر گھرانا اقتدار طلبی کا خواب دیکھنے لگا ان میں سر فہرست عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ جعفر طیار تھے ان کی چھتری کے نیچے بنی عباس اور کیسانیہ سب جمع

تھے۔اُوپر ہم بنی ہاشم سے قیام کرنے والے سادات کا ذکر کر آئے ہیں۔قارئین تاریخ کی نظروں سے کوئی چیز اوجھل نہیں ہونی چاہیے۔جس طرح ان سادات کو اُس دور میں منافقین مفاد پرستوں نے افیون اقتدار پلا کرانہیں گھر سے حالت مدہوشی میں نکالا ہے آج بھی بعض تاریخ نویسان قیام علوین کو بڑی تجلیل وتکریم دیتے ہوئے انھیں ہی اصل وارث محمد بتاتے ہیں۔ان کی حمایت میں زبان وقلم اٹھاتے ہیں۔

ضالہ ہاشمیہ:

تیسرا دور ضالہ قیام بنی ہاشمین ہے جس میں عباسین، مطلبین، طیارین، علوین اور فاطمین سب آتے ہیں کیونکہ ان خاندانوں نے اقتدار کو اپنا حق شرعی گردانا ہے۔انھیں دور ضالہ کہنے کے سبب کی توجیہ وتوضیح میں مورخین وتجزیہ نگاروں نے کہا ہے دین اسلام میں کوئی بھی خاندان مناصب اجتماعی وسیاسی وراثتی بنیاد پر نہیں لے سکتا۔اگر کسی نے از خود تگ ودو کر کے کہا یہ منصب اسی کے خاندان کا ہی حق ہے تو اسے باور کرنا چاہئے کہ کوئی بھی چیز چاہے مادی ہو یا معنوی اپنے لئے مخصوص گردانے کیلئے قرآن اور سنت نبیؐ سے استناد چاہیے۔قرآن وسنت نبیؐ میں اقتدار ادنیٰ سے اعلیٰ تک کو ذات باری تعالیٰ سے مخصوص کیا گیا ہے۔خاص کر اقتدار کے لئے ہر وہ شخص جس نے اپنا حق سمجھ کر دوسروں پر غلبہ حاصل کرلیا تو یہ استعلاء ہوگی جس کے بارے میں اللہ سبحانہ نے قصص آیت ۸۳ میں فرمایا ﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ ''وہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کردیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں۔اور انجام کی بھلائی متقین ہی کے لیے ہے'' (قصص) میں فرمایا ہے ہم نے دار آخرت کو ان لوگوں کے لئے مخصوص کیا ہے جو اقتدار کے خواہاں نہیں ہیں اقتدار کی خواہش نہ رکھنے والے دو گروہ ہیں۔وہ سورہ قصص کی آیت ۸۰ ﴿ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴾ ''مگر جو لوگ علم رکھنے والے تھے وہ کہنے لگے'' افسوس تمہارے حال پر، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس شخص کے لیے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صبر کرنے والوں کو'' کا مصداق ہوگا لہٰذا یہ گروہ بھی ضالہ ہی ہوگا، (یہ آیت؟؟) علماء ومفکرین اجتماعی وسیاسی کا کہنا ہے مناصب اجتماعی وسیاسی کا مستحق قرار پانے کیلئے چند شرائط درپیش

ہیں:

۱۔خود انسان، صالح، عالم باعمل، سیاستدانِ ہم درد اسلام و مسلمین ہو اور اس میں ہوس اقتدار نہ ہو۔

۲۔اس کے انصار و اعوان مومنین و مجاہدین ان کے افکار و نظریات کے ہم عقیدہ و ہم مقصد ہوں۔

۳۔اس کا قیام اجتماعی باعث حرج و مرج نہ ہو۔

۱۔وہ جو اقتدار پر آنے کے بعد بھی مظاہر استعلاء غلبہ نہیں دکھاتے جیسے نبی کریمؐ، خلفائے راشدین کا اقتدار تھا جیسا کہ امیر المومنین کے فرمودات سے واضح ہے۔

۲۔دوسرا اقتدار کو کسی سے چھیننے پر تلے ہوئے ہیں۔یہاں اگر اقتدار کسی سے اس لئے چھیننا چاہتے ہیں تاکہ باطل اور کفر و شرک مدفون ہو گا حق و شریعت جاگزین ہو جائے گی تو اس کے لئے تمام امت سے درخواست طلب کرنی چاہیے۔قیامِ امت کریں، اگر امت میں شنوائی پائی جانے کے ساتھ حالات و شرائط اس کیلئے مساوی ہیں لیکن اگر وہ اس منصب کو اپنے خاندان کا ورثہ سمجھ کر دیگر امتیازات کے حامل ہونے کی بنیاد پر صاحب مال و دولت و عشائر و قبائل ہیں، یہ ان کی دلی خواہش ہے، وہ اس مقام پر فائز ہونا چاہتے ہیں لیکن اسلام کے بتائے ہوئے راستے سے بھٹک گئے ہیں تو وہ ضالہ ہیں۔ہم قیام ہاشمین کو بھی ضالہ کہتے ہیں کیونکہ قرآن و سنت نبیؐ میں کوئی ایسی شق نہیں ملتی کہ نبی کریمؐ کا مقام و منصب آپ کے بعد آپ کے خاندان میں ہی ہو گا جس طرح یہودیوں، صلیبیوں، مجوسیوں، نوابوں میں ہوتا ہے لہٰذا یہ ضالہ ہی ہیں۔ہم آگے ثابت کریں گے کہ ہاشمین کسی بھی حوالے سے اس منصب کے حقدار نہیں تھے۔

خلافت اسلامی کے ۳۰ سالہ دور خلافت گزارنے کے بعد ۴۰، ۴۱ھ میں امویوں نے خلافت کو اس کے حقدار شرعی سے بزور طاقت چھین کر اپنے خاندان میں مستقر کیا۔بعد میں آنے والے خلفاء نے خلافت کو اپنے خاندان سے بھی نکال کر اپنی اولاد میں محصور کرنے کی خاطر ایک ولی عہد نہیں بلکہ کئی ولی عہد بنانے کی سنت کو اپنانا شروع کیا۔یہاں سے بنی ہاشم اور بنی امیہ جو ایک طویل عرصے سے مد مقابل تھے طمع و لالچ خلافت نے ان میں بھی حب اقتدار کو جنم دیا چنانچہ یہ بھی متحرک ہوئے۔جب خلافت قرآن و سنت کے دائرے سے نکل کر عصبیت خاندانی میں منتقل ہوئی تو خاندان میں اس کا دائرہ محدود نہیں تھا، خاندان سے خاندان ہی نکلتا ہے ایک خاندان سے دوسرا خاندان نکلتا ہے پھر اس دوسرے سے اور چار نکلتے ہیں چنانچہ اس کی واضح مثال اسی مدینہ میں اوس و خزرج کی ہے کہ

وہ کئی سال واحس وفجرا کے نام سے جنگ لڑتے رہے۔یہ بات حتمی ہے کہ خاندان نبوت بھی ایک خاندان میں اقتدار اعلیٰ پر راضی نہ ہوئے انہوں نے ابتداء میں امت کے نزدیک محبوب ترین خاندان فاطمی کو اپنا شعار بنایا۔فاطمی کے بعد اس کو توسیع دے کر علوی بنایا پھر اس کو توسیع دے کر ہاشمی بنایا اور کہا ہاشم سے پھیلنے والے اس منصب کے حقدار ہیں اور یوں وہ تین خاندانوں سے اقتدار کے طالب نکلے ہیں۔

بعض گروہ ایک دوسرے کی ضد میں ان کے خاندان کے قیام کو حکومت وقت کے خلاف خروج قرار دیتے ہیں اور قدیم ادوار سے دور حاضر تک مسلمان معاشروں میں ایک دوسرے کے خلاف قیام کرنے والوں کے عزائم و منویات اور اہداف و مقاصد ایک دوسرے سے مختلف رہے ہیں۔بعض گروہوں کا قیام صرف اور صرف اقتدار طلبی اور سلطنت یابی کے لیے تھا جیسے آل بویہ، سلاجقہ، مغلوب، تیمور لنگ وغیرہ اور عثمانیوں کا قیام حصول اقتدار کے لیے تھا۔اسی طرح مختار نے بھی اقتدار کی خاطر قیام کیا۔بعض کا قیام ایک دوسرے کی ضد میں تھا جیسے بنی ہاشم، بنی امیہ اور بنی عباس کے خلاف قیام ایک خاندان کو اس منصب سے ہٹا کر اس پر خود بیٹھنے کی خاطر تھا ان کے اہداف و منویات میں اسلام نہیں تھا۔تاریخ قدیم میں خلفائے راشدین کے دور میں جنہوں نے خالصتاً اسلام کے اقتدار کی خاطر قیام کیا، ان میں حسین بن علی اور زید بن علی کے علاوہ کوئی قابل ذکر شخصیات نظر نہیں آئیں۔عصر حاضر میں قائم قیاموں میں سے اسلام کا اقتدار یا خالص وطن اسلامی کا اقتدار نامی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ ان اقتدار طلبان کے نزدیک سیکولر قیام یا مغرب پرستانہ قیام ان کی خواہشات و منویات اولین میں رہتا ہے، یا اس میں مسابقت تیزی نظر آتی ہے ان میں سے اقتدار کے طالبان اور اقتدار پر پہنچے، سب فکر الحادی رکھتے ہیں۔انسان مسلمان یا پابند قرآن وسنت انسان کو بفرمان حضرت علی ہمج الرعی نہیں بننا چاہیے کہ اسے جہاں سے کوئی صدا و آواز آئے وہ اس آواز کے پیچھے چل پڑے اور ایک نامعقول و نامفہوم جملے کو اپنا شعار بنانے والوں کے لشکر میں شامل ہو جائے حتیٰ نام نہاد جمہوریت والے قیاموں میں بھی اسلام و مسلمین کی توانائیوں کو خرچ کرنا ان کا بے جا استعمال بلکہ اسراف ہوگا۔انسان کو سوچ سمجھ کر اور دقت و باریک بینی سے تحقیق کے بعد صرف اس قیام میں شرکت کرنی چاہیے جو خالصتاً اللہ اور اس کے بنائے گئے نظام کے احیاء اور اجزاء و نفاذ کے لیے ہو۔انسان مسلمان پابند قرآن وسنت رہنے والوں کے لیے ان قیاموں کو دودھ اور پانی کی مانند صاف دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کس نے اقتدار کی لالچ کی خاطر قیام کیا ہے اور کس نے سربلندی حق کے لیے

قیام کیا ہے اور کس نے ہوسِ اقتدار اور عیش و نوش کیلئے قیام کیا، کس نے دھوکہ میں آکر قیام کیا اور کس نے حالت مجبوری و ناگزیری میں قیام کیا واضح ہونا چاہیے۔

قرآن و سنت محمدؐ میں اقتدار مسلمین کو کسی خاص گھرانے کیلئے مخصوص نہیں کیا کہ جس میں من جملہ تمام قبائل قریش آتے ہوں چاہے وہ قریشی کہلائے حسینی کہلائے، ہاشمی کہلائے یا جس میں صرف ہاشم سے پھیلنے والے مطلبی یا اہل بیت کہلانے والے ہوں یا خوارجی کہلانے والے ہوں، یہ سب مسترد ہو جاتے ہیں۔ اقتدار رگ و خون کیلئے نہیں بلکہ اقتدار صلاحیت و اہلیت قوت ارادی کے حامل افراد کیلئے مخصوص ہے۔ واقعہ جانگداز و دل خراش شہادت امام حسین اور اصحاب یاران کے بعد قیام حق و عدالت مظلوموں کی داد و فریاد رسی کے لیے عزم و ارادہ رکھنے والوں کی آواز نیچے دب گئی جس سے ظالمین کے حوصلے بلند ہوئے اور ظلم میں اضافہ روز بروز بڑھتا گیا یہاں سے ہر گروہ نے ہر جگہ سے کوئی نہ کوئی مزاحمتی آواز نکالی، اسی کو بہانہ بنا کر منافقین تعزیت خوردہ گان کے ٹولے نے موقعہ محل سے استفادہ کرتے ہوئے ہاشمیین کے سروں پر ہاتھ رکھا اور خود ان کی چھتری کے نیچے روپوش ہو گئے اور ان کو میدان مزاحمت میں آگے رکھا۔

ہاشمیین سے یہاں مراد بنی عبد المطلب ہے جو نبی کریمؐ کے عزیز و اقارب ہونے اور شرف و افتخار کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب ہر خاندان اقتدار کی گیند کو لینے میدان مسابقہ میں اتر آیا تو بنی ہاشم بھی اس سلسلے میں پیچھے نہیں ہٹے، انہیں ایران اور مغرب کی طرف بعض مقامات پر کچھ محدود مدت کے لیے اقتدار ملا ہے۔ خالص اقتدار کے لیے قیام کرنے والوں کا چاہے جس گھرانے سے بھی تعلق ہو قریشی سے ہو ہاشمی سے ہو یا مطلبی سے ہو قرآن و سنت نبیؐ اس کی تائید و توثیق نہیں کرتے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی آیات کے علاوہ حجت الوداع کے موقعہ پر نبی کریمؐ نے فرمایا تھا عصبیت جاہلیت کو ہم نے اپنے قدموں کے نیچے روندا ہے وہ اسلام میں دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر کسی نے اس کو بیت ہاشمی سے یا بیت نبی سے اٹھانے کی کوشش کی تو سمجھ لیں یہ نبی کو اپنے اقتدار کے لیے چھتری بنا کر استعمال کر رہے ہیں، یہ کوشش اسلام کے لیے نہیں بلکہ اپنے اقتدار کے لیے ہے یہ اور بات ہے کہ امت اسلام کے دلوں میں نبی کریمؐ سے محبت و شغف بے نہایت ہونے کی وجہ سے جہاں جہاں کسی ہاشمی نے آواز اٹھائی وہاں بہت سوں نے نبی کریمؐ کے اعزاز و تکریم کی غرض سے خود کو ان کیلئے پیش کیا لیکن اکثر و بیشتر دشمنان اسلام کا اس میں زیادہ حصہ ہے

بلکہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس فکر مدفون کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا ہے ۔قیام ہاشمین میں آپ کو امام حسینؑ یا زید شہید کے علاوہ کوئی ایسا فرد نہیں ملے گا جس نے اسلام کے لیے قیام کیا ہو۔

[جہاد شیعہ تالیف دکتور سمیرہ مختار لیسی ص ۹۹]

علویین جس طرح امویین کے خلاف تھے عباسین کے بھی مخالف تھے ۔وہ خلافت کو حق علویین سمجھتے تھے، اس سلسلہ میں کہتے ہیں عباسین نے یہ نعرہ بلند کر کے رضا بہ آل محمد ایک مجمل شعار کو اٹھایا اور اقتدار پر آنے کے بعد انہوں نے اقتدار کو خود اپنے لئے مخصوص کیا جبکہ وہ اس اقتدار پر بنی ہاشم کی وصیت کے مطابق آئے تھے جہاں بنی ہاشم نے محمد بن علی کو اپنا وصی بنایا تھا۔اس سلسلہ میں وہ تیسری سند یہ پیش کرتے ہیں کہ ابو سلمہ خلال حفص بن سلیمان یہ بنی حارث بن کعب کے موالیوں اور کوفہ کی برجستہ شخصیات میں سے تھے ،علم وفصاحت اور جود وکرم میں معروف تھے بنی عباس نے ان کے داماد بکیر بن ماہان کے ذریعہ ابراہیم امام سے رابطہ قائم کیا جب بکیر کا اختصار کا وقت آیا تو امام نے ابراہیم کو وصیت کی میراث یہ منصب ابی سلمٰی کو دے دیں وہ ان کے بدلہ میں عباسیوں کی دعوت کی ذمہ داری اٹھائیں گے چنانچہ ابوسلمٰی نے بنی عباس کو اقتدار پر لانے کی بہت کوشش کی ان کو ابی سلمٰی خلال اس لئے کہتے ہیں ۔وہ سرکہ کا کاروبار کرتے تھے یا تلوار کی نیام بناتے تھے ۔عبداللہ ابی العباس سفاح نے اقتدار میں آنے کے بعد ابی سلمٰی کو اپنا وزیر بنایا وہ ان کے وزیر کے نام سے متعارف ہوئے حالانکہ ابوالعباس دل سے ان کو نہیں چاہتے تھے لیکن وہ مجبور تھے کہ انہیں وزیر بنائیں ۔ایک طرف سے اہل خراسان میں ان کا بہت مقام ومنزلت تھا' خراسان ہی مرکز حکومت عباسی تھا ان کے انصار واعوان خراسان سے تھے ۔دوسرا شیعہ علویئین میں ان کا مقام تھا عباس سفاح ان کو خوش رکھنا چاہتے تھے اس وجہ سے ان کو وزیر آل محمد کا لقب دیا یہ نہیں کہا وزیر بنی عباس ہیں ،مورخین اس پر بھی اتفاق کرتے ہیں ابی سلمٰی خلافت کو بیت عباسی سے بیت علوی میں منتقل کرنے کے خواہش مند تھے ان کی یہ خواہش ان کی موت کا سبب بنی طبری اپنی تاریخ ج ۶ ص ۸۵ پر لکھتے ہیں جب ابی سلمٰی کو خبر ملی کہ مروان بن محمد نے ابراہیم کو قتل کیا ہے تو انہوں نے اولاد عباس کی طرف دعوت دی لیکن اندر سے وہ غیر اولاد عباس کو دعوت دیتے تھے ۔یعقوبی اپنی تاریخ ج ۳ ص ۸۱ پر لکھتے ہیں ابوسلمٰی چاہتے تھے اقتدار اولاد علی میں جائے ۔مسعودی اپنی تاریخ ج ۳ ص ۲۶۸ پر لکھتے ہیں حفظ بن سلیمان کو جب ابراہیم امام کے قتل کی خبر ملی تو وہ دعوت کو عباسی سے آل ابی طالب کی طرف رجوع کرنے کے خواہش مند تھے ۔

فخری ص ۱۴۷ پر لکھتے ہیں ابوسلمیٰ نے عباسیین کے اندر قیام عظیم کیا جب عباسین کا اقتدار مستحکم ہوا تو اس نے وہاں سے عدول کرنا شروع کیا۔

ابن عساکر نے تاریخ ج ۴ ص ۲۷۷، ج ۶ ص ۶۸ میں خلافت کو علویین کی طرف پلٹانے کی بات کی ہے لیکن دینوری کہتے ہیں ابا سلمیٰ کبار شیعہ میں سے تھے۔ ابو سلمیٰ علویین سے ولایت رکھتے تھے کونسی چیز تھی کے ابو سلمیٰ عباسین سے عدول کر کے علویین سے محبت کرے اس کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ دعوت عباسی میں انھیں دھوکہ ہوا انہوں نے الرضا بہ آل محمد کے نام سے دھوکہ دیا ہے جیسا کہ بہت سے شیعہ کہتے ہیں۔ جبکہ ابو سلمیٰ دعوت عباسی میں پیش پیش سرگرم انسان تھے بکیر بن ماہان اور یہ دونوں محمد بن علی بن عباس کی طرف بلانے والے تھے دونوں اسرار دعوت عباسی اور ان کی عمق اور گہرائی وسائل سے آگاہ تھے ہم سمجھتے ہیں ابی مسلم خراسانی جس نے خراسان میں قیادت سنبھالی ہے وہی شاید ابی سلمیٰ سے نظر پلٹانے کا سبب بنا۔ ابو مسلم نے شعوبیت کو مقدم کیا وہی اموی کو سقوط کرنے اور دولت عباسی کے قیام کرنے اور ساتھ ہی شعوبیت (قوم پرستی) کی حمایت کرنے میں پیش پیش تھے۔ عربوں کو دبانے اور امویین سے انتقام میں آگے تھے چونکہ ابی سلمیٰ اور ابی مسلم خراسانی میں آپس میں کشیدگی تھی ابو مسلم نے ابی العباس کو اشارہ کیا تھا کہ ابی سلمیٰ کو قتل کریں انہوں نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ ان کا خون بہانہ مباح ہے کیونکہ انہوں نے نقض بیعت کی ہے لیکن ابا العباس نے اسے مسترد کیا اس نے خط میں لکھا میں اپنی حکومت کا آغاز اس انسان کے قتل سے نہیں کروں گا جو میرا شیعہ اور میرا چاہنے والا ہے جس نے اپنی جان و مال و خون سب میری راہ میں بزل کیا ہے لیکن ابی جعفر منصور دواودعلی نے ابی العباس کو مشورہ دیا کہ ابی سلمیٰ کو قتل کریں انہوں اس نے مشورہ کو رد کیا نصیحت کی اس سے بچ کر رہنا اس نے کہا میں اس کو امن دوں گا دن رات سر و علانیہ میں وہ میری جماعت و گروہ میں ہے۔ ابی سلمیٰ کا عباسییں سے انحراف اور علویین کی طرف عدول کی بہت سی شکلیں و صورتیں ہیں جن میں سلبی و ایجابی بھی ہیں۔ لیکن اس خاندان کے دین و دیانت کے حافظ و پاسدار علم و امانتداری کے حامل افراد ان کے دھوکوں میں نہیں آئے انھوں نے اسے جواب مثبت دینے کی بجائے مسترد کیا لیکن دلوں میں اقتدار و شہرت مال و منال اور عیش و نوش کے حریص یکے بعد دیگر میدان میں اتر آئے۔

ہم یہاں پر ہاشمیین میں سے قیام کرنے والوں کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں پھر ان کی زندگی کے دینی

اور اجتماعی اور سیاسی نیز پذیرائی کرنے والوں کے پس منظر کو پیش کریں گے کہ ان لوگوں نے اس ہاشمی کے پیچھے انصار و اعوان میں کس منطق کس رجحان یا خصوصیات کے تحت ساتھ دیا ہمیں چاہیے یہ جانیں کہ ہاشمیں میں سے کون کون اقتدار کے دعویدار تھے اور وہ انتساب خاندان کے علاوہ دین و شریعت سے کس حد تک وابستگی رکھتے تھے۔

ا۔عبداللہ بن معاویہ:

عبداللہ بن معاویہ بن جعفر بن ابی طالب ان کی ماں ام عون بنت عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب تھیں یہ بہت شجاع و دلیر انسان تھے [اعلام زرکلی ج ۷ ص ۲۶۲] عبداللہ بن معاویہ بن جعفر جس وقت پیدا ہوئے تو ان کے باپ عبداللہ، معاویہ کے پاس شام میں تھے۔انہوں نے ان کا نام معاویہ رکھا تو معاویہ نے اس کو پانچ لاکھ درہم دیئے تاکہ وہ ایک باغ ان کے نام سے خریدے۔معاویہ اسی دن سے یزید بن معاویہ کا دوست بنا، معاویہ نے یزید کی شان و مدح میں اشعار پڑھے کتاب نسب قریش زبیری میں آیا ہے نسل جعفر بن ابی طالب ختم ہوئی سوائے معاویہ بن عبداللہ کے یہ واقعہ ابن اثیر جلد چار میں بیان ہوا ہے۔

[معجم فرق اسلامی ص ۸۴ پر لکھتے ہیں]

فرقہ مغیریہ کے بعض لوگ مغیرہ بن سعید سے الگ ہو گئے اور اس سے برأت کا اعلان کیا۔یہ محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ کے قتل کے بعد کوفہ سے مدینہ امام کی تلاش میں گئے ،انھیں عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار ملے انھوں نے انہیں اپنی طرف دعوت دی اس نے کہا علی اور اولاد علی کے بعد وہ امام ہیں انھوں نے ان کی بیعت کی اور کوفہ واپس چلے گئے اور اپنے تابعین سے کہا یہ عبداللہ رب ہیں، روح اللہ ہیں، روح اللہ نے پہلے آدم میں حلول کیا تھا ،آدم کے بعد شیث میں منتقل ہوئی اس کے بعد ہر اس شخص میں جس پر وحی ہوتی ہے پھر انبیاء سے ائمہ اور ریں پھر حضرت علی اور حضرات حسنین کے بعد عبداللہ میں روح منتقل ہوئی ہے۔کیونکہ یہ خلافت کیلئے اہل ہونے کی کوئی محکم سند نہیں رکھتا تھا یہ علوی و فاطمی خاندان سے تعلق نہیں رکھتا تھا لہٰذا اس نے خود کو خاندان وحی سے جوڑا۔اصل میں یہ فکر عبداللہ بن حارث نامی شخص کی اختراع تھی اس کا کہنا تھا اللہ نور ہے اور یہ نور عبداللہ بن معاویہ میں آ گیا ہے عبداللہ نے دعویٰ الوہیت بھی کیا اور دعویٰ نبوت بھی اسے ماننے والے اس کی عبادت کرتے تھے جو بھی شخص امام تک پہنچے اس سے

حرج و مرج تکلیف ختم ہوجاتی ہے یہ بات اسی کی اختراع ہے۔اس فرقے سے جناحیہ اور پھر خرمیہ،مزدکیہ اور حارثیہ نکلے ہیں۔اس شخص نے ۱۲۶ھ میں کوفہ میں قیام کیا جب یہاں وہ ناکام ہوا تو مدائن چلا گیا وہاں اس نے ایک حکومت قائم کی یہاں عباسی، خوارج اور اموی سے تعلق رکھنے والے جو مروان بن محمد کے خلاف تھے اور زیدیہ، شیعہ اور علویین سب نے دیکھا کہ یہ حکومت اپنے صاحب مالک کو دے دیں گے انھوں نے بھی ان سے کہا وہ یہ حق ملنے کے بعد اپنے حقیقی وارثین کو دیں گے انھوں نے یہ پروپیگنڈہ کیا حالانکہ اس شخص کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ قرآن کے خلاف تھا یہ شخص آخر میں ابو مسلم خراسانی کی جیل میں مرا، اس نے تناسخ کا نظریہ پیش کیا، یہ بدکردار اور بے دین تھا اس کے ساتھ برے لوگ ہوتے تھے حتیٰ کہ انہیں زندیق بھی کہتے تھے جب یزید ابن ولید جسے یزید ناقص کہتے تھے کیلئے بیعت لی تو عبداللہ بن معاویہ نے کوفہ میں قیام کیا اور لوگوں سے الرضا من آل محمد کی فریاد بلند کی اور صوف کا کپڑا پہنا خود کو اہل خیر دکھایا اور بہت سے لوگوں نے کوفہ میں ان کی بیعت کی اہل کوفہ ان پر متفق نہیں ہوئے لوگوں نے مشورہ دیا کہ تم ایران فارس میں جاؤ چنانچہ ان کے ساتھ عبداللہ بن عباس تمیمی نکلے، ان کی بیعت لینے والے فارس میں محارب بن موسیٰ موالی بنی یشکر سے تعلق رکھتے تھے یہ لوگ دارالامارۃ میں چپل اور عبا پہن کر داخل ہوئے لوگ ان کے پاس جمع ہوئے ان کیلئے بیعت کی۔

جب بغداد میں ان کی تعداد بڑھ گئی تو انہوں نے دوسرے شہروں میں الرضا من آل محمد کے حامیوں کو بے دخل کرکے اپنا نام لینا شروع کیا یعنی میری بیعت کرو شہر اصطخر میں اپنے بھائی کو والی بنایا، شیراز میں یزید کو بنایا، کرمان میں علی کو بنایا ایک کو قم میں بنایا تو اطراف سے بنی ہاشم ان کے پاس آنے لگے ان میں سفاح، منصور، عیسیٰ بن علی، ابن خیثمہ بن مصعب اور قریش بنی امیہ سے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک اور عمر بن سہیل بن عبدالعزیز بن مروان شامل تھے اگر کسی نے منصب طلب کیا تو انھیں منصب دیا گیا اگر مال طلب کیا تو انھیں مال دیا گیا یہاں تک کہ مروان بن محمد نے جسے مروان بن حمار کہتے تھے انہوں نے عامر بن ضبارۃ کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا جب اصفہان کے قریب پہنچے تو عبداللہ بن معاویہ اور ان کے اصحاب ان سے جنگ کیلئے نکلے تو لوگوں نے انھیں قبول نہیں کیا تو وہ ڈر کر خود اور ان کے بھائی سب مل کر خراسان کی طرف فرار ہوئے اس وقت ابو مسلم نے نصر بن سیار کو یہاں سے نکالا تھا اس وقت وہ ایک شخص صاحب نعمت تھے ان سے معاونت طلب کی تو اس نے پوچھا کہ تم فرزند رسول ہو تو اس نے کہا کہ نہیں پوچھا

آیا تم ابراہیم امام ہو جو خراسان میں دعویٰ امامت کرتا ہے تو کہا نہیں۔اس نے کہا پھر تمہاری مدد مجھے نہیں چاہیے پھر وہ ابو مسلم کے پاس گیا ان سے مدد کی درخواست کی تو ابو مسلم نے انھیں زندان میں ڈالا،پھر پتہ نہیں چلا اس کے ساتھ کیا ہوا کہتے ہیں زندان میں رہا۔اس نے زندان سے ابو مسلم کے نام ایک خط لکھا تو انہوں نے اس کو زہر دے کر مار دیا بعض کا کہنا ہے۔

عبداللہ بن معاویہ کی تحریک عراق،ھمدان،اصفہان،قومس،مدائن،رے،فارس وغیرہ میں پھیل گئی۔وہ بہت سی جگہوں پر مسلط ہوئے انہوں نے تمام ہاشمین کو علویین،عباسیوں کو اپنی طرف مملکت چلانے کیلئے دعوت دی،بہت سے لوگوں نے ان کا ساتھ دیا جیسا کہ کتاب جہاد شیعہ ص ۵۵ میں آیا ہے۔ان کی وجہ سے حکومت اموی میں اضطراب آیا خود اموی خاندان کے اندر تقسیم ہوئی۔عبداللہ بن معاویہ اور لشکر اموی کا مقابلہ ہوا مروان بن محمد جسے مروان حمار کہتے ہیں اس نے ایک لشکر عامر بن ضبارۃ کے ذریعہ بھیجا یہ لشکر اصفہان سے نزدیک ہوا تو ان سے مقابلہ کرنے کیلئے عبداللہ بن معاویہ نے اپنے اصحاب کو کہا تو انہوں نے ان کو چھوڑا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ خراسان گئے وہاں ابو مسلم نے خروج کیا تھا تو اس نے ابو مسلم خراسانی کے پاس پناہ لی جو داعی عباسین تھا۔اس سے معاونت نصرت طلب کی لیکن ابو مسلم نے اسے مایوس کیا انھیں محسوس ہوا کہ عبداللہ بن معاویہ عباسی دعوت کیلئے خطرہ ہیں انہوں نے اسے قید کر دیا یہاں سے اختلاف ہوا بعض نے کہا وہ ان کی قید میں رہے یہاں ابو مسلم کو خط لکھا: ”یہ مجوس کے ہاتھوں بغیر کسی جرم و جنایت کے اسیر“۔جوں ہی یہ خط ابو مسلم کو پہنچا تو اس نے ان کو قتل کیا[مقاتل طالبین ص ۱۶۸]ان کے قتل کے بعد ان کی تحریک نے زور پکڑا اب وہ منتقل ہوئے علویین کا خطرہ ختم ہوا اور شیعہ تقیہ سے نکل گئے اور اپنے زخم کی دوا کرنے لگے۔

نظام کے خلاف بغاوتیں:

کسی بھی حکومت کے خلاف مظاہرے یا اعلان استقلال و آزادی اس حکومت کے لئے ہیبت کا باعث بنتا ہے۔ان کی عظمت و بزرگی اور رعب دبدبہ میں کمی آجاتی ہے اور ہر چھوٹی فکر و ذہن طمع و لالچ رکھنے والے بھی میدان میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔وہ اپنے لئے بقول بعض خریدار یوسف بن کر نام بنانا چاہتے ہیں۔جب امین و مامون کے

درمیان جنگ چھڑی تو اس سے اقتدار کے خواب دیکھنے والوں بہت سے افراد کی ہمت اور حوصلے بلند ہوئے یہاں سے ہر جگہ قیام ہوا اور چونکہ چاہے وہ صحیح قیام ہو یا غلط حق ہو یا باطل کسی بھی قیام سے وابستہ گروہ کے لئے کسی نامور اور نامدار پسندیدہ شخصیت و گھرانے سے انتساب چاہیے اور اس وقت ایران اور شام اور عراق کے طوائف الملوک کے اقتدار سے ہزیمت خوردہ ہونے والوں کے پاس یہ فکر تھی کے اسلام میں بھی مجوسیوں اور صلیبیوں کی طرح حکمرانی وراثت میں چلتی ہے لہٰذا اس منصب کے لیے لائق و سزاوار آل بیت نبی سے منسوب شخصیات ہیں اس فکر کے تناظر میں اس گھرانے سے تعلق رکھنے والے دھوکہ باز مکار حیلہ گر اور ملحد و بے دینوں نے بھی چھتری الرضا بآل محمد کے نیچے جگہ بنائی اور اپنے نام ان کے ناموں سے مشابہ رکھے۔ہم ذیل میں ان دونوں کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں۔

۱۔کوفہ میں:

محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب معروف بہ ابن طباطبائی نے قیام کیا ان کے لشکر کی قیادت سری بن منصور معروف بہ ابی سرایا کرتے تھے انہوں نے حسن بن سہل کی طرف سے منصوب والی سلیمان بن ابی جعفر منصور کو نکال دیا اور خود کوفہ پر قابض ہو گئے ،اسی دوران ابن طباطبا اچانک مر گئے کہتے ہیں ابی سرایہ نے ان کو زہر دیا۔ابوسرایا نے انکی جگہ پر محمد بن محمد بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کو رکھا اور خود تحریک کو چلاتے رہے جبکہ یہ ابوسرایا پہلے ہرثمہ بن اعین کے لشکر میں تھے۔کوفہ میں محمد بن محمد بن زید بن علی اٹھے اور بنی عباس کے گھروں کو لوٹا اور جلا دیا اور ان کو گھروں اور شہر سے نکال دیا۔چنانچہ ابوسرایہ نے حسین بن حسن افطس بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کو مکہ بھیجا تا کہ وہ مکہ پر قبضہ کرے اور مکہ میں حج کا نظام سنبھالے جب وہ مکہ کے اطراف میں پہنچے تو مکہ میں داخل ہونے کی جرات نہیں ہوئی تو لوگوں نے اس سال بغیر امام حج کیا۔کیونکہ وہاں موجود عباسی والی داود بن عیسیٰ مکہ سے فرار ہو گئے تھے وہ نہیں چاہتے تھے بیت اللہ میں جنگ کریں۔حج کے بعد حسین بن حسن افطس دیگر طالبین کے دباؤ میں آ کر یا ان کی دعوت پر مکہ میں داخل ہوا اور مکہ میں مستقر ہوا۔ابوسرایہ نے محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن ابی طالب کو مدینہ بھیجا اور مدینہ پر قبضہ کیا۔سنہ ۲۰۰ ہجری میں ہرثمہ بن اعین نے ابی سرایہ کے خلاف لشکر بھیجا اور ابی سرایہ کوفہ سے فرار ہوئے لیکن بصرہ میں زید بن موسیٰ بن جعفر بن محمد

بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے قیام کیا جو زید نار کے نام سے مشہور تھے کیونکہ انہوں نے بہت سے عباسی گھروں کو بصرہ میں جلایا تھا آخر میں وہ بغداد میں اسیر ہوئے۔ مکہ میں حسن بن حسن کو اہل مکہ نے پسند نہیں کیا کیونکہ ان کا سلوک مکہ میں اچھا نہیں، اس نے بہت رہا ظلم و زیادتی کی جب طالبین نے دیکھا لوگ ان کے برے کردار کی وجہ سے ان سے دور ہو رہے ہیں تو انہوں نے محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کو مجبور کیا کہ وہ اس منصب کو سنبھالے جبکہ وہ اپنے خاندان کی ان حرکتوں سے نالان و بیزاری کی وجہ سے اہل مکہ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ انسان تھے وہ اپنی جگہ علم و فضل کے مالک تھے۔ ان کے بیٹے علی اور حسین بن افطس نے انھیں مجبور کیا اور ان کو امیر المومنین کے نام سے پکارا اور سب کچھ ان کے دو بیٹے چلاتے تھے اور ظلم طالبین کا جوں کا توں باقی تھا مگر محمد بن جعفر نے خود کو امیر المومنین سے خلع کیا اور اس نے مامون کی بیعت کی اور اپنی تقصیر و غلطیوں سے معافی طلب کی۔

۲۔ یمن میں:

ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے قیام کیا۔

ضالہ ہاشمیہ ملحدہ: [تاریخ اسلام محمود شاکر ج ۶ ص ۸۸]

یحییٰ بن زکرویہ نے ۲۸۹ھ میں اہل کوفہ سے بیعت لی اور اپنا نام و لقب شیخ رکھا اور معروف ابی القاسم کے نام سے کیا اور اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ نسبی طور پر اسماعیلی ہے وہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق ہے اس نے دعویٰ کیا کہ میرا اونٹ مامور ہے اگر ان کا پیچھا کرو گے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے وہ خود کو کبھی فاطمین بھی کہتا تھا۔ ان لوگوں نے کثیر الحاد و کفر اور مذہب اباحیہ کو پھیلایا۔

ضالہ ہاشمیہ: [شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۸ ص ۱۲۶ اور تاریخ اسلامی محمود شاکر ج ۶ ص ۶۸]

سنہ ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۲ھ کے دور میں زنج علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب یعنی نسل آل محمد سے منسوب ایک شخص کہ جو بصرہ میں سڑک کی صفائی کرتا تھا دعویٰ طالبی کر کے کیا تھا۔ تمام علماء نسب متفق ہیں یہ شخص بنی عبدالقیس سے ہے۔ اس کا نام علی بن محمد بن عبدالرحیم ہے ان کی ماں اسدیہ اسد بنی خضیمہ سے ہے۔ اس کا جد محمد بن حکیم اسدی ایک خارجی تھا جس نے زید بن علی کے ساتھ ہشام بن عبدالملک کے

خلاف خروج کیا بعد میں زید سے الگ ہو کر یا زید کے قتل کے بعد فرار ہو کر ری گیا اور وہاں قیام کیا، اس سے علی بن محمد پیدا ہوئے یہ وہی شخص ہے جس نے قیام کیا تھا۔

حکومت عباسی جن عوامل سے دوچار ہوئی ان میں سے یہ ایک غیر علوی شخص تھا جو خود کو آل علی کہتا تھا حالانکہ وہ عبد قیس تھا اور قبیلہ بنی ربیع سے تعلق رکھتا تھا یہ شخص ۲۴۹ھ کو بحرین آیا اس نے کہا میں آل علی بن ابی طالب سے ہوں ۔اپنا نام علی بن محمد بتایا اور بنی تمیم کو اپنی طرف دعوت دی یہ ان کے درمیان رہا اور اہل بحرین میں ان کا مقام و منزلت بنا یہاں تک کہ انہوں نے اسے نبی کا مرتبہ دیا۔ یہ لوگ انھیں خراج اور جزیہ و مالیات دینے لگے ۔بادشاہ کے عمال سے ان کی طرف سے جنگ لڑی پھر یہ بادیہ گیا اور وہاں سے ایک گروہ بحرین ان کے ساتھ ملا جب انہوں نے طاقت حاصل کی اور ۲۵۴ھ میں یہ بصرہ آیا اور بنی ربیعہ کے ہاں قیام کیا تو کچھ لوگوں نے اس کی پیروی کی ۔جب امیر بصرہ محمد بن رجاء کو اس کا پتہ چلا تو یہ لوگ وہاں سے ڈر کے فرار ہو گئے اور خود ۲۵۵ھ کو واپس بصرہ آیا۔ یہاں آ کر اس کے ذہن میں ایک شیطانی فکر در آئی کہ غلاموں سے مدد لے جو اہل بصرہ کیلئے کام کرتے ہیں کیونکہ وہ چاہتے تھے انھیں آزادی ملے اس نے انہیں وعدہ دیا کہ تمہیں آزادی بھی ملے گی اور بعد میں تم خود آقا بن گے ۔ان میں سے ایک غلام جس کا نام ریحان بن صالح تھا اسے قائد لشکر بنایا اور اس سے کہا دیگر غلاموں کو بھی اس کی دعوت دو ۔وہ اگر دعوت کو قبول کریں تو انہیں معاف کرو اس طرح بہت سے لوگ ان کے ساتھ ملے ۔پھر اس نے ان کے درمیان خطاب کیا اور انھیں وعدہ دیا اور انھیں کہا وہ اپنی جان و مال کے خود مالک ہو نگے اور اس پر قسم کھائی یہاں تک کہ انھوں نے ۲۵۵ھ کو عید کے دن نماز پڑھائی اور انھیں خطبہ دیا کہ اللہ نے تمہیں حکومت دی ہے اور قائد لشکر بنایا ہے اس کے بعد کچھ لوگوں کو منتخب کیا اور فساد و فتنہ پھیلانا شروع کیا اور غارت گری شروع ہوئی پھر لشکر اس کے ہمراہ آگے بڑھا اور بصرہ کو شکست دی اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور اہل بصرہ کے دلوں میں اپنا رعب اور وحشت ڈالی ۔اس کے بعد وہاں سے بھی بہت سی چیزیں اور لوگوں کا مال غارت کیا، ۲۵۶ھ میں مدینہ ایلہ کو جلایا اور عبادان والے ان کے سامنے تسلیم ہوئے پھر شہر اہواز والے تسلیم ہوئے اور انھیں مال و خراج آنے لگا تو سلطان نے ان سے جنگ کیلئے ایک لشکر بھیجا مگر اس نے شکست کھائی ۔شوال میں اہل بصرہ کے بہت سے لوگ قتل ہوئے اور بہت سی جگہیں ویران ہوئیں ہر دن ان کی طاقت و قدرت میں اضافہ ہوتا گیا جو لوگوں سے لیتے تھے تقسیم کرتے تھے یہاں تک کہ حکومت و

بادشاہ کو خطرہ ہوا تو ابو احمد موفق نے ایک لشکر تیار کیا جس کی خود قیادت کی تاکہ لشکر عباسی کو تقویت ملے، یہ چند سال چلا یہاں تک کہ آخر میں حکومت عباسی کو فتح ملی۔ وہ شخص ۲۷۰ھ میں قتل ہوا پھر لوگ واپس اپنے گھروں میں آئے یہ شخص جسے صاحب زنوج کہتے ہیں اس نے رمضان میں ۲۵۵ھ میں خروج کیا اور کم ۲۷۰ھ میں قتل ہوا اس طرح اس کی حکومت ۱۴ سال ۶ مہینہ اور ۶ دن رہی۔

حجاز میں طالبین کا کردار:

یہاں حسین ابن حسن ابن حسین نامی شخص نے مکہ ومدینہ پر غلبہ حاصل کیا، وہاں کے لوگوں پر ظلم ڈھائے اور ان کے مال کو غارت کیا یہاں تک کہ کعبہ میں جو مال تھا، وہ اسے بھی لے گیا۔ مسجد الحرام کے جن پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا، انہیں بھی اپنے قبضے میں لیا اس طریقے سے وہ وہاں ظلم ڈھاتا رہا یہاں تک کہ اس کو خبر ملی کہ ابی سرایہ کا قتل ہوا ہے تو وہ محمد دیباج فرزند جعفر صادق کے پاس آیا اور کہا آپ لوگوں کے پاس محبوب القلوب ہیں، لوگ آپ کو پسند کرتے ہیں، آپ اپنی خلافت کا اعلان کریں ہم آپ کی بیعت کریں گے ابتداء میں انہوں نے انکار کیا لیکن بعد میں اس کے اصرار پر اسے قبول کیا اس میں ان کے بیٹے علی اور حسین دونوں شریک تھے یہاں تک کہ اسحاق ابن موسیٰ (جو یمن میں مامون کی طرف سے والی تھے) اور ہرثمہ عراق سے آئے دونوں مل کر علویین سے لڑے اور اہل مکہ سے ان کی جان چھڑائی محمد ابن جعفر نے امان طلب کی تو انہوں نے ان کو امان دی اور علوی مکہ سے منتشر ہوئے۔

یمن میں ابراہیم ابن موسیٰ بن جعفر نے خروج کیا، اس نے اتنی قتل وغارت گری کی کہ اس کا لقب جزاریہ پڑا (کثرت سے قتل کرنے والا) یہ سنہ ۲۰۰ھ میں تھا، اس نے اپنے کچھ اقارب حج کے لیے بھیجے، وہاں امیر حاج ابا اسحاق ابن رشید تھے، ان سے عقیلی ڈر گئے اور راستے میں بیٹھے اور انہوں نے حجاج کو لوٹنا شروع کیا حتیٰ وہ لوگ برہنہ مکہ سے فرار ہو گئے، ابو اسحاق نے ان کی طرف ایک لشکر بھیجا انہیں شکست دی اور حجاج کے مال کو ان سے واپس لیا۔

اسماعیلیہ:

اسماعیلیہ ہر دور میں امام کا ہونا ضروری گردانتے ہیں لیکن اس کا ہمیشہ ظاہر ومشہور ہونا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک وہ غیاب میں رہتے ہوئے بھی امامت کر سکتے ہیں۔ ان کا دور ستر ۱۴۳ھ سے شروع ہوا ہے۔ صاحب

کتاب اسماعیلیہ نے اپنی کتاب کے ص ۹۱ داعی اسماعیل خطاب بن حسن متوفی ۵۳۳ھ مفاخر الاسلام مستنصر و مستعلی لکھتے ہیں دور تستر امام جعفر صادقؑ ہی کی حیات سے شروع ہوا۔ جب امام صادقؑ نے امامت اسماعیل کو سونپی تو امام اسماعیل اور محمد بن اسماعیل دونوں غیبت میں گئے۔ اس وقت ان کی سرپرستی و نگرانی میمون دیصان کرتے تھے وہ کفیل ولی اور محمد بن اسماعیل کیلئے والد کی جگہ تھے۔ اس وقت میمون دیصان اور عبداللہ دونوں امام مستودع تھے میمون دیصان اس وقت متصرف ماموز محمد بن اسماعیل تھے اور امام متسودع تھے۔ محمد بن اسماعیل ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے اس دن سے وہ غائب و مستو دہیں وہ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ۱۹۳ھ کو وفات پائی۔ لیکن شیعہ اثنا عشری کہتے ہیں محمد ابن اسماعیل امام موسیٰ کاظم کے خلاف حکومت وقت کے پاس جاسوسی و چغلی کرتے تھے ان ہی کی چغلی سے امام موسیٰ بن جعفر گرفتار و اسیر اور آخر میں شہید ہوئے۔ اس دور سے عبیداللہ مہدی کے دور تک اماموں کے نام میں شدت سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس دور میں ان کے کتنے امام تھے اور وہ کون کون تھے یہ ایک معمہ اور پر اسراریت پر مبنی بات ہے۔

دور ظہور:

یہ دور سلمیہ سے وہاں کے مقیم عبیداللہ مہدی سے شروع ہوا وہاں سے وہ افریقہ جا کر وہاں چھپ گئے اعوان و انصار سے ملے اس کے بعد عبیداللہ نے افریقہ اور مغرب تیونس وغیرہ میں حکومت قائم کی۔ وہ ظاہر میں اہل بیت سے محبت کا مظاہرہ کرتے تھے لیکن اندر سے اسلام کو منہدم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ یہ اسلام کے عقائد کے خلاف غلو کے داعی تھے ان کا بانی میمون دیصان اور اس کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ بن میمون قداح ہے جو ۲۶۰ھ میں فارس میں آیا۔

۷۔ دور ضالہ فاطمیہ:

اقتدار فاطمین:

حکومت فاطمین کا سلسلہ معز الدین اللہ سے شروع ہوتا ہے جس نے پہلے مغرب میں اور بعد ازاں مصر میں حکومت قائم کی لیکن انہیں فاطمین کیوں کہا گیا ہے، واضح نہیں۔ ان کا سلسلہ نسب فاطمہ زہرا سے کہاں اور سے کس

شخص سے ملتا ہے اس میں ارباب تاریخ وانساب میں اختلاف پایا جاتا ہے ان کا خود دعوئی ہے انہیں فاطمئین اس لیے کہتے ہیں کہ ان کا سلسلہ نسب اسماعیل ابن جعفر صادق سے ملتا ہے آپ فاطمہ زہرا کی نسل سے چھٹے فرزند ہیں لیکن اکثر وبیشتر بلکہ اکثر مورخین کی نظر میں ان کا یہ نسب مشکوک ومخدوش اور سلسلہ مفقود سے ٹکراتا ہے سوائے چند افراد کے جنہیں انھیں صحیح نسب سادات قرار دینے پر اسرار ہے۔انہی میں سے ایک گروہ بلتستان کے علاقہ گھرمنگ کے سادات ہیں۔ان سے زیادہ وہاں کے قائد ایوان عوام سے ایک قدم آگے ہیں آپ دیگر سادات کی سیادت کی کسوٹی ان کی سیادت سے مربوط کیے ہوئے ہیں چنانچہ قائد بزرگوار نے ایک سید کے بارے میں شک کیا تو انہوں نے کہا پھر تو آپ کی سیادت میں بھی اشکال ہے۔بہر حال یہ ایک الگ بات ہے۔ہماری نظر میں ان کی سیادت صحیح ہو یا غلط ہو، ہم اسے کسی مسئلہ کی بنیاد نہیں سمجھتے کیونکہ قرآن کریم اور سنت نبی کریمؐ نے نسب کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے ۔قرآن بانگ دھل فرماتا ہے یُخرج الحی مِن المیت ویُخرج المیتَ من الحی سادات ہونے اور نہ ہونے کے شک سے صرف وہی چڑتے ہیں جو سب سے زیادہ خمس کھاتے ہیں ورنہ چڑنے کی اور کوئی بات نہیں ہے۔ہمارا کہنا ہے کہ فاطمیین نے حکومت واقتدار دھوکہ وفریب سے حاصل کیا ہے ان کے پاس حکومت کا حقدار ہونے کی کوئی دلیل و سند نہیں ہے۔

ا۔انہوں نے اپنے اقتدار کو حضرت فاطمہ زہرا سے نسبُ ثابت کرنے اور اقتدار کو امام جعفر صادق سے منسوب کرنے کے لیے چند ہوائی جھوٹ اختراع کیے ہیں۔

۲۔انہوں نے احمد بن محمد کو اپنا واسطہ نسب قرار دیا ہے جس کا کسی کو علم نہیں ہے کہ احمد کون تھا اور کب اور کہاں پیدا ہوا۔ممکن نہیں ایک سلسلہ امامت میں والدین کا پتہ نہ ہو۔

۳۔انہوں نے ایک امام مستور قرار دیا کہ ذات امام پوشیدہ ہے۔اس منطق کی عقل ونقل سے کیا کوئی سند ملتی ہے امام یعنی جو لوگوں کی قیادت کرتا ہو، ہادی جو لوگوں کی ہدایت کرتا ہو، وہ مخفی ومستور رہو اس کی کوئی منطق نہیں ملتی۔

۴۔کہتے ہیں اسماعیل کا بیٹا محمد ہے، اسے انہوں نے محمد مکتوم کہا ہے مکتوم یعنی پوشیدہ، یہ کیوں پوشیدہ ہوا۔ان کے جد منظر عام پر رہے، ان کے چچا منظر عام پر رہے، ان کا خاندان منظر عام پر رہا لیکن ان کے پوشیدہ ہونے کی کیا منطق ہے، کس نے دیکھا، کہاں رہے، کس نے پالا، کس سے شادی کی، کتنی اولاد ہیں، کتنی عمر میں وفات پائی اور کہاں وفات

پائی، یہ سب اپنی جگہ مشکوک ہے۔ سلسلہ ہدایت و رہبری اگر مفقود قرار پائے تو یہ کیسے درست کر سکتے ہیں۔

۵۔ ان کا کہنا ہے امام جعفر صادق نے امامت اسماعیل میں منتقل کی تھی جبکہ اسماعیل نے اپنے باپ کی حیات میں وفات پائی لہٰذا دوبارہ برگشت نہیں ہوتی۔ اس کی کیا منطق ہے کہ امامت اپنی حیات میں کسی دوسرے میں منتقل نہیں ہوتی اس کی دنیا میں کوئی مثال ملتی ہے یا یہ امامت کی اہانت و جسارت اور توہین ہے کہ اپنی حیات میں امامت منتقل ہو۔

۶۔ کہتے ہیں اسماعیل کی خود شخصیت کیسی تھی۔ اسماعیل مغیرہ ابن سعید اجلی، ابو زینب ابی الخطاب اسدی وغیرہ کے ہاتھوں میں کھیلتے تھے ان کا رہن سہن ان کے ساتھ ہوتا تھا چنانچہ امام جعفر صادق نے اس پر ان سے شکوہ وشکایت کی اور کہا کیوں تم میرے بیٹے کو گمراہ کرتے ہو۔

۷۔ امام منصوص ہوتا ہے یہ نظریہ سرے سے دین و عقل و شریعت میں استبداد ہے اس سے بڑھ کر آمریت و استبداد کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ امامت و قیادت سلسلہ نسب میں چلے، لہٰذا اگر اس خاندان میں سے کوئی دین و شریعت سے کھیلنے والا، دین و شریعت کو پامال کرنے والا اور دعوئ الوہیت کرنے والا نکلے تو یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔

حکومت فاطمی:

حکومت فاطمی کے بارے میں تین زاویے سے بات کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ حکومت فاطمی کسے کہتے ہیں اور کیسے اور کب اس کا آغاز ہوا؟

۲۔ ان کے کتنے افراد نے حکومت کی اور ان حکمرانوں کا کیا سلوک رہا؟

۳۔ حکومت فاطمی کے خاتمے کے بعد الیٰ یومنا ھذا ان کا کیا سلوک رہا؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں یہ وضاحت کرنے کی ضرورت ہے کہ امام حسین کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند جلیل علی ابن حسین کسی بھی حوالے سے حکومت و اقتدار کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اس حوالے سے پورے بنی ہاشم اور اولاد علوی میں ایک خاموشی اور سکوت چھا گیا یہاں تک کہ زید بن علی نے ہشام بن حکم کے خلاف قیام کیا۔ زید بن علی کی شہادت کے بعد امامت نے ایک نیا رُخ اختیار کیا اور اس میں انہوں نے ایک اور شرط کا

اضافہ کیا کہ اولاد فاطمی میں سے وہ شخص امامت کے لیے لائق وسزاوار ہے جو قیام بہ سیف کرے۔اس نکتہ کے تحت اس گروہ کی نظر میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق دونوں امام نہیں کیونکہ انہوں نے قیام بہ سیف نہیں کیا چنانچہ اس تصور کے پیش نظر عبداللہ محض نے اپنے دو بیٹوں محمد اور ابراہیم کے لیے برملا بیعت لی۔جب بنی عباس کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے اس کی مخالفت کی۔یہ دونوں منصور دوانقی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ان کے گروہوں اور حامیوں نے محمد کو مہدی موعود قرار دیا۔یہ ایک تصور ہے کہ امامت نسل فاطمی سے ہونی چاہیے۔امام جعفر صادق کی وفات کے بعد آپ کے ماننے والے چند گروہوں میں بٹ گئے۔

۱۔عبداللہ افطح ۲۔امام موسیٰ کاظم

۳۔بعض افراد امام جعفر صادق کے بعد آپ کے بیٹے اسماعیل کو امام سمجھتے رہے حالانکہ اسماعیل نے امام جعفر صادق کی حیات میں ہی وفات پائی لیکن ایک گروہ نے امام جعفر صادق کی حیات میں اسماعیل کی وفات ہونے کے باوجود اسماعیل کو امام سمجھا اور اس نظریے کو چھپا کر رکھا، یہاں سے فرقہ اسماعیلیہ وجود میں آیا،فرقہ اسماعیلیہ نے کبھی باطنیہ کے نام سے اور کبھی قرامطہ کے نام سے فروغ پایا۔یہ عراق میں باطن اور قرامطہ کے نام سے مشہور رہا۔جبکہ خراسان میں تعلیمیہ اور ملحدہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔

جمادی الاوّل ۲۹۶ھ کو ابا عبداللہ شیعی قیروان میں داخل ہوا اور اس نے عبیداللہ مہدی کے امام حقیقی ہونے کا اعلان کیا اس وقت عبیداللہ مہدی سلمیہ میں تھا۔ابوعبداللہ کہتا تھا مہدی جلد ہی آئیں گے اور ملت اور لشکر کو سنبھالیں گے۔ابوعبداللہ شیعی نے ۲۹۷ھ میں حکومت بنی مدرار کا خاتمہ کیا اور حکومت کو عبیداللہ اور ان کے بیٹے کے سپرد کیا۔عبیداللہ مہدی نے قیام حکومت فاطمی کا اعلان کیا یعنی اس حکومت کو حضرت زہراء سے منسوب کیا۔اس طرح انہوں نے خلافت عباسی کا اعلان کیا۔۲۹۷ھ میں قیروان میں عبیداللہ مہدی نے عبداللہ شیعی کی حکومت کو ختم کیا اور خود حاکم ہوا لیکن علماء کے درمیان میں اختلاف ہے کہ عبیداللہ کا سلسلہ نسب کس سے ملتا ہے؟ اس سلسلے میں ابن اثیر، ابن کثیر نے انہیں فاطمی ہونے کی نسبت دی لیکن ابن تیمہ نے اسے مسترد کیا چنانچہ ابن خلقان نے کہا ہے یہ نسبت صحیح نہیں ہے۔ابن خلقان کا کہنا ہے کہ یہ اصل میں یہودی تھا جو شام میں سلمیہ میں رہا، اس کا والد ملقب بہ قداح آنکھوں میں لگانے والا سرمہ بناتا تھا یہ اس کا فرزند ہے۔۳۲۲ھ میں عبیداللہ مر گیا اور اس کی جگہ اس کے پوتے معزنے مصر میں

حکومت قائم کی ،اس طرح ۲۰۰ سال ان کی نسل سے حکومت چلی یہاں تک کہ ۵۶۴ھ میں ان کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور صلاح الدین ایوبی نے ان کا تختہ الٹ دیا۔جہاں تک اسماعیلیوں کے اعمال وعقائد کا تعلق ہے تو اسلام ان سے برائت کا اعلان کرتا ہے۔ابا عبداللہ شیعی ،عبیداللہ مہدی کو اقتدار پر لایا ، یہ شخص نسل فاطمی سے نہیں بلکہ مفاد پرست ، جاہ پرست ، ظالم وجابر تھا اور وہ ان سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن عبیداللہ نے ہی ابا عبداللہ شیعی کو قتل کیا۔امام ذھبی نے ترجمہ عبید اله مهدی في سير أعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۱۴۱ میں کہتے ہیں عبیداللہ محمد خوارج باطنیہ کا پہلا خلیفہ ہے جس نے اسلام کو منقلب کیا ، مذہب اسماعیلی کو فروغ دیا ، مفتی دیار لیبیہ نے عبیداللہ مہدی کے بارے میں لکھا ہے وہ مؤسس دولت عبیدیہ اسماعیلی ہے اور ان کا پہلا حاکم ہے۔وہ اصل عراقی ہے ، ۲۶۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوا ، سلمیہ میں روپوش ہوا جہاں اسماعیلیوں کا مرکز تھا اور حکومت قائم ہونے تک وہ وہاں رہا۔وہاں اس کا نام سعید ابن احمد ابن محمد ابن عبداللہ بن میمون قداح تھا ، سلمیہ میں علی ابن حسین ابن احمد بن محمد ابن اسماعیل بن جعفر صادق نے وفات پائی اور ان کے لیے انہوں نے شام میں مزار بنایا اور یہاں سے انہوں نے امامت کو نسل اسماعیل سے نکاح روحی کے ذریعے اپنی طرف منتقل کیا لہٰذا واضح ہوا کہ عبیداللہ کا سلسلہ نسب سعید ابن احمد قداح کی طرف برگشت کرتا ہے اور سعید ابن احمد قداح نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ ابن اسماعیل بن جعفر ہے۔

حاکمان فاطمیہ:

فاطمین نے ۲۶۰ھ سے ۵۶۷ھ تک مغرب ، مصر اور شام میں حکومت کی انہوں نے ۵۲ سال مغرب میں اور ۲۰۸ سال مصر میں حکومت کی۔فاطمین نے اپنے آپ کو فاطمی اس لیے کہا تا کہ دیگر فرق شیعہ جو صرف حضرت علی سے انتساب رکھتے ہیں ان میں اور ان کے درمیان فرق وامتیاز واضح ہو جائے اور وہ ان پر برتری حاصل کریں۔ان کا یہ انتساب جس کا انہوں نے دعویٰ کیا ہے علمائے نسب کے پاس ثابت نہیں ہے۔اس کے علاوہ فاطمین عقائد فاسد کے حامل اور عقیدہ اسلامی کے معتقد نہیں تھے۔

فاطمین کو خلفاء عبیدین بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کا پہلا موسس اور داعی عبیداللہ تھا۔بعض نے ان کا نام عبداللہ جبکہ بعض نے اسے سعید الخیر کہا ہے۔نجوم الظاہر ج ۴ ص ۷۵ پر نسب فاطمین کے بارے میں لکھتے ہیں۔عبیداللہ کا نام

سعید لقب مہدی تھا۔اس کے باپ دادا یہودی تھے اور سلمیہ میں لوہار تھے۔پھر سعید نے دعویٰ کیا کہ وہ فرزند حسین ابن احمد بن عبداللہ بن میمون قداح ہے۔نجوم الظاہرہ قاضی بن ابو بکر سے نقل کرتے ہیں قداح عبید اللہ کے جد کا نام ہے جو مجوسی تھا اور باطنیہ کا بانی تھا۔اس کی تمام تر سعی وحرص ملت اسلام کو زخرف کرنا تھا۔اس نے جہالت کو فروغ دیا تا کہ خلق کو جہالت میں رکھیں۔نجوم ظاہرہ نے ابن خلقان سے نقل کیا ہے کہ تاریخ قیروان میں ہے اس کا نام عبید اللہ بن حسن بن علی بن محمد بن علی ابن موسیٰ ابن جعفر ہے۔بعض نے کہا ہے علی ابن حسین بن احمد بن عبداللہ بن حسن بن محمد بن علی ابن حسین بن علی ابن ابی طالب ہے۔بعض نے کہا ہے عبید اللہ بن تقی بن وفی بن رضی۔رضی سے مراد محمد بن اسماعیل بن جعفر ہے۔اسماعیلی فاطمیہ اپنے سلسلہ نسب میں یوں لکھتے ہیں عبید اللہ مہدی بن حسن بن محمد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر ابن محمد باقر بن علی ابن زین العابدین بن حسین سبط بن علی۔ان کا سلسلہ نسب مندرجہ ذیل کتب میں ملتا ہے۔[وفیات الاعیان ج ۳ ص ۱۱۷۔کامل فی التاریخ ج ۶ ص ۲۳۸۔بدایۃ ونہایہ ج ۱۱ ص ۱۷۹۔تاریخ ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱۔نجوم ظاہر ج ۳ ص ۲۴۲۔شذرات الذھب ج ۲ ص ۲۹۴۔سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۱۴۱۔تاریخ خلفاء سیوطی ص ۵۵۷] صاحب اخبار الدول ج ۲ ص ۲۳۰ پر لکھتے ہیں کہ اس نے ۱۵ ربیع الاول ۳۲۲ھ میں وفات پائی اور ۲۶ سال کچھ مہینے حکومت کی ہے۔

اسماعیلیوں کے سلسلہ نسب کے بارے میں کلمات علماء پراگندہ ومنتشر ہیں۔علماء محققین انساب العرب انساب جمہرۃ العرب اور مورخین سوائے ابن خلدون ومقریزی کے ان کے امام صادق سے انتساب کے منکر ہیں لیکن قائد عوام وایوان بلتستان علامہ جعفری صاحب فرماتے ہیں دیگر سادات کے نسب کی کسوٹی اسماعیلیوں سے حسن عقیدہ میں ہے اگر کسی نے ان کے حق میں لب کشائی کی تو اس کی سیادت مشکوک ہوجائے گی چنانچہ آپ نے ہمارے عزیز سید محمد سعید سے کہا تھا کہ ایران سے اسماعیلیوں کے بارے میں موقف آنے کے بعد بعض کا وضو ٹوٹ جائے گا۔اسی طرح علامہ محمد علی شاہ جو سیاسی کروٹیں بدلنے میں مہارت رکھتے ہیں اور سوشلزم واسماعیلیوم کے شیدا ہیں اور ان کے علاقے کے سادات کی نظر میں ان سے پیسہ نہ بٹورنے والوں کے نسب مشکوک ہیں۔اسی طرح وہاں کے بعض سیاسی لوٹوں کا بھی یہی خیال ہے۔

عبید اللہ مہدی کوفہ میں پیدا ہوا اور وہاں ہی پرورش پائی اور پھر سلمیہ میں روپوش ہوگیا۔اس دوران اس کا

نام سعید بن احمد بن محمد بن عبید اللہ بن میمون قداح تھا۔سلمیہ ہی میں علی بن حسن بن احمد بن محمد ابن اسماعیل نے وفات پائی پھر اس کی قبر کومخفی رکھا اور امامت کو اپنے بیٹے میں منتقل کیا۔عبید اللہ مہدی سب سے پہلا حاکم فاطمیہ ہے۔عبید اللہ المہدی ۲۰۶ سے ۳۲۲ھ ق تک حکومت کی اور اسی سال قیروان مہدیہ میں وفات پائی۔یوں اس نے ۲۴ یا ۲۴ سال کچھ مہینے حکومت کی۔عبید اللہ مہدی نے دعوئی رسالت کیا چنانچہ ایک دفعہ تو اس نے فقہا قیروان کو بلایا اور اپنے خادم سے کہا ان علماء سے سوال کریں کہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص جو کرسی پر ہے وہ رسول اللہ سے افضل ہے۔انہوں نے جواب دیا اگر سورج اور چاند کو ان کے دائیں اور بائیں ہاتھ میں دیں تب بھی ہم یہ گواہی نہیں دیں گے اس پر اس نے حکم دیا انھیں ذبح کرو۔جب انھیں قتل گاہ کی طرف لے جایا گیا تو ان سے کہا گیا اپنے بیان واپس لیں لیکن ان مومنین نے دوبارہ انکار کیا۔

قائم بامر اللہ:

محمد نزار بن عبید اللہ مہدیلقب قائم بامر اللہ اور کنیت ابو القاسم ہے۔شام کے شہر سلمیہ میں ۲۷۸ھ میں پیدا ہوا یہ حکومت فاطمی کا دوسرے خلیفہ منتخب ہوا۔یہ ایک فاسد العقیدہ شخص تھا جو انبیاء پر سب وشتم کرتا تھا۔اسکے ماننے والے چیخ و پکار کر کہتے غار والے پر لعنت۔قرامطہ سے ان کا گہرا رابطہ تھا۔اس نے دکانوں کے دروازوں پر جوتے نصب کرنے کا حکم دیا اس کے اوپر خلفاء کے نام لکھے اور کہتے یہ شیاطین کا سر ہے۔۳۳۲ھ کو ابو یزید فرقہ خوارج نے ان کے خلاف بغاوت کی۔اس کا یہ اقدام اہل مغرب پر گراں گزرا،اس نے ۵۰ سال سے زائد عمر کی۔اس نے اپنے بنائے ہوئے مہدیہ میں بربریوں کے حصار میں رہتے ہوئے ۳۳۴ھ میں وفات پائی۔اس طرح اس کی مدت خلافت ۱۲ سال ہوئی۔اسکی عمر ۵۰ سے کچھ زیادہ تھی۔

منصور باللہ:

اسماعیل بن محمد نزار۔۳۰۲ھ کو قیروان میں پیدا ہوا۔بربریوں کے حصار میں سلطان بنا ابی یزید سے جنگ کی ۲۲ سال کی عمر میں ۳۳۴ھ میں حاکم بنا۔اس نے اپنے باپ کی وفات کو چھپا کر رکھا تاکہ میدان میں لڑنے والے لشکر پر اثر نہ پڑے،اس کے لشکر نے حصار کو توڑا،ابی یزید کو شکست دی "مدینہ منصوریہ" بنایا اور اسی کو دار الخلافہ بنایا۔

اس نے سات سال آٹھ ماہ حکومت کی اور ۳۴۱ھ میں وفات پائی ۔اس کی مدت حکومت ۷ سال ۸ دن رہی ۔

معزلدین اللہ:

معد بن اسماعیل کنیت ابو تمیم ۔۲۱ رمضان ۳۱۹ھ کو مہدیہ میں پیدا ہوا ۔اس کے والد اسماعیل نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ذوالحجہ ۳۴۱ھ کو تخت سلطنت پر بیٹھا اس کی حکومت افریقا صیقلہ اور حدود مصر تک پہنچی ۔وہ مصر پر حکومت کے خواب دیکھ رہا تھا مغرب کے تمام قبائل اسے مانتے تھے جب اہل مغرب تسلیم ہو گئے تو اس نے مصر فتح کرنے کیلئے سوچا کیونکہ یہ اپنے خاص امتیازات وخصوصیات اور جغرافیائی حوالے سے فلسطین اور حجاز سے ملا ہوا تھا۔ فلسطین وحجاز مصر کے تابع تھے یہاں سے وہ مدینہ ،بغداد اور شام پر حملہ کر سکتا تھا اس کا دورانیہ کچھ اس طرح سے تھا۔

(۱) مغرب میں ابی یزید پر فتح حاصل کرنے کے بعد وہاں امن وامان قائم تھا لہٰذا وہاں سے اسے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

(۲) کافور اخشندی کے اچانک مرنے کے بعد مصر میں بدامنی پھیل گئی تھی ۔

(۳) بغداد میں خلیفہ عباسی رومی مسیحیوں سے جنگ کرنے میں مصروف تھا۔

(۴) اطراف عراق میں آل بویہ کی حکومت قائم تھی۔

(۵) اہل مصر کی طرف سے ان کو دعوت ملی ۔

کافور اخشیدی کی وفات کے بعد مصری فوج میں کمزوری آئی ۔مزید کمزوری اس وقت بڑھی جب خلیفہ بنی عباس دیلمیوں سے جنگ میں مصروف ہو گئے اس کی توجہ مصر کی طرف نہیں تھی ۔معزالدین نے جوہر صقیلی کے ساتھ ایک لاکھ لشکر مصر بھیجا ۳۵۸ھ میں جوھر صیقلی نے مصر پر حملہ کیا تو مصر بغیر جنگ کے فتح ہو گیا ،انہیں اس میں کوئی دشواری نہیں آئی مصر فتح ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد اس کے چاروں طرف ۳۶۱ھ میں جوہر صیقلی نے جامع ازھر بنایا تا کہ اس میں تعلیمات فاطمی کی تدریس کریں گر چہ جامع نے اپنے اہداف تاسیس میں اسلام کے خلاف فاطمی عقائد پڑھانا تھے لیکن تقدیر کا فیصلہ اس کے برعکس نکلا اور جامع میں خود بخود تعلیمات اسلام داخل ہو گئیں ۔جس طرح معزالدین کی ہدایت کے مطابق اس کے اردگرد مغرب سے آنے والے فوجی لشکر کیلئے ایک کالونی بنائی گئی ۳۶۲ھ میں معزالدین مصر میں داخل ہو گیا اور قصر میں اپنی اولاد کو رکھا گیا ۔صیقلی خود وزارت خانے میں منتقل

ہوگیا پھر دارالخلافہ کو قاہرہ منتقل کر دیا گیا۔ یہاں سے مصر کی حکومت مکہ تک پھیل گئی۔

اس طرح سے فاطمی فکر پورے مصر میں نفوذ کر گئی تھی کہ جو لوگ اہل سنت والجماعت کے مسلک پر قائم تھے وہ بھی اُن کے عقیدے سے متاثر ہوئے اور فاطمی عادات و رسومات کو ماننے لگے۔ یوں پورا مصر یک رنگ ہو کر فاطمی مذہب کے تابع ہوگیا، خلفاء فاطمیہ کے آثار میں سے جامعۃ الازہر موجود ہے۔اس میں صرف مذہب فاطمی کی فقہ پڑھائی جاتی تھی۔ جامعۃ الازہر میں سب سے پہلی کتاب "الاقتصاد" پڑھائی گئی پھر "دعائم الاسلام فی الحلال والحرام" پڑھائی گئی۔ معز الدین اللہ نے صیقل سے حکومت سنبھالنے کے بعد چار سال حکومت کی پھر وہ میدان سیاست سے غائب ہوگیا ۳۶۴ھ میں جب حسن بن احمد کی طرف سے قرامطہ کا خطرہ لاحق ہوا تو وہ دوبارہ منظر عام پر آئے اس نے ۳۶۵ھ میں وفات پائی، اس طرح معز الدین نے مصر میں دو سال چند مہینے حکومت کی۔

عزیز باللہ:

نزار بن معز الدین اللہ۔ ملقب العزیز باللہ، ۱۴ر محرم الحرام ۳۴۴ھ کو مدینۃ المہدیہ میں پیدا۔ ہوا اپنے باپ معز الدین کے ساتھ ۳۶۲ھ میں قاہرہ میں آیا، ۳۶۵ھ ۲۲ سال کی عمر میں حاکم بنا، یہ شخص کریم، شجاع اور حسن اخلاق کا مالک تھا لوگوں کے بیچ میں رہنے اور شکار کھیلنے کا عادی تھا۔ اس نے پہلی بار جامع الازہر کو آج کل کے جدید جامعہ کے مفہوم میں تبدیل کیا۔ اس کے دور خلافت میں فاطمی حکومت محیط اطلسی مغرب کی طرف سے بلاد نوبہ تک پھیل گئی جب قرامطہ کا خطرہ بڑھا تو اس نے ۳۶۸ھ کو قرامطہ اور افتکین پر غلبہ حاصل کیا اس کے دور میں شیعہ اسماعیلیوں کو بہت فروغ ملا اور ہر چیز ان کے قبضے میں آئی، بہت سی ترقی کی اصلاحات نافذ ہوئیں۔ ۲۱ سال حکومت کرنے کے بعد اس نے ۳۸۶ھ کو ۴۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حاکم بامر اللہ: نابالغ حاکم جو ۱۱ سال کی عمر میں حاکم بنا۔

منصور بن عزیز کنیت ابو علی۔ ۲۶ ربیع الاول ۳۷۵ھ ق میں پیدا ہوا اور ۳۸۳ھ شعبان میں ولی عہد بنا۔ ۲۸ رمضان ۳۸۶ھ میں اس نے باقاعدہ خلافت سنبھالی' خلافت سنبھالتے وقت اس کی عمر ۱۱ سال تھی۔ اس کی خلافت تضادات کا مجموعہ تھی۔ یہ خود بھی متضاد شخصیت کا حامل تھا۔ شجاعت شہامت جسور اور دلیری کے ساتھ بزدل و ڈرپوک

بھی تھا، علم سے محبت اور علماء سے نفرت دونوں پہلو اس میں پوشیدہ تھے۔ بخیل اس حد تک تھا گویا کبھی اس جیسا بخیل پیدا نہیں ہوگا۔ یہ درویش نمائی بھی کرتا تھا اس نے ۷ سال درویشی لباس پہنا، ۷ سال تک غسل نہیں کیا اور کئی سال رات کو چراغ روشن نہیں کرتا تھا۔ اس نے بے شمار علماء صلاح کو قتل کیا۔ مساجد اور محل اجتماعات میں ابوبکر عمر عثمان عائشہ طلحہ زبیر کے نام کے ساتھ سب وشتم لکھوائے۔ یہ شیطان، سرکش، جبار، عنید، سفاک، فرعونِ زمانہ تھا۔ وہ ایک سفاک قاتل تھا، اس نے بہت سے لوگوں کو بغیر کسی وجہ کے قتل کیا، یہ بھی اپنے آباؤ واجداد کی سیرت پر چلا لیکن جس چیز کو آباؤ واجداد نے مخفی و پوشیدہ کیا تھا اسے اس نے عیاں کیا۔ اس نے قتل و غارت اور تحقیر و تذلیل اور مظالم کے بعد سب صحابہ ابوبکر عمر امہات المومنین خاص کر حضرت عائشہ کو وسیع پیمانے پر زبان وقلم سے رواج دیا۔

''ذھبی'' نے تاریخ اسلام میں لکھا ہے حاکم نے دعویٰ علم غیب کیا، وہ کہتا تھا فلاں نے اپنے گھر میں یہ بات کی ہے اور فلاں نے یہ کھانا کھایا ہے یہ ساری باتیں وہ ان بوڑھی عورتوں سے لیتا تھا جو اُمراء کے گھروں میں کام کرتی تھیں، اس کی غیب گوئی کے بارے میں کسی نے اس کو چٹھی بھیجی کہ جو ظلم و جور تم نے روا رکھا ہے اس پر ہم نے صبر کیا لیکن تمہارے کفر و حماقت پر ہم صبر نہیں کر سکتے یہ جو تمہارے پاس علم غیب ہے اس کا لکھنے والا کون ہے، اس پر اس نے غیب گوئی کرنا چھوڑ دیا۔ حاکم اپنے خاندان کی شرافت کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا ہم اولاد فاطمی ہیں اور ہمارا باپ علیؑ ہے اور وہ یہ بات بار بار منبر پر تکرار کیا کرتا تھا۔ اس پر لوگوں نے چٹھیاں بھیجیں اور لکھا ہم تمہارے نسب کو جانتے ہیں جو تم منبر پر بتاتے ہو اگر تم سچے ہو تو تم اپنی ساتویں پشت کے بعد سے باپ کا ذکر کرو۔

اس نے نصاریٰ کو حکم دیا گھروں میں صلیب رکھیں جس کی لمبائی ایک ہاتھ ہو۔ سبّ صحابہ کو لوگوں کے دروازوں پر لکھا اسی طرح وہ مساجد کے دروازوں پر بھی لکھتا تھا، یہودیوں کو حکم دیا کالا عمامہ پہنیں، وہ کہتا آدمؑ کی روح علیؑ میں منتقل ہوئی اور علیؑ کی روح حاکم میں منتقل ہوئی ہے۔ کہتا اللہ کی روح علی میں داخل ہوئی تھی اس نے لوگوں کیلئے شراب و زنا سب جائز قرار دیا تھا۔ تاریخ دولت فاطمیہ ص ۱۵۲ پر ہے کہ اس نے دعویٰ الوہیت بھی کیا اور اپنی الوہیت کو قبول کرنے والوں کے نام لکھنا شروع کیے کہتے ہیں کہ یہ تعداد ستر ہزار (۷۰۰۰۰) تک پہنچی، بعض اوقات معمولی بات پر اپنے وزیروں یا ملازموں کو بھی تہہ تیغ کرتا تھا وہ اہل کتاب سے زیادہ رواداری رکھتا تھا۔ فرقہ اسماعیلی اس کی بہت تعریف کرتے ہیں اور ان کے اقدامات کو صحیح گردانتے ہیں۔

اس نے کہا مجھے خواب میں آیا دعویٰ ربوبیت کریں۔ چنانچہ اس نے ایک شخص اخرم نامی کو اپنے ساتھ ملایا وہ ایک گروہ کے ذریعے کھلے عام دین ودیانت کا مسخرہ کرے۔ ایک دن اخرم اپنے پچاس سواروں کے ساتھ قاہرہ کی جامع مسجد میں داخل ہوا۔ قاضی ابی عوام وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں کو لوٹا اور قاضی کو ایک خط دیا۔ اس خط کے اوپر لکھا ہوا تھا باسم حاکم رحمٰن الرحیم جب قاضی نے پڑھا تو انتہائی پریشان حالت میں کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لوگوں نے اخرم پر حملہ کیا اور اس کے بعض ساتھیوں کو مارا اور بعض فرار ہو گئے۔ یہ خبر شہر میں پھیل گئی۔ یہ لوگ جب حاکم سے ملتے تھے تو کہتے السلام علیک یا واحد یا احد یا محی یا ممیت۔ خلفائے فاطمیہ میں یہ سب سے زیادہ شیطان صفت اور الحادی اعتقاد کا حامل شخص تھا یہ قاتلِ خلقِ کثیر تھا یہ مدعی الوہیت، شاتم صحابہ اور قاتل علماء وصلحاء تھا۔

یہاں تک کہ شوال ۴۱۱ھ ق میں اس کو قتل کیا گیا بعض کا کہنا ہے اس کی بہن ست نے اسے قتل کیا ہے جبکہ بعض کا کہنا ہے معلوم نہیں اسے کس نے قتل کیا، قاتل ناپید ہو گیا ہے اس کے قتل کے بعد اس کی بہن ست نے امور مملکت سنبھالے۔ اس کے معین کردہ ولی عہد عبدالرحمٰن بن الیاس کو ولی عہدی سے ہٹایا اور اس کے بیٹے جس کی عمر ۱۶ سال تھی کو ولی عہد بنایا۔ وہ شراب پیتا تھا۔ اس نے لوگوں کو بھی شراب پینے کی اجازت دی۔

حاکم بامر اللہ کے وزیر حمزہ بن علی نے اس کی الوہیت کا اعلان کیا یہاں تک کہ مصریوں نے اس پر لعنت بھیجی اور اس کے خلاف اعلان بغاوت کیا اور اس کی الوہیت کی تحریک چلانے والوں پر حملہ کیا اور حاکم انتہائی غیض وغضب میں آیا مصری انقلابیوں سے اس نے انتقام لیتے ہوئے مدینہ فسطاط کو جلایا حاکم بامر اللہ اپنی الوہیت سے خوش تھا۔ اس نے ایک خط میں حمزہ بن علی کو لکھا حضرت لاہوتیہ کیلئے ۴۰۸ کو یہ خط ہے یہ پہلا سنہ ہے جس میں عبد مولانا ومملوک کے ظہور کا دور ہے اجابت کرنے والوں کے ھادی کہاں ہیں مشرکین سے انتقام لینے والا کہاں ہے اس کیلئے کوئی شریک نہیں اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں حاکم بامر اللہ کی الوہیت کے بارے میں بہت سے کلمات ہیں یہاں سے ایک فرقہ نے جنم لیا جو ہمیشہ کیلئے حاکم بامر اللہ کی الوہیت کا داعی بنا اس فرقہ کو دروزی کہتے ہیں۔ حاکم بامر اللہ کے دعویٰ الوہیت کے ساتھ اسماعیلیوں میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا یہاں تک کہ حمید الدین کرمانی جو عراق میں رہتے تھے مصر میں آئے اور حاکم بامر اللہ کی الوہیت کو غلط ٹھہرایا۔ حاکم کو ان کی بہن ست نے اس لئے قتل کیا کہ حاکم اس پر بدکاری اور عصمت فروشی کی تہمت لگاتا تھا۔

حاکم کو اس کی بہن ست نے مارا تھا۔قتل کا پس منظر یہ ہے کہ حاکم اپنی سواریوں کی معیت میں سیر و تفریح کیلئے نکلتا تھا لوگ سڑکوں پر اس کا انتظار کرتے تھے وہ ان کی شکایات سنتا تھا اس وقت لوگ سخت تنگی اور پریشانی میں رہتے تھے لہٰذا لوگ حاکم کو درخواستیں دیتے تھے چنانچہ ایک دفعہ کسی نے ایک عورت کا مجسمہ بنایا اور اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ رکھا تھا حاکم نے آ کر اس رقعے کو اپنے ہاتھ میں لیا۔اس رقعے میں اس پر سب وشتم اور نفرین تھی اس نے ایک آدمی اس کے پاس بھیجا کہ یہ کون ہے لیکن دیکھا تو وہ ایک پتلا تھا۔اس نے فوراً حکم دیا شہر میں داخل ہو جائیں قتل و غارت اور اہانت و جسارت کرنا شروع کی اسی طرح ایک عرصہ گزر گیا تو ان کی بہن ست نے اس کیلئے سوچا ۔تاریخ اسلام ذھبی ج ۲۸ ص ۱۷۴ پر لکھتے ہیں وہ ان دونوں قائدین لشکر کو بلاتی اور انہیں عطیات سے نوازتی تھی۔ اس نے ابوالحسن علی بن حاکم کو بہترین لباس پہنا کر آمادہ رکھا اور ابن دواس کے سامنے حاضر کیا اور ابن دواس سے مخاطب ہو کر کہا مملکت اور حکومت کی پاسداری آپ کے ذمہ ہے تو اس نے سجدے میں جا کر شکریہ ادا کیا۔پھر علی بن حاکم کو حاضر کیا اور الظاہرہ عزاز دین اللہ کا لقب دیا اور انہیں تاج معزان کے جد کا تاج پہنایا گیا۔ست نے حاکم کو نصیحت کی تھی کہ تمہاری حرکت سے یہ گھرانا تباہ ہو جائے گا وہ نہیں مانا بلکہ انہی کو مارنے کی تہدید کی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اسے ست نے مارا ہے ست نے حاکم کے مرنے کے بعد تدبیر مملکت کو اپنے ہاتھ میں لیا۔وہ خود سیاسیات کے امور چلاتی تھی۔اس نے اپنے باپ کے پیدا کی گئی بہت سی رسومات کو ختم کیا اور کوشش کی کہ وہ اچھی سیرت کا مظاہرہ کرے۔

ظاہر باللہ:

علی ابن حاکم کنیت ابوالحسن۔حاکم بامر اللہ ۲۷ شوال ۴۱۱ھ میں مفقود ہو گیا تھا اور لوگ اس کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے جب یقین ہوا کہ وہ مارا گیا ہے تو اس نے قاضی شمس الدین بن خلکان کی موافقت پر عید الضحیٰ کے دن اپنے والد کی وفات کے دو مہینے بعد ۱۰ ذی الحجہ ۴۱۱ھ کو حکومت سنبھالی اس وقت اس کی عمر سات سال تھی،اس کی حکومت لشکری قائدین اور خواتین کے صلاح و مشورہ کے تحت تشکیل پائی وہ اپنے نفس کو ایک بڑی جنگ اور مقابلہ کیلئے دیکھتا تھا گویا اس کے دل کے اندر ایک احساس کمتری پیدا ہو گیا تھا،زیادہ اجتماعات و محافل منعقد کراتا تھا،قصر کے

افراد اور حکمرانوں کے درمیان تضاد و تناقص چل رہا تھا جو اس کی حکومت کے خلاف تھے اور اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔

ظاہر باللہ نے اپنے دورِ حکومت میں درج ذیل تبدیلیاں کیں:

۱۔اس نے حکومت چلانے کیلئے غیر مسلمین پر زیادہ اعتماد کیا اور اس حوالے سے شراب اور دیگر لذات اور خواہشات کے کاموں کو فروغ دینے پر اکتفا کیا۔

۲۔تاریخی مصادر بنانے کیلئے حاکم رصد کی طرف متوجہ ہوا۔''دروز اور نصیریہ''مذہب اس کے زمانے میں ظہور پذیر ہوئے کیونکہ حکومت کے عقیدے میں اضطراب آیا تھا فاطمین مصریوں کو زیادہ دیر اپنے عقیدے کا ہمنوا نہیں بنا سکے حتیٰ کہ انہیں مصر والوں کو اپنے حال پر چھوڑنا پڑا اس وجہ سے اس نے غیر مسلمین پر اعتماد کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا اس نے سات سال کی عمر میں حکومت سنبھالی لہٰذا کم عمری کی وجہ سے اس کی حکومت کمزور ہوگئی، یزید بن معاویہ کے نا تجربہ کار اور کم سن ہونے کی وجہ سے اس وقت کے اصحاب وملت نے یزید کی ولی عہدی کو مسترد کیا تھا جبکہ اس کی عمر ۳۵ سال تھی لیکن ابوالحسن کی عمر ۷ سال تھی لیکن کسی شخص نے اعتراض نہ کیا۔اس نے ۱۵ سال ۹ مہینے حکومت کی، نصف شوال ۴۲۷ھ میں وفات پائی۔

مستنصر باللہ: نابالغ خلیفہ ۸ سال کی عمر میں حاکم بنا:

اس نے اپنے باپ کی وفات کے بعد آٹھ سال کی عمر میں حکومت سنبھالی۔ان کی حکومت کے دوران مصر فتنہ وفساد اور شدت مصائب میں مبتلاء ہوا۔آس پاس کے والی اور حکمرانوں نے ان کے خلاف بغاوت کی اور ان کو اپنے قصر میں محصور کیا اور ان کے ہاتھوں میں جو کچھ تھا اسے لوٹ لیا۔ان کی بیٹیوں اور بہنوں سے فوجیوں نے شادی کی انہیں اپنی اولاد کے ساتھ قصر سے باہر نکالا۔ان کی حکومت کے دوران مصر میں بدترین قحط سالی آئی مورخین لکھتے ہیں حضرت یوسف کے بعد یہ پہلی قحط سالی تھی۔یہ قحط سالی ۷ سال تک چلی۔اس دوران ایک روٹی ۵۰ دینار میں فروخت ہوتی تھی یہاں تک کہ یہ بھی ملنا ختم ہوگئی۔اور لوگوں نے بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے ان کا گوشت کھانا شروع کیا۔ایک عورت اپنے زیورات لے کر نکلی اور چیختی ہوئی اعلان کرتی تھی کہ کون ہے جو میرے یہ زیورات لے کر

مجھے چند سیر گندم دے دے لیکن اتنی کم اور معمولی قیمت پر زیورات بیچنے کے باوجود اسے کوئی خریدار نہ ملا تو اس نے کہا اگر یہ میرے کھانے کیلئے بھی کام نہیں آئے تو ان کی مجھے کوئی ضرورت نہیں چنانچہ اس نے زیورات کو راستہ میں پھینک دیا۔اس کے پاس دس ہزار گھوڑے ہوتے تھے لیکن قحط آنے کے بعد صرف تین گھوڑے تھے لکھتے ہیں۔مستنصر گھر سے نکلتے وقت تنہا سواری کے ساتھ نکلتا تھا باقی لشکر والے سب پیدل چلتے تھے۔لشکر میں شامل سپاہی سخت بھوک کی وجہ سے گر جاتے تھے یہاں تک کہ قائد لشکر بدر جمالی جو کہ مکہ میں ہوتے تھے مصر میں آئے اور اس نے نئی تدبیر اپنائی اور آس پاس سے مواد غذائی حاصل کیا۔اس سے کچھ کچھ قحط سالی دور ہوگئی۔مستنصر خلفائے اموی وعباسی اور فاطمی میں سب سے زیادہ حکومت کرنے والا ہے۔انہوں نے ۶۰ سال حکومت کی اور ۱۸ ذی الحج ۴۸۷ھ کو وفات پائی۔

مستعلی باللہ:

احمد بن مستنصر باللہ کنیت ابو العباس۔اس کے دور حکومت میں دعوت رک گئی۔حکومت کمزوری کی طرف رواں تھی اور دن بدن گرتی جارہی تھی اکثر صوبے ان کے ہاتھوں سے نکلتے گئے فرانسیسی ان پر غالب آئے تو مستعلی کے ساتھ صرف اس کا وزیر رہ گیا۔مستنصر باللہ کے بعد ابو العباس احمد باللہ خلیفہ بنا اس کے زمانے میں فاطمین کی حکومت میں خلل آیا،حکومت کمزور پڑگئی اور اکثر علاقے کٹ گئے۔فرانسیسی شام پر غالب آئے حتیٰ یہ اپنے وزیر سے بھی کٹ گیا یہاں تک کہ اس نے مصر میں ۲۰ صفر ۴۹۵ھ میں وفات پائی۔اس نے ۷ سال حکومت کی۔

آمر باحکام اللہ: نابالغ خلیفہ ۵ سال کی عمر میں حاکم بنا:

منصور بن مستعلی باللہ۔کنیت ابو علی تاریخ اسلام ذھبی ج ۶ ص ۸۹ منصور فاسق وفاجر اور ظالم مسخرلعاب انسان تھا وہ کھلے عام لہو ولعب میں مشغول رہنے والا متکبر و جبروت انسان تھا۔پانچ سال پانچ دن کی عمر میں اس نے خلافت سنبھالی۔اس کی حکومت افضل شہنشاہ اپنی امیر الجیوش چلاتے تھے جب یہ بڑے ہوگیا تو افضل کو قتل کیا۔وزراء نے محمد بن مختار بن فاتک البطحائی کو منصوب کیا اس نے بھی ظلم و زیادتی کرنا شروع کی تو اسے گرفتار کیا گیا اور ۵۲۲ھ میں قتل کردیا گیا اس کے دور خلافت میں ۴۹۷ھ میں عکا ہاتھ سے نکلا۔اس کے دور میں تو مرت ظاہر ہوئے۔قاہرہ جاتے وقت حسہ پر کمین گاہ میں چھپے ہوئے افراد نے ان پر حملہ کیا انہیں زخمی حالت میں قصر میں پہنچایا گیا وہ غیر عقب

لاولد مرے یہ عبیداللہ مہدی کا دسواں فرزند خلیفہ تھا ان کے بعد ان کا چچا زاد بھائی حافظ ابا المیمون عبد المجید بن محمد بن مستنصر باللہ خلیفہ منتخب ہوا یہ ۵۴۴ھ تک رہے۔

آمر باحکام اللہ ایک جاہل، ظالم اور فاحش طبیعت کا مالک انسان تھا۔ وہ حرص وطمع میں گرفتار، فسق وفجور کا مرتکب اور برملا فواحش کا ارتکاب کرنے والا پست طبیعت انسان تھا۔ وہ ۵۲۴ھ میں قتل ہو گیا قتل کے وقت ان کی عمر ۳۴ سال تھی ابن اثیر اور ابن خلقان کے مطابق لاولد تھا بعض کا کہنا ہے اس کو عبد الحمید نے قتل کیا ہے۔ اس کے بیٹے کا نام طیب تھا کنیت ابو القاسم تھی انہیں امام قرار دیا، پھر امام اپنے قصر میں آیا وہ اپنے چچا زاد بھائی پر تکیہ کرتا تھا۔ عبد الحمید بن محمد المستنصر باللہ کی وقتی بیعت کی گئی اور امامت عبد الحمید بن محمد مستنصر کے پاس امانت چھوڑی گئی۔ وہ کم سن ہونے کی وجہ سے عقل سے بے بہرہ، کھلے عام منکرات کا ارتکاب کرنے والا، غناء سننے والا اور شراب خمر میں مبتلا انسان تھا اس نے نیل کے کنارے پر ایک قصر بنایا وہ برے اور بدترین کاموں میں مصروف رہتا تھا اسے امور مملکت کے بارے میں کچھ بھی پتہ نہیں تھا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی حکومت میں کیا ہو رہا ہے۔ وہ خون ریزی اور ارتکاب جرائم میں معروف تھا۔ اسی طرح اکثر خلفائے فاطمین بالغ ہونے سے قبل خلیفہ بنے، اس کے علاوہ دین وشریعت میں فسق وفجور کو رواج دینے والے کیسے یزید بن معاویہ کو سب وشتم کرتے ہیں جو کہ نو عمری اور فسق وفجور میں ان سے زیادہ آگے نہیں تھا، یہ یزید پر اس لئے سب نہیں کرتے تھے کہ یزید ایک فاسق وفاجر اور نا اہل خلیفہ اسلامی تھا بلکہ ان کا مقصد اس سے یہ ہے کہ فاطمی خلفا یعنی وارثانِ یزید پر لوگوں کی نظریں نہ پڑ جائیں۔ پھر انہیں اس کے چاہنے والوں نے قتل کر دیا۔ اس کے قتل سے لوگ خوش ہوئے اس کی حکومت ۳۰ سال ۹ مہینے رہی۔

حافظ للدین اللہ:

عبد المجید ابن امیر ابی القاسم محمد ابن خلیفہ مستنصر باللہ معد ابن ظاہر، کنیت ابو المیمون۔ حافظ نے ۱۹ سال ۹ مہینے حکومت کرنے کے بعد اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو ولی عہد بنایا۔ اس نے حکومت میں تصرف کرنا شروع کیا یہاں تک کہ حالات بہت خراب ہو گئے اس کی وفات ۵۴۴ھ کو ہوئی اس کی حکومت کی مدت ۱۹ سال کچھ مہینے تھی۔ ۵۸ سال کی عمر میں خلافت سنبھالی۔ ان کی خلافت برائے نام تھی وزیر ابن افضل تھا۔ اصل میں حکومت وزیر کی تھی۔ جو

ملک کے تمام امورات کو چلاتا تھا۔وہ ۵۲۵ھ کو خلیفہ بنے۔مراۃ الزمان میں لکھا ہے حافظ کی حکومت کمزور ہوتی گئی۔ اس کا اپنے وزیر ابی علی احمد بن افضل رئیس لشکر کے ساتھ تنازع ہوا وزیر طاقت ور ہوتا گیا۔اس نے اپنے لئے خطبہ دیا۔اذان سے حی علی خیر العمل کو نکال دیا گیا اور خود کو خلیفہ پیش کیا۔وہ مرض کولنج میں مبتلاء دائم المرض تھا۔حافظ کیلئے حکومت نامی کوئی چیز نہ تھی۔وہ محض نام کا حکمران تھا۔انہوں نے مذہب امامیہ کا مظاہرہ کیا اور اپنے وزیر کو قتل کیا۔ان کی قدرت بڑھ گئی اس نے ۵۴۴ھ کو ۱۹ سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔

ظافر باللہ:

اسماعیل بن حافظ للدین اللہ۔اپنے باپ حافظ للدین اللہ کی وفات کے بعد ۵۴۴ھ میں جس وقت اس کی عمر ۱۷ سال چند مہینہ تھی کیلئے بیعت لی گئی۔ابوفدا عارف وعاقل اور دیندار تھا۔اس نے ایک جامع مسجد بنائی جو ''ظافری'' کے نام سے مشہور ہوئی،ملک عباس کو اپنا وزیر بنایا عباس کا ایک بیٹا نصر تھا جو ہر وقت ابوفدا کے ساتھ رہتا تھا۔دیگر اُمرا کو اس پر حسد ہوا تو ملک عباس ڈر گئے کہ کہیں اس کے بیٹے کو اُمرا قتل نہ کردیں تو اس نے بیٹے اور خلیفہ کے درمیان برا کام کرنے کی تہمت لگا کر جدائی ڈال دی۔اس کے والد عباس نصر نے خلیفہ ظافر کو ۵۴۹ھ میں قتل کردیا۔اس کی مدت خلافت ۴ سال ۸ مہینے رہی۔عباس تاریخ اسلام ذھبی ج ۳۸ ص ۲۶۸ میں آیا ہے عباس صبح کو قصر گیا پوچھا ہمارا مولا کہاں گیا ہے تو ان کے دو بھائیوں جبرائیل اور یوسف نے کہا اپنے بیٹے سے پوچھیں وہ بہتر جانتے ہیں پھر کہا اسے تم نے اور تمہارے بیٹے نے قتل کیا۔پھر ان دونوں نے عباس کو قتل کیا پھر ظافر کے قتل کے بعد اس کے پانچ سالہ بیٹے کو اٹھا کر لوگوں سے بیعت لی گئی اور اس کو ''فائز باللہ'' کہا۔اس کے بعد وہ خود پورے ملک کا مالک بن گیا۔اس کے ظلم سے کوئی محفوظ نہ رہ سکا حتی یہ قصر سلطنت کی خواتین تک پہنچا پھر خواتین نے طلائع بن ازیک کو اطلاع دی۔اس کی خبر جب عباس کو ملی تو وہ تمام مال و دولت جتنا اٹھا سکا لیکر شام فرار ہو گیا لیکن راستے میں صلیبیوں نے اسے لوٹ لیا۔

فائز باللہ: بچہ خلیفہ

عیسیٰ بن ظافر کو ۵ سال کی عمر میں حکومت ملی،یہ صالح،عارف اور دیندار تھا،اس کیلئے طلائع بن ازیک

وزیر بنا، اس نے جامع الصالح بنائی پھر مشہد حسینی بنایا، وہ اچھی فکر کے حامل لوگوں کا پسندیدہ شخص تھا انہوں نے ۵۵۵ ہجری میں وفات پائی ۔عیسیٰ ابن خلیفہ الظافر بامر اللہ ۔صاحب نجوم تاریخ مراۃ الزمان سے نقل کرتے ہیں فائز ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۵۵ھ میں وفات پائی ۔۵۵۵ھ میں عاضد کی خلافت کیلئے بیعت لی گئی ۔وہ چھ سال چھ مہینے خلافت پر رہے ۔۱۷رجب ۵۶۷ھ کو وفات پائی ۔

ابو محمد عاضد لدین اللہ عبد اللہ بن یوسف بن حافظ:

فائز کی نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ۵۵۵ ہجری کے بعد طلائع بن ازیک نے اس خاندان سے کسی فرد کو منتخب کرنا چاہا تو بعض حلقوں نے ایک عمر رسیدہ تجربہ کار شخص کا نام لیا لیکن کسی نے سرگوشی کے ساتھ کہا بڑوں کو چھوڑو کسی چھوٹے کو پکڑو اسی میں مصلحت ہے۔ چنانچہ اس نے اسی خاندان کے ایک کم سن بچے ابو محمد عبد اللہ بن یوسف بن حافظ کو منتخب کیا اور انہیں ''العاضد باللہ'' کا خطاب دیا اور اپنی لڑکی سے اس کی شادی کرائی اور ملک کے تمام امور کا خود مالک ہو گیا۔

عاضد لدین اللہ: بچہ خلیفہ

عبد اللہ ابن امیر یوسف ابن خلیفہ حافظ باللہ عبد المجید ابن امیر محمد ابن خلیفہ مستنصر باللہ معد ابن ظاہر باللہ علی ابن حاکم ۔ابن خلقان نے لکھا ہے عاضد باللہ ۲۰ محرم ۵۴۷ھ کو پیدا ہوئے اپنے چچا زاد فائز بنصر اللہ کی وفات کے بعد ۵۵۵ھ میں خلیفہ کیلئے بیعت لی گئی ۔عاضد نے ۲۳ سال کی عمر میں گیارہ سال حکومت پر رہنے کے بعد ۵۶۷ھ میں وفات پائی ۔لیکن کیسے وفات پائی اس کے بارے میں بہت اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ان کی مملکت درحقیقت ان کے ہاتھ سے نکل چکی تھی ۔جب انہیں پتہ چلا کہ ان کا زوال عنقریب ہے تو وہ غم و غصے سے مر گئے ان کی خلافت ۱۴ سال رہی۔

ابو عبد اللہ گیارہ سال کی عمر میں خلیفہ بنا، یہ سبّ صحابہ میں غلو کرتا تھا اور سنی مسلمانوں کے خون کو مباح سمجھتا تھا اس کا وزیر طلائع بن ازیک تھا لیکن تھوڑے عرصے بعد اسے قتل کر دیا گیا اس کے بعد شاور کو وزیر بنایا گیا۔اس نے ۵۶۷ھ میں وفات پائی ۔اس کے ساتھ ہی فاطمی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

ابن خلقان نے لکھا ہے عاضد اور فائز دونوں امور خلافت و مملکت سے دور رہنے کے باوجود وہ خلفاء پر سب کرتے۔ سنیوں کے خون کو مباح سمجھتے تھے۔ان کا وزیر طلائع بن ازیک ان کی سیرت پر چلا وہ مملکت میں قحط اور مہنگائی کا سبب بنا اس نے امرائے حکومت اور صاحبان عقل و قدرت کو قتل کیا اور اموال کو غارت میں لیا۔تاریخ اسلام ذھبی ج ۳۹ ص ۲۱ میں آیا ہے محرم ۵۶۷ میں مصر سے عاضد کے نام سے خطبہ جاری ہوا اس نے عاشورا کے دن وفات پائی۔عاضد کے عاشورہ کے دن خطبہ پڑھنے کے چند دن بعد دوسرے جمعہ کو خلیفہ بغداد کیلئے خطبہ پڑھایا گیا یہاں سے خلافت فاطمیہ کا اختتام ہوا۔پہلی محرم کا خطبہ عاضد کے نام سے پڑھایا گیا دوسرے جمعہ کو تمام مصر میں خلیفہ بغداد کے نام سے خطبہ دیا گیا۔اس طرح خلافت عباسیہ خلیفہ بغداد سے کٹ کر دو سو سال گزرنے کے بعد دوبارہ خلافت کو سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب نے سنبھالا اور مملکت کی دولت و ذخائر پر ان کا قبضہ ہوا۔اولاد عاضد کو قصر میں گرفتار کیا گیا۔ان کے آثار کو مٹایا گیا اور ان کی عورتوں کو اسیر کیا گیا۔صاحب نجوم الزاہرہ لکھتے ہیں جو کچھ انکے ساتھ کیا گیا وہ اس کے مستحق تھے۔یہ باطنیہ زندیق تھے مذہب تناسخ اور حلول کے قائل تھے بلکہ انہوں نے دعویٰ الوہیت بھی کیا۔سب صحابہ میں غلو کرتے اور اہل سنت کے خون کو مباح سمجھتے تھے۔

دور فاطمین پر ایک نظر:

دور فاطمین میں اسماعیلیوں کے نظریہ امامت جہاں شرط عصمت و منصوصیت کا ایک ہی خاندان میں ہونے کا دعویٰ آشکار ہوا۔ان کے چہرے کھل کر سامنے آئے اور فاسقین و فاجرین دعویداران نبوت والوہیت سامنے آئے۔ یہاں تک ان کے نسل فاطمی ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹا ثابت ہوا اور ان کی حمایت کرنے والوں کو ہر آئے دن شرمندگی اٹھانا پڑی۔مصریوں نے اس عقیدے میں سستی دکھائی اور افضل بن بدر جمالی نے امامت کو مستنصر سے مستعلی کی طرف پلٹا دیا حالانکہ وہ اس کا حقدار نہیں تھا یوں صاحبِ نص کو محروم کیا گیا یہاں سے وہ "مشرقی اور حشیشیہ" دو فرقوں میں تقسیم ہوئے چنانچہ جب ۵۲۴ ہجری میں اس کا خلیفہ قتل ہوا تو اس کی کوئی اولاد نہیں تھی انہوں نے یمن میں فاطمین کو اس بارے میں لکھا لیکن جب حاکم امر باللہ قتل ہوا تو اس کی بیوی حاملہ تھی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام طیب بن امر تھا اُس نے اپنے بیٹے کو چھپایا چنانچہ ان سے ایک اور فرقے نے جنم لیا جس کا نام فرقہ "طیبیہ" ہے جو کہ

آج تک باقی ہے۔[نقل از تاریخ دولۃ الاسلامیہ صفحہ ۱۹۴]

مستنصر کے بعد یہ فرقہ ۴۸۷ھ میں دو گروہوں میں تقسیم ہوا۔ وزیر افضل جمالی نے امام مستنصر کی وفات کے بعد خلافت کو غصب کیا اور اپنی بہن کے بیٹے احمد ابن مستنصر کو امامت پر فائز کیا اور اسے مستعلی باللہ کا لقب دیا اور نزار جو بڑا تھا اسے محروم کیا وزیر جمالی ارمانی اصل مسیحی تھا وہ انتقام لینے پر بضد رہا اور نزار اور اس کے بیٹے علی کو جیل میں ڈالا اور دیوار گرا کر ان دونوں کو مروایا۔ یہاں سے اسماعیلیوں میں ایک انقلاب وجود میں آیا اور انہوں نے مستعلی کی بیعت سے انکار کیا اور امامت نزار کا اعلان کیا۔ اس طرح فاطمیہ کے دور کا آغاز ہوا اس کو دور ظہور امام بھی کہتے ہیں۔

اسماعیلیہ کی پہلی بار مغرب میں ۳۵۸ھ سے لے کر ۵۶۷ھ تک حکومت قائم ہوئی۔ اس دور میں عقائد اسماعیلی کو چندین بار اپنی امامت کے بارے میں اختراع کردہ اصول سے انحراف و بغاوت کرنا پڑی۔

۱۔ اسماعیلی تسلسل امامت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ جس کے تحت وہ ایک ہی گھرانے سے بڑے فرزند کو پہلے مرحلے میں ولی عہد بناتے اور پھر ولی عہدی کے ذریعے سے امامت پر منصوب کرتے ہیں۔ لیکن خلیفہ کی موت کے بعد انہیں یہ عقیدہ تین بار توڑنا پڑا، ایک دفعہ جب معز الدین اللہ نے امامت کیلئے اپنے بعد اپنے بڑے بیٹے عبد اللہ کا تعین کیا لیکن عبد اللہ نے اپنے باپ معز الدین اللہ کی حیات میں ہی وفات پائی لہذا انہوں نے امامت پر ان کے چھوٹے بیٹے نزار کو منصوب کیا ہے جس کا لقب عزیز باللہ ہوا۔

۲۔ دوسری دفعہ خلیفہ مستنصر نے امامت کیلئے ان کے بیٹے نزار کو ولی عہد نامزد کیا لیکن افضل جمالی جو وزیر تھا اور خلیفہ ان کے بہنوئی تھے ان کے کہنے یا اصرار پر احمد ابن مستنصر کی امامت کا اعلان کروایا جسے بعد میں مستعلی باللہ کا لقب دیا۔

۳۔ جب حاکم بامر اللہ کو قتل کیا گیا اور چونکہ وہ لاولد تھا اس لئے اس کی جگہ ان کے چچا عبد المجید ابن مستنصر امام وقت بنے لہذا اصطلاح اسماعیلی کے تحت یہ امامت مستودع تھی لیکن وقت نہیں گزرا تھا انہوں نے اپنی امامت کا اعلان کیا اور لقب حافظ لیا تو اس طرح امام اپنے بعد ولی عہد بنانا یا وصیت کے ذریعے امام بنانے کے طریقے میں تین چار دفعہ تبدیلی کرنا پڑی۔ اس طرح ان کے عقیدہ منصوصیت جو ناقابل شگاف اور حرف آخر تھا اور جسے افتراق اور انتشار سے

بچنے کا ضامن کہا جاتا تھا چندین بار اس میں شگاف آیا۔

یہاں سے اسماعیلی دعوت میں شگاف آیا اور یہ فرقوں میں تقسیم ہوئے:

ا۔اسماعیلی نزاریہ جسے بعد میں اسماعیلی شرقیہ کہتے ہیں اس کا داعی حسن ابن صباح ہے یہ امام مستنصر کی زیارت کیلئے مصر آیا تھا۔وہ یہ جانتا تھا کہ امام مستنصر کے بعد اس کا بڑا بیٹا نزار ہے جب اس میں شگاف آیا تو بعد میں اس نے امامت نزار کا اعلان کیا اور قلعہ الموت پر قبضہ کیا اور تاریخی شہرت حاصل کی۔

۲۔اسماعیلیہ مستعلی جسے اسماعیلیہ غربی کہتے ہیں۔یہ تقسیم ابھی تک جاری ہے۔

مستعلی غربیہ:

دروز:

دروز پر کلمہ باطنیہ سوفیصد صدق آتا ہے انہوں نے اپنے عقیدے کو تمام فرق اسلامی سے چھپا کر رکھا ہے۔فرقہ دروز اپنے عقیدے کے فاش ہونے اور لوگوں کو آگاہی سے روکنے کیلئے بہت حریص ہیں۔مؤرخین درزی میں اختلاف نظر رکھتے ہیں بعض نے کہا ہے فرقہ دروز دو شخص میں سے ایک سے مربوط ہے ایک کا نام ہے محمد ابن اسماعیل درزی ہے جنہوں نے حاکم بامر اللہ کی الوہیت کی تحریک چلائی ہے اور ان کے مذہب کی پیش گوئی کی ہے وادی تیم ان کا پہلا مسقط اور مرکز ہے، ان کی فکر یہودیت اور مجوسیت سے ملتی ہے۔دوسرا شخص ابو منصور انوشتکین درزی ہے۔یہ ایک قائد لشکر تھا حاکم بامر اللہ کا طائفہ دروزی ان سے منسوب ہے بہر حال جو بھی ہو نشتکین نے الوہیت حاکمیت بامر اللہ کی تحریک چلائی اور بہت سے لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔

دروز فرقہ باطنیہ کی ہی ایک شاخ ہے۔وہی عقیدہ اسماعیلی ہے جہاں عقیدہ رکھتے ہیں کہ حاکم بامر اللہ ہے یہ فرقہ نشتکین درزی سے منسوب ہے۔نشتکین درزی مصر میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی لیکن شام کی طرف ہجرت کی۔اس کا عقیدہ بہت سے ادیان فاسدہ کے عقائد کا مجموعہ ہے وہ اپنے عقیدے کو چھپا کر رکھتا تھا حتیٰ ان کی اولادیں بھی نہیں جانتی تھیں جب تک کہ وہ چالیس سال کی عمر نہ گزار لیں۔بعض کا کہنا ہے اس مذہب کے بانی حمزہ بن علی بن محمد زوزونی ہے جو ۳۷۵ھ میں پیدا ہوئے ۴۳۰ھ کو وفات پائی۔اس نے ۴۰۸ھ کو اپنے مذہب کا اعلان

کیا اور کہا روح اللہ حاکم میں حلول ہوئی ہے اور اس بارے میں اس نے کتاب لکھی محمد ابن اسماعیل درزی معروف بہ نشتکین حمزہ کے ساتھ اس عقیدے کی تاسیس میں شریک تھے لیکن محمد ابن اسماعیل نے حاکم کی الوہیت کا جلدی اعلان کیا اور لوگوں نے ان کے خلاف ہجوم کیا شام گئے اور وہاں اپنے مذہب کا اعلان کیا وہاں سے فرقہ دروزی وجود میں آیا۔ان کا اعتقاد یہ ہے حاکم بامر اللہ ہے جب وہ مرے تو انہوں نے کہا وہ غیبت میں گئے ہیں واپس آئیں گے۔ دروزی انبیاء و رسل کے منکر ہیں ان کی شان میں جسارت کرتے ہیں کہتے ہیں مسیح ان کے داعی حمزہ کا نام ہے تمام ادیان سے عداوت رکھتے ہیں خاص کر کے مسلمانوں سے دیگر ادیان کے خون و مال کو مباح سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں ان کے دین نے تمام ادیان کو منسخ کیا ہے ان کے اعتقاد کا مرکز ہندوستان ہے کیونکہ ان کے عقیدے ہنود کے عقیدے سے ملتے ہیں۔ دروز تناسخ ارواح کے قائل ہیں ثواب و عقاب اور جنت و نار کے منکر ہیں قرآن کے منکر ہیں۔ کہتے ہیں قرآن سلمان فارسی نے بنایا ہے ان کی تاریخ ۴۰۸ھ سے شروع ہوتی ہے جس میں حمزہ نے الوہیت حاکم کا اعلان کیا تھا۔قیامت ان کے نزدیک حاکم باللہ کے واپس آنے کا دن ہے کہتے ہیں وہ آئیں گے کعبہ کو منہدم کریں گے اور روئے زمین سے نصاریٰ اور مسلمانوں کا خاتمہ کریں گے اور مسلمانوں سے جزیہ لیں گے۔ دیگران سے شادی کو حرام سمجھتے ہیں نکاح محرمات کو جائز سمجھتے ہیں ان کے علماء حافظ اسرار ہیں۔ان کے عقائد' عقائد فلاسفہ ہیں ان کے اعتقاد میں ستر کتمان تقیہ ضروری ہے۔ وہ صحابہ کی شان میں برے اور فحش کلمات استعمال کرتے ہیں رمضان کے روزے نہیں رکھتے حج بیت اللہ کو نہیں جاتے اپنے عقیدے کا اظہار نہیں کرتے دروز فرقہ باطنیہ کے اہم فرقوں میں سے ہے جو قائل بہ تناسخ ہیں۔ پانچ اور سات کے عدد کو ان کے عقیدے میں بہت احترام حاصل ہے۔

اسماعیلی مستعلی سے بہرہ نکلے ہیں مستعلی کی وفات کے بعد اس کے بیٹے طیب کے بعد دوبارہ دور تستر شروع ہو گیا اس کے بعد بہرہ دو حصوں میں بٹ گئے:

بہرہ:

بہرہ اسماعیلیہ مستعلیہ ہیں وہ امام مستعلی اور ان کے بعد کے ائمہ کے معتقد ہے۔اس کے بعد آخری امام کے بیٹے طیب کے معتقد ہیں لہذا ان کو طیبہ بھی کہتے ہیں۔ ہند اور یمن میں رہنے والے اسماعیلی اس گروہ سے تعلق

رکھتے ہیں یہ لوگ سیاست چھوڑ کر تجارت میں وارد ہوئے ہیں اور ہندوؤں سے گھل مل گئے ہیں یہ بہرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا کہنا ہے امام طیب ۵۲۵ھ میں پردہ غیب میں گئے ہیں اور ان کی نسل سے آنے والے امام بھی ابھی تک غیبت میں ہیں پتہ نہیں کہاں ہے ان کا نام تک بھی پتہ نہیں حتیٰ علماء بہرہ بھی نہیں جانتے۔ بہرہ اپنی جگہ دو گروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں:

۱۔ بہرہ داؤدی قطب شاہ داؤد۔ ہندوستان و پاکستان میں آباد ہیں ان کے داعی ممبئی میں رہتے ہیں۔

۲۔ بہرہ سلیمانیہ: سلیمان بن حسن سے منسوب ہیں۔ ان کا مرکز یمن میں ہے یہ عامۃ المسلمین کی مساجد میں نماز نہیں پڑھتے ظاہری طور پر ان کا عقیدہ دوسروں کی مانند ہے لیکن باطن مختلف ہے۔ نماز پڑھتے ہیں لیکن یہ نماز اپنے امام مستور کیلئے پڑھتے ہیں یہ دیگر مسلمانوں کی طرح حج کو جاتے ہیں لیکن ان کا کہنا ہے کعبہ مرکز و رمز امام ہے۔ کہتے ہیں ہر امر مباح ہے۔

بہرہ اسماعیلیوں کے امام مستعلی بن مستنصر کے معتقدین کو کہا جاتا ہے اس فرقے کو مستعلیہ کہتے ہیں نسبت ہے مستعلی گروہ خلیفہ فاطمی امر بن مستعلی کے قتل کے بعد وجود میں آیا جیسے پہلے تذکرہ کیا ہے کہ یہ گروہ یمن اور ہندوستان کے درمیان تجارت کرتا تھا ساتھ ہی وہ اپنی دعوت بھی پھیلاتے تھے لیکن گذشت زمان کے بعد یہ خود دو گروہوں میں بٹ گئے یہ لوگ ایک مہدی کے منتظر ہیں جو نسل اسماعیل سے ہوگا جو اس وقت غیبت میں ہیں۔ یہ لوگ زیادہ تر ہندوستان کے شہر بمبئی میں سکونت کرتے ہیں صاحب فرہنگ کی نظر میں جنہوں نے اس دعوت کو قبول کیا ہے وہ بمبئی یا ہندوستان میں زیادہ ہیں لہٰذا ان کے عقائد ہندوستان سے زیادہ متاثر ہیں یہ لوگ بھی خلفاء کو سب و شتم کرتے ہیں ان کے عقائد زیادہ تر مسیحوں سے ماخوذ یا متاثر ہیں یہ لوگ بھی عقیدہ تثلیث کے قائل ہیں اپنے موقف پر اصرار رکھتے ہیں یہ فرقہ حروفی کے بھی معتقد ہیں۔ سب سے پہلے یہاں اس دعوت کیلئے آنے والا شخص عبداللہ عیسیٰ تھا۔

نزاریہ شرقیہ یا حلقات مفقودہ اسماعیلی کا دوسرا دور:

خلیفہ فاطمی مستنصر باللہ جس نے ۴۸۷ھ میں وفات پائی اس نے وفات سے پہلے اپنے ایک بیٹے جس کا نام ''احمد'' تھا جو ان کے مطابق اس منصب کیلئے بعض اسماعیلیوں کے نزدیک اہل نہیں تھا کو خلیفہ بنایا۔ بلکہ ان کے

نزدیک اس کا دوسرا بیٹا ''نزار'' اس کا مستحق تھا۔ غرض مستنصر کی وفات کے بعد احمد مستعلی خلیفہ بنا اس موقع پر نزار نے اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کی ۔ یہاں سے حکومت فاطمی اور اس کے مذہب میں شگاف پیدا ہوا جس میں ایک اسماعیلی مستعلی بنا جو خلافت کی بساط پر قائم رہا جنھیں آج بوہرہ کہتے ہیں اور اس کے بالمقابل اسماعیلی نزاریہ بنا جس نے اس کے خلاف بغاوت کی ۔ اس صورتحال کے پیش نظر ان دونوں کے درمیان مختلف مواقع پر جنگ وجدال ہوتی رہی اور فرقے کو بچانے اور تسلسل قائم رکھنے میں ایک شخص بنام حسن صباح کا کردار بتاتے ہیں جو ایران کے شہر ''ری'' کا رہنے والا تھا۔ اس نے مصر میں مذہب اسماعیلی نزاری کو قبول کیا اور مستنصر باللہ کی وفات کے بعد اس کے دو بیٹوں احمد اور نزار کے درمیان خلافت پر اختلاف اور شگاف کے نتیجے میں اس نے نزار کی حمایت کی اور اس کے بعد قلعہ الموت میں جو ایران کے شہر ''قضوین'' کے نزدیک ہے، وہاں اس نے نزاریہ فرقہ کی طرف دعوت دی اور خود کو ''شیخ الجبل'' یا ''پیر کوہستان'' کہا۔

وہ اپنے کچھ فدائی بھیج کر نزار کے دو بیٹوں کو قلعہ الموت لایا بہر حال حسن صباح وہ پہلا شخص ہے جس نے نزاریہ کی طرف لوگوں کو دعوت دی یا نزاریہ کی اولاد مصر سے نکل کر قلعہ الموت پہنچی اور یہ سلسلہ نزار کے بعد بھی باقی رہا۔ نزاریوں کا کہنا ہے خلافت اسماعیلی مستنصر کے بعد ان کے بیٹے نزار بن مستنصر ملقب مصطفیٰ باللہ وفات ۴۹۰ھ کو ملی اس کے بعد علی بن نزار ملقب بہ ھادی وفات ۵۳۰ھ اس کے بعد محمد بن علی بن نزار مہدی ۵۵۲ھ کو وفات پائی ان کے بعد حسن بن محمد بن علی قاہر وفات ۵۵۷ھ ہے لیکن تاریخ میں ان کی کسی قسم کی سرگرمی کا ذکر نہیں آتا صرف نام لیا جاتا ہے معلوم نہیں اس کی کوئی حقیقت ہے بھی یا نہیں۔ حسن بن صباح نے ۵۱۸ھ میں وفات پائی اس نے اپنے بعد قیادت نزاریہ کیلئے بغیر اعلان و نامزدگی کے چھوڑی۔

جب خلافت احمد کیلئے مستحکم ہوئی تو نزار اسکندریہ گیا وہاں کے والی ناصر الدین افتکین نے ان کا استقبال کیا اس کی بیعت کی لیکن جب بدر جمالی کو پتہ چلا تو اس نے اسکندریہ پر لشکر کشی کی اور محاصرہ کیا اور نزار کے تابعین کو اپنی طرف جھکایا۔ کہتے ہیں اس وقت حسن صباح مصر میں تھا وہ اس ولایت عہدی کو نہیں مانتا تھا وہ سمجھتا تھا مستنصر مجبور ہے اس نے بادل ناخواستہ قبول کیا ہے خلافت کا حقدار نزار ہے۔ حسن صباح مصر سے فرار ہوا اور لوگوں کو نزار کی طرف دعوت دی۔ فرقہ باطنیہ جو صدر اسلام میں بنام نفاق سرگرم تھے دوسری صدی ہجری کے آغاز سے غلات کی شکل میں

سرگرم ہوئے اورانہوں نے تیسری صدی سے باطنیہ کے روپ میں کام کرنا شروع کیا۔اسی دور میں انہوں نے اپنے ضد اسلام اعمال مختلف گروہوں کے نام سے انجام دینا شروع کیا:ملحدانہ جسورانہ انداز میں تعطیل وتنسیخ شریعت کرنا شروع کیا۔یہ گروہ کچھ حد تک مظاہر اسلام کرتے ہوئے کبھی شریعت کی پاسداری کرتے کبھی اہانت وجسارت اسلام کرتے اور کبھی غیر جانب داری کی شکل میں اپنے کاموں کوانجام دینا شروع کیا۔حسن صباح نے ۵۱۸ھ میں اس نے وفات پائی تو اس کا ایک شاگرد بنام "بزرگ امید درباری" نے اس کی جگہ لی اس کے بعد اس کے بیٹے محمد ابن بزرگ امید ۵۳۲ھ بمطابق ۱۱۶۲ میلادی میں جانشین بنا اس کے بعد حسن ثانی بن محمد ۱۱۶۶ء تک جانشین رہا۔اس کے بعد محمد ثانی بن حسن ۱۱۶۶ء سے لے کر ۱۲۱۰ء تک پھر حسن ثالث بن محمد ثانی ۱۲۱۰ء سے ۱۲۲۱ء تک پھر محمد ثالث بن حسن ثالث ۱۲۲۱ء سے ۱۲۵۵ء تک پھر رکن الدین خوشاہ ۱۲۵۵ء سے خلیفہ بنا اور اس طرح ان کے بعد ہلاکو نے رکن الدین کوقتل کیا پھر ان کی مرکزیت ختم ہوئی اور وہ منتشر ہوئے اس طرح ۱۲۵۵ سے ۱۸۸۱ء تک وہ بغیر کسی خلیفہ اور مرکزیت کے دور سے گزرے۔یہاں تک کہ فرقہ آغاخان کا آغاز ہوا۔فرقہ آغاخانی کا کہنا ہے کہ عقائد میں ہم اللہ کی وحدانیت کے قائل ہیں اور امامت کا تسلسل کبھی ظہور کی صورت میں اور کبھی مخفی صورت میں باقی رہتا ہے اور ان کی شریعت گذشت زمان کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

فاطمین سے دوسرا جسورانہ محکانہ تعطیل اور تنسیخ شریعت اسلام کا اعلان کرنے والا حسن بزرگ امید:

جب سلسلہ حسن ثانی بن محمد بن بزرگ امید ۵۵۸ھ میں اقتدار پر آیا تو اس نے اسلام سے آزادی کا اعلان کیا۔اس نے کہا اب دین نئے مرحلے میں داخل ہوا ہے۔یہ نئے مرحلے کا دین پرانے دین سے بالکل مختلف ومتعارض ہے۔اس نے کہا قیامت دوقسم کی ہے ایک قیامت جسدی ہے جو اس عالم میں ہوگی اور ایک قیامت روحانی ہے جس کا میں اعلان کررہا ہوں، کہا آج کے بعد محرمات نامی کوئی چیز نہیں ہے اس نے کہا حقائق جب ظاہر ہوتے ہیں تو شرائع باطل ہوجاتی ہیں مؤرخ کبیر علاء الدین عطا ملک جوینی متوفی ۶۵۸ھ کے مطابق حسن بن محمد نے قیامت روحی برپا ہونے کا اعلان کیا۔۱۷ رمضان المبارک ۵۵۹ھ کوحسن نے حکم دیا قلعہ الموت میں ایک منبر نصب

کریں جس کا رُخ مغرب کی طرف ہو اور چار بڑے جھنڈے سفید، سرخ، زرد اور سبز رنگ کے لائیں اور نصب کریں اور لوگوں کو جمع کرو۔ لوگ اطراف سے جمع ہونے شروع ہوئے۔ مشرق سے آئے دائیں طرف، جو مغرب سے آئے بائیں طرف شمال رودبار اور دیلم سے آنے والے منبر کی طرف رُخ کر کے بیٹھے۔ اس دوران ظہر کے نزدیک حسن قلعہ سے سفید عبا و عمامہ پہنے ہوئے نکلا وہ منبر کے نزدیک بائیں طرف گیا اور انتہائی بردباری کے ساتھ اوپر چڑھا اور تین دفعہ سلام کیا اور پہلے دیالمہ کیلئے پھر دائیں طرف والوں کیلئے اور پھر تیسری دفعہ بائیں طرف والوں کیلئے سلام کیا پھر رک گیا بیٹھ گیا پھر اٹھ گیا تلوار پر تکیہ کیا اور بلند آواز سے خطاب کیا جن وانس ملائکہ سے میرا خطاب ہے کہ امام کی طرف سے اعلان رسالت آیا ہے۔ آج ہمارے امام وقت جو تمہاری طرف رحمتیں بھیج رہے ہیں تمہیں دعوت دے رہے ہیں انہوں نے تمہیں تکالیف شرعیہ سے آزاد کیا ہے کیونکہ تم بعثت کو پہنچ گئے ہو پھر تصریح کی کہ جو کچھ زمان شریعت میں تھا اگر انسان اسے انجام نہ دے سکے اور عبادت نہ کر سکے تو ایسا کرنے والوں کیلئے سابق زمانے میں سنگسار و تازیانہ اور قتل تھا آج اگر کسی نے خود کو شریعت کا پابند رکھا اور عبادت جسدی میں مصروف رکھا شعائر دینی کو جاری رکھا تو اس کیلئے بھی وہ سزائیں ہوں گی جو پہلی شریعت پر عمل نہ کرنے والوں کیلئے ہوتی تھیں۔ پھر حسن نے اپنی گفتگو مکمل کرتے ہوئے کہا لوگوں کو شریعت سے معاف کیا گیا ہے اپنے اعضاء و جوارح کو اللہ کی طرف متوجہ کریں اور جتنی بھی عبادات، شعائر دینی پہلے انجام دیتے تھے ان سب کو چھوڑیں نماز پانچ وقت تکلیف ظاہری تھی اب آپ قیامت میں آئے ہیں۔ اب آپ ہمیشہ اللہ کے ساتھ ہوں گے اور اللہ کے حضور میں ہوں گے۔ کہتے ہیں اس تمام تہدید و خوف کے باوجود اس کے کلام کا لوگوں نے انتہائی قہر اور غصے سے مقابلہ کیا اور اس کو رد کیا سب سے پہلے اس کو مسترد کرنے والا اس کا سالہ (بیوی کا بھائی) تھا اگرچہ بعض نے اس کا استقبال کیا۔ اس دن سے اس نے فعل قبیح کا ارتکاب اور برائیوں کا اعلان کیا میدان مامون آباد کو سالہ کفر میں ۶ ربیع الاول ۵۶۱ھ کو اس کے سالے (بیوی کے بھائی) نے ایک ضربت مار کر واردِ جہنم کیا۔ ایک سال کے بعد ایک نئی دعوت کا آغاز ہوا اور کہا کہ اس وقت امام ستر کا دور گزر رہا ہے لیکن انحرافات اپنی جگہ جاری اور استمرار رہے۔ ان کے بعد علا محمد آیا اس کی عمر ۱۹ سال تھی اس نے ۶۰۷ھ میں وفات پائی لیکن معارضہ شدید باقی رہا۔ اس کے بعد حسن کی ریاست اس کی زوجہ کے بھائی اور اس کے بعد ان کے پوتے نے سنبھالی۔

عرض ناشر	۱
مزدوجہ بین ہاشمین وامویین	۲
تمہید	۷
دور ضالہ	۹
عوامل ضلالت	۱۲
ہم یہاں پر خاندان بنی امیہ	۱۶
قبائل وعشائر گرائی قرآن و ۔۔۔	۲۳
۱۔ضالہ خوارجیہ	۲۶
خوارج کے بنیادگزار	۲۷
خوارج اور نظام حاکم	۲۸
اشعث بن قیس	۲۹
اشعث بن قیس اور ایک مرد	۳۰
تحکیم	۳۱
ابوموسیٰ اشعری	۳۵
قتل حضرت علی ابن ابی طالب	۴۰
علی کے خلاف میٹنگ	۴۱
فکر خوارج ہر دور میں رہی ہے	۴۳
فرزند زیاد، وزیر اور عورت	۴۴
عقائد خوارج	۴۴
فرق خوارج	۴۵
۲۔دور ضالہ کا دوسرا مصداق زبیریہ ہے	۴۸
عبداللہ ابن زبیر	۴۸
۶۱ ہجری	۵۰
دور ضالہ خودکش	۵۲
دور ضالہ مختاریہ	۵۳
دور ضالہ سفیانی	۵۵
امیہ اکبر سے یہ اولادیں نکلی ہیں	۵۶
ابوسفیان کی زوجات	۵۷
ابوسفیان کی بیٹیاں	۵۸
خلافت معاویہ	۵۹
عوصم اسلامی	۶۰
معاویہ کے دور میں مجتمع اسلامی	۶۱
نوادرات معاویہ	۶۳
اصناف الناس	۶۴
زیاد اور معاویہ	۶۶
معاویہ اور عقیل	۶۶
ہم عصر سے سلوک	۶۶
معاویہ اور سودہ بنت عمارہ	۶۶

معاویہ اور ابن عباس	۶۸
معاویہ اور ابی الاسود	۶۸
معاویہ اور نصاری	۶۸
معاویہ اور لعن علی	۶۹
سیرت سیاست و ریاست معاویہ	۷۰
معاویہ کی کابینہ	۷۰
معاویہ اور عمر بن عاص	۷۰
ابو موسیٰ اشعری اور معاویہ	۷۱
معاویہ اور یمنی	۷۱
معاویہ اور جاریہ قدامہ	۷۲
معاویہ اور عبداللہ ابن زبیر	۷۲
شریک بن اعور اور معاویہ	۷۳
معاویہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتے تھے	۷۳
والیان معاویہ	۷۴
معاویہ کے والی	۷۴
مکر معاویہ	۷۵
سیاست مدار اچھے نہیں ہوتے	۷۶
عفو معاویہ	۷۷
معاویہ کا اپنے مرض سے پہلے خطبہ	۸۱
یزید کی ولی عہدی پر نظر	۸۳
معاویہ و حسین	۸۸
تمہیدات معاویہ	۸۹
تمہیدات ولی عہدی	۸۹
تقریب ولی عہدی یزید	۸۹
ولی عہدی معاویہ	۹۳
ولایت عہد	۹۵
معاویہ ابن ابی سفیان کے بارے میں تحفظات	۹۷
معاویہ کی موت	۹۷
حاکم کی خوبیاں اور خامیاں	۹۸
زوجات اور اولاد معاویہ	۱۰۰
یزید کی قیادت لشکر میں امام حسین	۱۰۱
سیاست مداران دور دوم مسلمین	۱۰۱
احنف بن قیس	۱۰۱
حجر بن عدی	۱۰۳
عمرو بن عاص	۱۰۲
عمرو بن عاص معاویہ کی خدمت میں	۱۰۶
شقاوت عمرو بن عاص	۱۰۷
کلمات عمرو بن عاص	۱۰۸

مغیرۃ بن شعبۃ ____ ۱۰۹
مغیرہ اور معاویہ ____ ۱۱۱
زیاد بن ابیہ ____ ۱۱۳
استلحاق زیاد ____ ۱۱۴
مالک اشتر ____ ۱۱۴
محمد بن ابی بکر ____ ۱۱۵
یزید بن معاویہ ____ ۱۱۵
تحفظات بر یزید ابن معاویہ ____ ۱۱۸
اباحہ مدینہ ____ ۱۱۸
قتل حسین میں یزید و حسین کے وکیلوں کے دلائل ۱۲۰
معاویہ اور یزید پر لعنت ____ ۱۲۴
لعن بر خلفاء معاویہ اور یزید ____ ۱۲۶
سب و لعن قرآن و سنت سیرت اہل بیت و اصحاب ۱۳۰
اصحاب کا دور ____ ۱۳۱
فیصلہ معاویہ کے حق میں یا خلاف ____ ۱۳۲
سب و لعن میں سبقت کرنے والوں کی تاریخ ____ ۱۳۳
زیاد بن ابیہ ____ ۱۳۵
گروہ غلات ____ ۱۳۵
مامون رشید ____ ۱۳۵
آل بویہ ____ ۱۳۵
سنت آل بویہ ____ ۱۳۶
معاویہ بن یزید ____ ۱۳۷
معاویہ بن یزید کا جنازہ اٹھتے ہی سلطنت
سفیانی میں شگاف پڑا ____ ۱۳۹
۶۔ دور ضالہ مروانیہ ____ ۱۳۹
خاندان ابی العاص ____ ۱۳۹
مروان بن حکم ____ ۱۴۰
حوعتب بن عبد العزء ____ ۱۴۳
مروان ابن حکم کے بارے میں تحفظات ____ ۱۴۴
عبد الملک بن مروان ____ ۱۴۵
مناقب و قدائح عبد الملک بن مروان ____ ۱۴۸
حجاج بن یوسف ____ ۱۵۰
خوارج اور حجاج ____ ۱۵۴
حجاج مکتوب و منبر ____ ۱۵۴
حجاج بن یوسف و بنی عجل کے لوگ ____ ۱۵۴
مہلب بن ابی سفرہ ____ ۱۵۴
ابی سفرہ کا وارث یزید بن مہلب ____ ۱۵۷
حجاج اور زوجہ ولید بن عبد الملک ____ ۱۵۸
ولید بن عبد الملک ____ ۱۶۰

سلیمان بن عبدالملک	۱۶۳
سلیمان بن عبدالملک کے ذاتی تصرفات	۱۶۶
والیان عبدالملک وولید بن عبدالملک میں ردوبدل	۱۶۷
سلیمان بن عبدالملک اور ابو حازم	۱۶۷
ایک اعرابی اور سلیمان بن عبدالملک	۱۷۱
سلیمان اور روشنی باعلی	۱۷۲
عمر بن عبدالعزیز بن مروان	۱۷۴
خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلے انہوں نے یہ اقدامات کیے ہیں	۱۷۵
خوارج عمر بن عبدالعزیز کے دور میں	۱۷۷
عمر بن عبدالعزیز اور غلام حجازی	۱۷۸
بنی امیہ اور عمر بن عبدالعزیز	۱۷۹
عمر بن عبدالعزیز و شعراء	۱۸۱
عمر بن عبدالعزیز اپنے بیٹے کے احتظار کے موقعہ	۱۸۲
وفات عمر بن عبدالعزیز	۱۸۴
یزید بن عبدالملک بن مروان	۱۸۴
ہشام بن عبدالملک	۱۸۷
ولید بن یزید اور ہشام بن عبدالملک	۱۸۹
ہشام کی زوجات	۱۸۹
خالد بن عبداللہ قسری	۱۹۰
رزق مقدر	۱۹۱
واعظ الملوک	۱۹۲
ولید کا سلیمان کو عزل کرنے کا منصوبہ	۱۹۴
یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان بن حکم	۱۹۵
ولید بن یزید بن عبدالملک	۱۹۶
یزید ناقص بن ولید بن عبدالملک بن مروان	۲۰۱
یزید بن ولید	۲۰۱
یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان	۲۰۰
ابراہیم بن ولید بن عبدالملک بن مروان	۲۰۲
یزید بن ابی مسلم اور سلیمان بن عبدالملک	۲۰۳
مروان بن محمد حمار	۲۰۳
زوال امیہ و قیام عباسیہ	۲۰۶
۱۔مقتدر حکمران	۲۰۷
۲۔رعیت	۲۰۸
۳۔معارض	۲۰۹
قیام علویین	۲۱۵
قیام بنی ہاشم	۲۱۵
عبداللہ بن محمد بن علی	۲۱۷

عبداللہ بن محمد ________ ۲۱۸
یحییٰ بن زید ________ ۲۱۸
عبداللہ بن مسور ________ ۲۱۹
حسین بن علی بن حسن حسینی ________ ۲۱۹
۲۔ ابراہیم بن امام موسیٰ بن جعفر ________ ۲۲۰
۳۔ محمد بن قاسم بن حسین ________ ۲۲۱
۴۔ حسین بن علی بن حسن بن حسن ________ ۲۲۱
قیام طالبین ________ ۲۲۳
محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان ________ ۲۲۳
خروج محمد بن قاسم ________ ۲۲۳
عبداللہ بن حسن بن حسن ________ ۲۲۴
ابراہیم بن حسن بن حسن ________ ۲۲۵
علی بن حسن بن حسن ________ ۲۲۵
عباس بن حسن بن حسن ________ ۲۲۵
اسماعیل بن ابراہیم بن حسن ________ ۲۲۵
محمد بن ابراہیم بن حسن ________ ۲۲۵
علی بن محمد بن عبداللہ ________ ۲۲۵
زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ________ ۲۲۶
محمد بن عبداللہ ________ ۲۲۷
قیام خروج محمد بن عبداللہ ________ ۲۳۶
قیام علویین ________ ۲۳۷
امام واجب الطاعۃ نفس ذکیہ اور ابراہیم بن
عبداللہ محض ________ ۲۳۸
عبداللہ نفس ذکیہ کی گرفتاری ________ ۲۳۸
ضالہ ہاشمیہ ________ ۲۴۱
۱۔ عبداللہ بن معاویہ ________ ۲۴۷
نظام کے خلاف بغاوتیں ________ ۲۴۹
کوفہ میں ________ ۲۵۰
یمن میں ________ ۲۵۱
ضالہ ہاشمیہ ملحدہ ________ ۲۵۱
ضالہ ہاشمیہ ________ ۲۵۱
حجاز میں طالبین کا کردار ________ ۲۵۳
اسماعیلیہ ________ ۲۵۳
دور ظہور ________ ۲۵۴
دور ضالہ فاطمیہ ________ ۲۵۴
اقتدار فاطمین ________ ۲۵۴
حکومت فاطمی ________ ۲۵۶
حاکمان فاطمیہ ________ ۲۵۸

قائم بامر اللہ ____________ ۲۶۰

منصور باللہ ____________ ۲۶۰

معز لدین اللہ ____________ ۲۶۱

عزیز باللہ ____________ ۲۶۲

حاکم بامر اللہ: نابالغ حاکم جو ۱۱ سال کی عمر میں
حاکم بنا ____________ ۲۶۲

ظاہر باللہ ____________ ۲۶۵

ظاہر باللہ نے اپنے دور حکومت میں درج ذیل
تبدیلیاں کیں ____________ ۲۶۶

مستنصر باللہ: نابالغ خلیفہ ۸ سال کی عمر میں
حاکم بنا ____________ ۲۶۶

مستعلی باللہ ____________ ۲۶۷

آمر باحکام اللہ: نابالغ خلیفہ ۵ سال کی عمر میں حاکم
بنا ____________ ۲۶۷

حافظ لدین اللہ ____________ ۲۶۸

ظافر باللہ ____________ ۲۶۹

فائز باللہ: بچہ خلیفہ ____________ ۲۶۹

ابو محمد عاضد لدین اللہ عبد اللہ بن یوسف بن
حافظ ____________ ۲۷۰

عاضد لدین اللہ: بچہ خلیفہ ____________ ۲۷۰

دور فاطمین پر ایک نظر ____________ ۲۷۱

مستعلی غربیہ ____________ ۲۷۳

دروز ____________ ۲۷۳

بہرہ ____________ ۲۷۴

نزاریہ شرقیہ یا حلقات مفقود اسماعیلی کا دوسرا
دور ____________ ۲۷۵

فاطمین سے دوسرا جسورانہ معکانہ تعطیل اور
تنسیخ شریعت اسلام کا اعلان کرنے والا ____ ۲۷۷

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سلاطین عضوض مسلمین

اسلامی ملکوں میں مذہبی اور سیکولر حکمرانوں کی نوراکشتی میں استعمال ہونے والے فتنوں کا ایندھن مذمت بنی امیہ اور بنی عباس کی کہانیاں ہیں جو کہ دراصل خود ان کی سیاہ کارستانیوں اور دوسرے ملکوں میں بنائے گئے اثاثوں سے نظریں ہٹانے کیلئے شور شرابہ ہے۔ وکی لیک اور پانامہ لیک نے ایران، سعودی اور پاکستان کے فتنہ پرور سیاستدانوں کی چہروں سے نقاب ہٹادیا ہے اور ان کے چہروں کو سیاہ بنادیا ہے۔ لیکن جرم زیادہ ہونے کے بعد غیرت کسی کام کی نہیں ہوتی۔

سلاطین بنی زبیر، بنی ہاشم، بنی امیہ، فاطمین، بنی عباس، بنی عثمان، ممالک مصر اور مغامیز ہند کی اقتدار تک رسائی کی داستانیں آج کل کے احزاب سیاسی وعسکری کے اقتدار پر قبضہ جیسی ہیں۔ ان کا مقصد امت کی مصلحت یا اعلاء کلمہ اسلام نہیں تھا بلکہ تمام تر ہم وغم اقتدار تک رسائی اور اقتدار سے لطف اندوزی کیلئے ہی تھا۔ لہٰذا وہ اس مقام تک رسائی کے لئے جواز عقلی وشرعی یا رضاوخوشنودی اللہ کو مدنظر نہیں رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود ان میں اور عصر حاضر کے حکمرانوں میں چندیں فرق ضرور ہے۔

۱۔ وہ اس اقتدار کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے تھے کہ وہ سلطان مسلمین ہیں جبکہ حاضر حکمران اپنے مسلمان ہونے کو غیروں کے سامنے باعث حقارت سمجھتے ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ لباس، زبان بلکہ ہر چیز انہی کی استعمال کرتے ہیں۔ ان کے مندر اور گردوارے میں جاکر رقص کرتے ہیں۔

۲۔ وہ لوگ اپنی زرودولت اندوزی کو اپنے ہی ملک میں رکھتے تھے جبکہ یہ لوگ پہلے دن سے اس کو باہر جمع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی آقاء ان کا تمسخر اڑاتے ہیں جیسا کہ وکی اور پانامہ لیک سے ظاہر ہے۔

۳۔ وہ اصولِ ایمان اور اقدار اسلامی کے محافظ تھے جو بھی اس کے خلاف مظاہرہ کرتے تھے وہ انہیں کیفر کردار تک پہنچاتے تھے جبکہ ان کے نزدیک اسلام سے باغی طاغی محترم اور مسلمان ذلیل وخوار ہے۔ جس کا ثبوت سلمان تاثیر موھن اسلام کا مومن اسلام سے قصاص کا تقاضا ہے۔

۴۔ ان کی انگوٹھیوں پر کلمات توحید نقش ہوتے تھے جبکہ ان کے انگوٹھیاں اسلام کے حرام کردہ سونے کی ہوتی ہیں۔

۵۔ وہ لوگ جماعت وجمعہ کے امام وخطیب ہوتے تھے جبکہ ان لوگوں کو سورہ حمد تک نہیں آتی۔